بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

أَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ إِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ۖ إِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا

(پ ۱۵ - رکوع ۹ - سورۂ بنی اسرائیل)

روز محشر کہ جاں گداز بود
اولیں پرسشِ نماز بود



فضائلِ نماز

ماخوذ از مواعظ

حضرت مولٰنا مولوی الحاج ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ صاحب نقشبندی و قادری رحمۃ اللہ علیہ

ابن حضرت مولٰنا مولوی الحاج حافظ سید مظفر حسین صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ حیدرآبادی

مُرتّبہ

عاجز سید رحمت اللہ نقشبندی و قادری (ام - اے) خلف و خلیفہ حضرت ممدوح

ملنے کا پتہ

مکتبہ نقشبندیہ (۲۲-۴ / ۱) حسینی علم بادہ گلی حیدرآباد دکن

بار اول (۱۰۰۰)

قیمت (۳ روپے ۸) سکہ ہند

(ڈانیل در پرنٹنگ پریس حیدرآباد دکن)

نذرِ عقیدت

تجویز نام خود ہی فرما گئے ہیں حضرت
تفسیر ہے یہ گویا گلدستۂ طریقت

واضح ہوئے ہیں اس میں ابہام معرفت کے
آسان ہو گئی ہے مشکل جو تھی حقیقت

مانا حکایتیں بھی پھیلی ہوئی ہیں اس میں
لیکن ہر اک حکایت دیتی ہے درسِ عبرت

زخموں کے واسطے ہے مرہم کا اس میں ساماں
غمگین پا رہے ہیں تسکین اور راحت

بگڑے ہوئے دلوں کی اصلاح ہو گئی ہے
بھٹکے ہوؤں نے اس میں پائی رہِ ہدایت

گہری نظر ہے جن کی ان کے لئے بھی اس میں
بکھرے ہوئے ہیں ہر جا گلہائے رازِ حکمت

تالیف کو عطا ہو شرفِ قبول یارب
پائے مؤلف اس کا اعلیٰ مقامِ جنت

یہ سچ بات ہے یہ مرزا اسکے مطالعہ سے
ملتی ہے دل کو راحت اور روح کو حلاوت

خادم الخدام

مرزا شکور بیگ نقشبندی القادری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

صاحبو! اگر کسی کے آپ پر احسانات ہوں اور آپ چاہتے ہوں کہ اس کا کچھ شکریہ ادا کریں، لیکن احسانات ادا کرنے کا طریقہ معلوم نہ ہونے سے یہ خیال ہوتا ہے کہ کہیں یہ احسان کرنے والے کی ناراضگی کا سبب نہ ہو جائے، اس لئے فکر ہوتی ہے۔ اس کے برخلاف اگر وہ احسان کرنے والا خود شکریہ ادا کرنے کا طریقہ بتلائے تو یہ بھی اس کا ایک احسان ہے، اسی طرح قرآن مجید میں جگہ جگہ اللہ تعالے اپنے احسانات جتلاتے ہیں اور اس ذیل کی آیت میں اپنے احسانات کا شکریہ ادا کرنے کا طریقہ بھی بتلائے ہیں، اس طریقہ کے موافق شکریہ ادا کیجئے۔ خدائے تعالے اس کو قبول فرماتے ہیں، اور یہ بھی ان کا بڑا احسان ہے کہ وہ اپنی مرضی کے موافق شکریہ ادا کرنے کا طریقہ بتلائے ہیں، وہ آیت یہ ہے:۔

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ (پ ۱۵-رکوع ۹-سورۂ بنی اسرائیل)

نماز پڑھو، دن ڈھلنے سے رات کے تاریکی تک یعنی ظہر۔ عصر۔ مغرب اور عشاء۔

وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اور صبح کی نماز پڑھو، اس میں قرآن زیادہ پڑھا جاتا ہے، اس لئے صبح کی نماز کو قرآن الفجر فرمایا ہے۔

اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ط صبح کی نماز کا وقت حضوری کا وقت ہے

حدیث شریف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ "فرشتے صبح سے عصر تک اور عصر سے صبح تک، نماز فجر اور عصر میں جمع ہو جاتے ہیں اور جب جاتے ہیں تو اللہ تعالے پوچھتا ہے کہ تم ہمارے بندوں کو کس حال میں چھوڑ آئے ہو، وہ عرض کرتے ہیں کہ

ہم ان کو نماز پڑھتے ہوئے چھوڑ آئے ہیں، اور جب ہم ان کے پاس آئے تو اس وقت بھی وہ نماز میں تھے"۔

ہائے افسوس! بے نمازیوں کی طرف سے حضور اقدس میں کیا عرض کرتے ہوں گے۔

حدیث شریف جو شخص صبح کی نماز پڑھے تو وہ اللہ کے ذمہ میں ہے۔

حدیث شریف اگر لوگ جانتے کہ صبح کی نماز اور عشاء کی نماز میں کیا ثواب ہے تو نماز کیلئے حاضر ہوتے، اگر نہیں آسکتے تو گھٹنوں کے بل آتے۔

حدیث شریف جس نے صبح اور عشاء کی نماز جماعت سے پڑھی تو گویا وہ تمام رات نماز پڑھتا رہا۔

حدیث شریف جو شخص صبح کی نماز پڑھے تو اس کے ساتھ ایمان کا جھنڈا رہتا ہے۔

ان احادیث کے بعد اب کوئی مضمون نماز کی فضیلت کے لئے کسی اور کی زبان سے سننے کی ضرورت نہیں۔

مگر مسلمانوں کی کم نصیبی کہ ہر بات میں یورپ کی تحقیق کے بغیر تسکین نہیں ہوتی، اس لئے نفسیات اور اجتماعیات کے ماہر امریکہ کا ایک ڈاکٹر لکھتا ہے اور جملہ مورخین کہتے ہیں کہ اسلام کو حیرت انگیز کامیابی، دنیا کے مسخر کر لینے میں جو ہوئی، وہ اس بناء پر ہوئی کہ اس نے اپنے حلقہ میں زبردست وحدت و تنظیم پیدا کر دی تھی، لیکن خود یہ معجزہ کیوں کر ممکن ہوا، اس پر کوئی غور نہیں کرتا۔ اس میں ذرا شبہ نہیں کہ اس کا بڑا اور نہایت موثر ذریعہ نماز تھی روزانہ پانچ وقت نماز کے لئے مومنین کہیں بھی ہوں خواہ جنگل میں، بیابان میں، اکیلے ہوں، یا گنجان شہروں میں، یا بڑے بڑے مجمعوں میں سب کے سب کا کعبہ کی طرف رخ کر کے رکوع، سجود کرنا، خدا کی عبادت اور رسول کی تصدیق، اقرار، اسی ایک عبادت میں کرنا، اس منظر کا نہایت گہرا اثر یہ ہوتا ہے کہ تماشائیوں پر تک اس کا اثر پڑتا ہے۔

اس مشترک عبادت و تصدیق کے واسطے سے اہل ایمان کے قلوب کی شیرازہ بندی ہونا، یہ ایک نفسیاتی اثر ہے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم پہلے شخص ہیں جنھوں نے نظم و وحدت کے باب میں نماز با جماعت

کی حیرت انگیز قوت کا احساس کیا، اس میں ذرا بھی شبہ نہیں کہ اسلام کی طاقت اسی نمازِ پنجگانہ کی شدید پابندی کا نتیجہ ہے۔ یہ کون کہہ رہا ہے؟ کوئی مولوی نہیں، بلکہ ایک کافر کیا بے نمازی نوجوانوں کو اب بھی سبق نہیں ملے گا۔ ایک جرمن ڈاکٹر کہتا ہے کہ حفظانِ صحت کے لئے وضو بہترین چیز ہے۔ منہ اور ہاتھ کہنیوں تک اور پیر پانی سے دھوتے رہنے سے مسامات کھلے رہتے ہیں جو حفظانِ صحت کے لئے نہایت مفید ہے۔

اس تمھید کے بعد نماز کی فضیلت بیان کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مسجد کی فضیلت بیان کی جائے کہ جہاں نماز باجماعت ادا کی جاتی ہے، اس لئے اب مسجد کی فضیلت کے بارے میں کچھ سنئے:۔

مسجد کے فضائل

اس بارے میں ارشاد باری ہو رہا ہے:۔

"فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ وَ یُذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ لا یُسَبِّحُ لَهٗ فِیْهَا بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ ۙ رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِیْهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَیْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ"

(پ۱۸۔ رکوع (۵) سورہ نور)۔

اور ایک مقام پر ارشاد باری ہے:۔

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِیْنَ اَنْ یَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ (پ۱۰۔ رکوع ۶۔ سورہ توبہ)

عالم دو ہیں، ایک عالم کبیر جو عرش سے فرش تک ہے۔ دوسرا عالم صغیر جو انسان ہے۔ عالم کبیر میں جو کچھ ہے وہ سب عالم صغیر میں ہے، ستاروں کو طلوع اور غروب ہوتا ہے۔ ایسا ہی انسان کا طلوع ولادت ہے اور غروب موت ہے۔

بدن زمین کے مثل ہے۔

ہڈی پہاڑ کے۔

گودا کان کے۔

رگیں، نہریں۔

گوشت، مٹی۔
بال کی روئیدگی، مثل نباتات کے۔
منہ، مشرق۔
پشت، مغرب۔
دایاں، جنوب۔
بایاں، شمال۔
سانس، ہوا۔
اس کا غضب، رعد، کڑک۔
ہنسنا، بجلی۔
رونا، بارش۔
پسینہ، پانی۔
نیند، موت۔
بچپن، ربیع۔
جوانی، موسم گرما۔
ادھیڑپن، خریف۔
بڑھاپا، جاڑے کا موسم۔
آنکھیں، تارے۔
دماغ، لوح محفوظ
جسمانی قوتیں، مثل فرشتہ کے۔

غرض جو کچھ عالم کبیر میں ہے وہ سب عالم صغیر میں ہے۔ اس لئے پہلے عالم کبیر بنا کر پھر عالم صغیر بنائے اور فرمائے فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ (پ۱۸۔ رکوع (۱) سورہ مومنون) اتنے بڑے عالم میں جو کچھ ہے وہ سب اتنے چھوٹے عالم میں بھی بنایا، کیا شان والا ہے، سب چیز کا نمونہ ہوا، اور اگر عرش کا نمونہ نہ ہو تو کچھ نہ ہوا، اس لئے عرش کا نمونہ دل بنایا ہے اسلئے کہ

جب اللہ تعالیٰ کوئی ارادہ فرماتا ہے تو اس کا اثر عرش پر ہوتا ہے، عرش سے لوح محفوظ پر، لوح محفوظ سے فرشتے لے کر آسمانوں کو حرکت دیتے ہیں، آسمان، چار عناصر کو، چار عناصر سے ظہور ارادہ الٰہی کا ہوتا ہے، ایسا ہی انسان جو کچھ کرنا چاہتا ہے تو پہلے اس کا ظہور دل پر ہوتا ہے جو مثل عرش کے ہے، دل سے دماغ پر جو مثل لوح محفوظ کے ہے، دماغ سے قوتیں لے لیتے ہیں، جو مثل فرشتہ کے ہیں، قوتیں پٹھوں کو جو مثل آسمان کے ہیں حرکت دیتے ہیں۔ پٹھے اعضاء کو حرکت دیتے ہیں جو مثل چار عناصر کے ہیں، اعضاء سے انسان کے ارادہ کا ظہور ہوتا ہے جیسے چار عناصر سے ظہور ارادۂ الٰہی کا ہوتا ہے، عالم کبیر میں جو کچھ ہوتا ہے وہ اثر عرش کا ہے اور عالم صغیر میں جو کچھ ہوتا ہے وہ اثر دل کا ہے تو عرش، مثل دل کے ہوا، خلاصہ یہ ہے کہ عالم کبیر کا دل عرش ہے اور عالم صغیر کا عرش دل ہے۔

ایسا ہی عالم سفلی کا بھی دل ہے۔

جیسے عالم کبیر میں کچھ کرنا ہو تو عرش پر ارادہ ظاہر کرتا ہے، ایسا ہی عالم سفلی میں کچھ کرنا ہو تو پہلے قطب الاقطاب پر ارادہ ظاہر کرتا ہے، قطب الاقطاب سے قطب اقلیم پر، قطب اقلیم سے غوث پر، غوث سے اوتاد پر، اوتاد سے عالم ظاہری کے حکام پر، حکام سے ارادہ الٰہی کا ظہور ہوتا ہے۔

جیسا عرش لامکاں میں ہے ایسا ہی دل سینہ میں ہے، اور قطب، غوث، باطنی حکومت کرنے والے مسجدوں میں ہیں، جو عالم سفلی کے دل ہیں، اس لئے فرماتا ہے:۔

فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْکَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ لا یُسَبِّحُ لَهٗ فِیْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۙ رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِیْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰهِ۔

(پ۱۸۔ رکوع (۵) سورہ نور)۔

ایسے باطنی حاکم کہاں ملیں گے، ان کو کہاں ڈھونڈو گے ایسے گھروں میں جن کے حق میں اللہ نے ارشاد فرمایا ہے، عزت بڑھانے کا، اس میں خدا کا نام لیتے رہنے کا، ان کو کوئی مشاغل خدا کی یاد سے غافل نہیں کرتے ہیں۔

غرض خدا کے ارادہ کا ظہور تین جگہ ہوتا ہے، جیسا کہ کہتے ہیں کہ خدا عرش پر ہے اور

دل میں ہے، اور مسجد اللہ کا گھر ہے اور اس کا خلاصہ یہ ہوا کہ تین مسجد ہیں۔

۱۔ عالم جبروت میں عرش۔

۲۔ عالم ملکوت میں دل۔

۳۔ عالم ناسوت میں مسجد۔

دل فنا ہوتے ہی انسان فنا ہو جاتا ہے، عرش کے فنا ہوتے ہی عالم کبیر فنا ہوتا ہے، قریب قیامت کے مکہ شریف ڈھا دیا جائے گا، کوئی اللہ اللہ بولنے والا نہ رہے گا، مسجدیں اجاڑ ہو جائیں گے تو اس وقت عالم سفلی فنا ہو جائے گا۔

حکایت ایک جاہل عورت مکہ میں گئی، کعبہ شریف کو دیکھ کر کہنے لگی یہ تو میرے ہی گھر کے جیسا ہے، بلکہ میرا گھر اس سے زیادہ بڑا ہے، ہاں کچھ چہل پہل عظمت، شان ایسی میرے گھر میں نہیں ہے۔

اس عورت کے جیسے ہم بھی ہیں، بہت سنتے آئے ہیں کہ دل خدا کا گھر ہے، دل عرش ہے، دل میں خدا کے ارادہ کا ظہور ہوتا ہے، پھر جب ہم اپنے دل کو دیکھتے ہیں تو زبان حال سے کہتے ہیں ؎

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو یک قطرۂ خوں نہ نکلا،

کیا یہی دل کی یہ دھوم مچی ہوتی ہے؟

میرے دوستو! آپ کا ہمارا یہی دل، ہاں ہاں یہی دل ہے جس کو عرش خدا کہتے ہیں۔ خدا کا گھر یہی دل ہے، سب کچھ ہے پسج ہے ہائے کیا کہیں ؎

بھر رہے ہیں دل میں دنیاوی خیال
آئے کیونکر اس میں نور ذو الجلال

دوسرے کے ساتھ وہ شاہِ غیور
جمع ہوتا ہی نہیں اے بے شعور

چاہیئے تجھکو اگر وصل صنم
گھر کو خالی غیر سے کر یک قلم

کھینچ خلوت میں بہت سا انتظار
تا میسر ہو تجھے وصل نگار

دیکھنا ہے کوئی بھی ایسا نورد
سوت کے جو پاس بیٹھے دو بدو

ہے غنی تر سب شریکوں سے خدا
چاہتا ہے یار وہ سب سے جدا

پھر یہی دل جس میں تردد ہو رہا ہے، ربانی صندوقچہ بن جاتا ہے جس میں رحمانی موتی رہتے ہیں، پھر عرش بھی باوجود عظمت کے ایسے دل کے سامنے ہیچ ہو جاتا ہے۔

ہائے چونے پتھر کی مسجدوں کے لئے ارشاد ہوتا ہے:۔

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ؕ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۚۖ وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ۝

(پ ۱۰۔ رکوع ۳۔ سورہ توبہ)

مشرکوں سے مسجدوں کی آبادی نہیں ہو سکتی۔ مسجد توحید کی جگہ ہے، مشرک کا وہاں کیا کام، ان کے سارے اعمال اکارت، وہ ہمیشہ کے دوزخی۔

اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ (پ ۱۰۔ رکوع ۳۔ سورہ توبہ)۔

مسجد کی آبادی کا حق ان کو ہے جو خدا کی توحید کے قائل ہیں، عظمت و ادب الٰہی ان کے دل میں ہو، تاکہ مسجد کا ادب کریں، اور ایمان قیامت کے آنے پر ہو جس سے خوف الٰہی و امید پیدا ہو تاکہ آبادیٔ مسجد کا خیال رہے۔ نمازی ہو کہ انہیں کو مسجد کی ضرورت ہے وَاٰتَى الزَّكٰوةَ زکوٰۃ دیتا ہو، مال صرف کرنے کی عادت ہو۔ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ ڈرے تو خدا ہی کا ہے کہ سارے عالم کو چھوڑ کر اسی کے در دولت پر جبہ سائی کرتا رہے فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ۝ یہی لوگ راہ پانے والے منزل مقصود تک جانے والے ہیں۔

ہائے چونے پتھر کی مسجدوں میں مشرک کا کام نہیں تو صاحبو نور کی مسجد جو دل ہے اس میں مشرک کا کیا کام ہے۔ حکم ہوا داؤد! میرے لئے ایک گھر بنا دیں اس میں رہنا چاہتا ہوں۔ داؤد عرض کئے آپ گھر سے پاک ہیں۔ حکم ہوا داؤد! تم دل کو خالی کر دو، میں اس گھر میں رہتا ہوں جو غیر سے خالی ہے۔

اعمالِ شریعت، و آدابِ طریقت کے ساتھ ذکرِ الٰہی کثرت سے ہو، ایسوں ہی کے دل میں وہ رہتے ہیں یعنی تخلیہ وتحلیہ کرنے والوں کے دل میں رہتے ہیں۔

صاحبو! عرش کا ذکر چھوڑئیے، اب دل جو کہ مسجد ہے اس کا اور اس مسجد کا ذکر سنئے جس کی ہم کو ضرورت ہے۔

صاحبو! جو مسجدوں کے ساتھ بے ادبی کرتے ہیں خدائے تعالےٰ ان کو کیا سزا دیتے ہیں، خود خدائے تعالےٰ ہی سے سنو۔ ارشاد ہوتا ہے " لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ " دنیا میں ہم ان کو ذلیل کرتے ہیں وَّ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ پھر آخرت میں بڑا عذاب ہوگا، یعنی آخرت کے عذاب کے سوا دنیا میں ذلیل ہونے کے جو اسباب ہیں ان میں سے ایک سبب بے ادبی مسجد ہے ؎

مسجدی کاں در درونِ اولیاء ست
خانۂ خاصِ حق است آنجا خدا ست
نیست مسجد جز درونِ سروراں
آں مجاز است ایں حقیقت اے جواں

(ترجمہ) جو مساجد کہ اولیاء اللہ کے دلوں میں ہیں، وہ دل خدا کے خاص گھر ہیں، اس میں خدا رہتا ہے، اگر اصلی مسجد پوچھو تو اولیاء اللہ کے دلوں میں ہے، ظاہری مساجد مجازی ہیں اور حقیقی مساجد اولیاء اللہ کے دل ہیں۔

اُس عالم میں اِس عالم کا الٹا ہے، یہاں جو شراب کباب کے لطف و راحت میں ہیں، وہ وہاں تکلیف میں ہوگا، جس کو یہاں تکلیف ہے اس کو وہاں شراب طہور، کباب طیور، حور و قصور ملیں گے۔

صاحبو سنو! آبادیٔ مسجد کئی طرح سے ہوتی ہے

۱۔ بناءِ مسجد

حدیث جو شخص مسجد بناتا ہے، اس کے لئے جنت میں گھر بنایا جاتا ہے، اگر تعمیرِ مسجد میں کئی لوگ شریک ہوں تو سب کو علیحدہ علیحدہ گھر جنت کا ملتا ہے۔

حدیث سات شخصوں کو مرنے کے بعد بھی قبر میں اجر ملتا رہتا ہے:-

(۱) وہ جس نے علم سکھایا۔

(۲) جس نے نہر (۳) باؤلی کھدوائی۔

(۴) درخت بویا۔

(۵) جس نے مسجد بنائی۔

(۶) مصحف وقف کیا۔

(۷) اولاد صالح چھوڑا جو اس کے لئے استغفار کرتی رہے۔

مسجد کے بنانے میں جب یہ فضیلت ہے تو دل کی مسجد کہ جو اس عالم کی ہے اس کے توڑنے میں فضیلت ہے۔

حکایت سلطان محمود غزنویؒ کے محبوب ایاز کے غلہ سے ایک شخص کا آئینہ ٹوٹا، اس شخص نے بادشاہ کے پاس فریاد کی، بادشاہ نے قیمت دریافت کی، اس نے کہا اس کی قیمت ایک لاکھ روپیہ ہے، بادشاہ نے کہا دو کوڑی کے آئینہ کی قیمت ایک لاکھ روپیہ ہے؟ اس نے کہا حضور گو آئینہ دو کوڑی کا ہے مگر آپ کے محبوب کے ہاتھ سے ٹوٹا ہے اس لئے اس کی "لاکھ" قیمت ہے، ایسا ہی کل قیامت میں ٹوٹے ہوئے دل سے چلو۔ اللہ تعالٰی پوچھیں گے کیا قیمت ہے، دو کوڑی کا دل ہے، ہم کہیں گے بالکل صحیح ہے مگر آپ کے محبوب کے حکم سے ٹوٹا ہوا ہے، اس کی قیمت آپ ہی ہیں۔ حکم ہوگا یہ تو پہلے ہی طے ہو گیا ہے کہ ہم ٹوٹے ہوئے دلوں میں رہتے تھے، سب چیزیں نہ ٹوٹنے سے سلامت رہتی ہیں یہ دل ٹوٹنے سے سلامت رہتا ہے، اسی واسطے قلب شکستہ کو قلب سلیم کہتے ہیں، دل ٹوٹتا ہے ندامت وگریہ وزاری سے جب یہ ٹوٹتا ہے تو سالم ہو کر سلیم بن جاتا ہے۔

سلیم اس سانپ کاٹے ہوئے شخص کو بھی کہتے ہیں جو تریاق سے صحت پاتا ہے تو اس کی کیا حالت ہوتی ہے کوئی رسی دیکھا کہ بھاگتا ہے، ڈرتا ہے، خیال کرتا ہے کہ سانپ ہی ہے، ایسا ہی قلب سلیم کی علامت یہ ہے کہ گناہ کی شکل سے ڈرتا ہے۔ ایسا ٹوٹا ہوا دل خزانۂ الٰہی ہوتا ہے۔

حکایت حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش ہوئی، زمین پر پھینک دیئے گئے، اتنا روئے کہ گھاس اُگ آئی، ہمیشہ منہ ڈھانکے رہتے، جب گناہ یاد آتا تو آہ کرتے، منہ سے آگ کا شعلہ نکلتا، جب خدا نے توبہ قبول کی تو پکارا، آدم یا صفی اللہ، تین بار خدا نے پکارا لیکن یہاں جواب ندارد، فرشتے سمجھے کہ آدمؑ ہلاک ہوئے، اس لیے فرشتے کانپ گئے۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام اترے اور کہا آدمؑ! تم نے اللہ کی ندا نہیں سنی، کہا ہاں سنی جبرئیل نے کہا پھر جواب کیوں نہ دیئے۔ آدمؑ نے کہا اللہ پکار رہا تھا اس طرح کہ آدمؑ تم میرے صفی ہو، بھلا میں کیسا صفی ہو سکتا ہوں، میں تو نافرمان ہوں، میں نے خیال کیا کہ شاید اللہ کوئی اور آدم مٹی سے بنا کر اس کو صفی پکار رہے ہیں، اگر مجھے پکار رہے ہیں تو حاضر ہوں، حکم ہوا جبرئیل آدمؑ سے پوچھو میں جب پکار رہا تھا، اس وقت ان کے دل کا کیا حال تھا۔ عرض کئے دل کہہ رہا تھا، اے خدا آپ گناہ بخش سکتے ہیں مگر جب مجھے اپنے گناہ کا خیال آتا تھا تو دل ٹوٹ جاتا تھا، حکم ہوا جبرئیل گواہ رہو، میں ٹوٹے ہوئے دلوں میں رہتا ہوں۔

(۳) آبادیٔ مسجد مرمت سے بھی ہوتی ہے۔

مسجد کی تعمیر ہو یا مرمت، مال حلال سے ہو، مالِ حرام کی بنائی ہوئی مسجد، مسجد نہ ہوگی مثل اور گھروں کے ہے، اگر مال حرام مشتبہ لگا ہو تو احترام مثل مسجد کے کیا جائے، مگر زیادہ ثواب کی امید نہ رکھے۔

جو نے پتھر کی مسجد، مالِ حرام سے بنے تو مسجد نہیں ہوتی، ہائے نور سے بنی ہوئی دل کی مسجد، مالِ حرام سے بنے تو وہ کیسے مسجد بنے گی۔

جو نے پتھر کی مسجد کی مرمت، مال حرام سے جائز نہیں، دل کے مسجد کی مرمت مالِ حرام سے کیسے جائز ہوگی۔

(۴) جاروب کشی وغیرہ بھی آبادیٔ مسجد ہے۔

حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہود کے مشابہ نہ ہو، بلکہ گھر کے صحن و گلی کو کوڑے کرکٹ سے پاک و صاف رکھو۔

ضرور فرمانے کی بات ہے کہ صحن و گلی کو کوڑے کرکٹ سے پاک و صاف

رکھنے کے لئے ارشاد ہے تو مسجد کے لئے کس قدر تاکید ہوگی، اور جب چونے پتھر کی مسجد کو صاف رکھنے کی یہ تاکید ہے تو دل کی مسجد کی صفائی اور اخلاق ذمیمہ کو دل سے دور کرنے کا کس قدر تشدد ہوگا۔

حدیث شریف میری امت کی نیکیاں مجھ پر پیش کی گئیں یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ مسجد سے کوڑا کرکٹ نکالنا یہ بھی ایک نیکی ہے۔

حدیث مسجد سے ایک مٹھی کچرا نکال کر پھینکنے سے قیامت میں کوہ اُحد کے برابر تو اب ملے گا اور جنت میں گھر بنایا جائے گا۔

حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں نے جنت میں اس عورت کو دیکھا ہے جو مسجد کا کوڑا کرکٹ جھاڑتی تھی۔

حدیث مسجد سے کچرا نکالنا حور کا مہر ہے۔

(۴) مسجد میں چراغ جلانا

حدیث مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پہلے کھجور کے تنوں کو جلا کر اس کی روشنی میں نماز ہوتی تھی پھر تمیم داری رضی اللہ عنہ قندیل مسجد میں لٹکائے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر فرمایا، تم ہماری مسجد کو روشن کئے ہو خدائے تعالیٰ تم کو روشن کرے، نورانی کرے اگر میری لڑکی بے بیاہی ہوتی تو تم سے نکاح کر دیتا، ایک صحابی نے حضرت کی خوشی پوری کرنے کیلئے اپنی لڑکی ان سے بیاہ دی۔

حدیث جو کوئی مسجد میں چراغ جلائے تو جب تک وہ چراغ رہے حاملانِ عرش اس کے لئے مغفرت مانگتے ہیں۔

حدیث مسجد میں جو شخص قندیل لٹکائے تو اس قندیل لٹکانے والے کے لئے قندیل ٹوٹنے تک (۷۰) ہزار فرشتے مغفرت مانگتے ہیں۔

صاحبو! چونے پتھر کی مسجد میں چراغ جلانے کی یہ فضیلت ہے اللہ اللہ دل کی مسجد میں چراغ جلانے کا کیا مرتبہ ہوگا۔ ہائے صاحبو! دل کی مسجد اندھیری پڑی ہے، چراغ اس میں لگاؤ۔ ہائے، اللہ کا گھر اور اس میں یہ اندھیرا۔

اس میں وہ چراغ لگاؤ جس کو خود خدا فرماتا ہے۔

مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ؕ

(پ ۱۸ ۔ رکوع ۵ ۔ سورہ نور)۔

طاقچہ دلِ مومن، چراغ، معرفت کا ہے، جو تاروں کی طرح چمک رہا ہے، اس میں شمع ہے توحید و محبتِ الٰہی کی، نُوْرٌ عَلٰی نُوْر، جدھر دیکھئے نور ہی نور ہے، سارے اعضا پر اس کا اثر پڑ رہا ہے، یہ چراغ دل کی مسجد میں سلگتا ہے، اعمال شریعت اور آداب طریقت پر پورا پورا عمل کرنے اور اخلاق ذمیمہ سے دل کو پاک کرنے سے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور دوسرے ذکر الٰہی پر مداومت کرنا اس چراغ کا تیل ہے، اس تیل اور اس چراغ کو نورانی بناؤ۔ پھر دیکھو اس کی کیا شان ہوتی ہے ۔

سر رشتۂ دولت اے برادر بکف آر ⁂ دیں عمر گرامی بہ خسارت مگذار

دولت کی ڈوری حاصل کر اے بھائی ــــ اس عزیز عمر کو نقصان سے مت گذار

دائم ہمہ جا باہمہ کس در ہمہ کار ⁂ میدار نہفتہ چشمِ دل جانبِ یار

ہمیشہ، ہر جگہ، ہر شخص کے ساتھ، ہر کام میں ۔ دل کی آنکھ مخفی طور پر دوست یعنی اللہ کی طرف لگائے رکھ۔

(۵) مسجد میں جانماز وغیرہ بچھانا

ابتدا اسلام میں زمین پر نماز ہوتی تھی، ایک صحابی بارش کی وجہ جو مسجد سے ٹپکتی تھی، کنکریاں لاکر اس پر سجدہ کئے، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تعریف فرمائے، پسند کئے، اس لئے تمام مسجد میں کنکریوں کا فرش کر دیا گیا ۔ پھر ترقی کرتے ہوئے قسم قسم کے فرش بچھانے لگے، اسلامی شان کے لئے مسجدوں میں فرش اور جانمازوں سے آراستگی کی جائے نہایت بہتر ہے، جماعت سے نماز جانمازوں پر ہو یا بورئے یا حصیر پر یہ افضل ہے ۔

مسجد میں جب جائیں تو بلا تشبیہ ایسی حالت رہنی چاہئیے جیسا کہ حاکم دنیوی کی حضوری میں قلب اور جوارح کی حالت ہوتی ہے، یہی خیال رہے کہ ہم ہی پر نظر ہو رہی ہے ۔

یک چشم زدن غافل ازاں شاہ نباشی ⁂ شاید کہ نگاہ کند آگاہ نباشی

ایک پلک مارنے تک بھی بادشاہ یعنی اللہ سے غافل نہ رہنا ۔ شاید کبھی تجھ پر نظر پڑ جائے اور تو اس وقت غافل رہے

صاحبو! اتنا تو ہونا چاہیئے کہ اگر ہر وقت نہ ہو سکے تو حضوری مساجد کے وقت تو یہ خیال ضرور رہے، کیا کہوں مسجد کی کیا شان ہے۔

حدیث مسجد میں ہنسنا قبر میں اندھیرا ہونے کا باعث ہے۔

حدیث سب جگہوں سے زیادہ پیاری جگہ اللہ تعالیٰ کو مسجد معلوم ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب جگہوں سے بُری جگہ ہے بازار۔

حدیث مسجد کو بنانے والے اور مرمت کرنے والے اللہ والے لوگ ہیں۔

حدیث جو مسجد سے دل لگائے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے الفت کرتے ہیں۔

حدیث جب تم کسی کو دیکھو کہ مسجد کی خبر گیری کرتا ہے یا مسجد میں اکثر بیٹھتا ہے تو اسکے مومن ہونے کی گواہی دو۔

حدیث مسجد کی طرف چلنے میں ہر قدم پر ایک نیکی لکھتے اور ایک گناہ مٹاتے ہیں۔

حدیث جو مسجد میں جائے اسکے لئے ہر آمد و رفت پر ایک گھر جنت میں بنتا ہے۔

حدیث مسجد میں پانچ وقت جانے سے جہاد کا ثواب ملتا ہے۔

حدیث جو نمازی اندھیری رات میں مسجد کو جاتے ہیں انھیں خوش خبری سنا دو کہ قیامت کے دن انھیں نور کے منبر عطا ہوں گے، تمام آدمی خوفزدہ، لرزاں، ترساں اور یہ مطمئن و فرحاں رہیں گے، کیوں کہ دو خوف جمع نہیں ہوتے، دنیا کا اور قیامت کا، یہاں اندھیرے کا خوف سہا تو اب اس کو وہاں کا خوف نہ رہے گا۔

حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائے جب جنت کی کیاریوں میں جاؤ تو میوہ خوری کرو، صحابہ نے عرض کیا کہ اسکا کیا مطلب ہے، ارشاد ہوا جنّت کی کیاریاں مسجدیں ہیں، میوہ خوری "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ" کہنا ہے مسجد کو جنت کی کیاریاں کہنے میں یہ رمز ہے کہ جنت گناہ کی جگہ نہیں ہے جنت میں گناہ نہ ہوگا چونکہ مسجد بھی جنت کی کیاریاں ہیں، اسلئے اس میں بھی گناہ نہ ہونا چاہیئے، اور دوسری بات یہ ہے کہ مسجدیں جنت ہیں اور جنت میں ایذا نہیں، اسلئے مسجد میں بھی کسی کو ایذا نہ ہو ؎

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد } بہشت وہ ہے کہ جس میں کوئی ایذا ہو
کسے را باکسے کارے نباشد } کسی کو کسی سے تکلیف و ایذا نہ ہو

اسلئے مسجد میں کوئی ایسی حرکت نہ کرے جس سے اہل مسجد کو ایذا ہو مثلاً جہر سے نہ پڑھے کہ دوسرے ذاکروں کو تکلیف پہنچے یا نماز کے لئے ایسی جگہ نہ کھڑا ہو کہ آنے جانے والوں کو تکلیف ہو۔

حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ زمین والوں پر عذاب کروں، مگر یہ تین قسم کے لوگوں کی وجہ سے میرا غصہ جاتا رہتا ہے:۔

(۱) قرآن شریف پڑھنے اور سننے والے۔

(۲) مسجد کی خدمت کرنے والے۔

(۳) مسلمانوں کے معصوم بچے جو قرآن سیکھ کر پڑھتے رہتے ہیں۔

حدیث مسجد والوں پر شیطان کا اثر کم ہوتا ہے مسجدیں قلعہ ہیں شیطان سے محفوظ رہنے کے۔

حدیث مساجد آسمان والوں کو ایسی نورانی معلوم ہوتی ہیں جیسے زمین والوں کو تارے۔

حدیث اللہ تعالےٰ فرماتا ہے میرے گھر زمین میں مسجدیں ہیں، مسجدوں کو آنے والے مجھ سے ملاقات کرنے والے ہیں، مبارک ہو اس بندہ کو کہ جو اپنے گھر سے باوضو نکلا، پھر میرے گھر یعنی مسجد میں مجھ سے ملاقات کیا، حق ہے گھر والے پر کہ ملاقات کو آنے والے کی عزت کرے۔

حدیث مسجدیں اللہ کے نزدیک دنیا کے تمام مکانوں سے زیادہ محبوب ہیں۔

حدیث جن کے دل مسجدوں میں لگے رہتے ہیں وہ بروز حشر زیر سایۂ عرش ہوں گے۔

حدیث حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس بندہ کو خدا دوست رکھنا چاہتا ہے اس کو مسجد کا خادم اور محافظ بناتا ہے۔

حدیث مسجدیں خدا کے صحن اور اس کے گھر ہیں، خدا نے ان کے اونچا کرنے اور پاک رکھنے کا حکم دیا ہے ان میں برکت ہے۔

مسجدیں خود بھی مبارک ہیں، ان کے رہنے والے بھی مبارک ہیں،
وہ خود بھی محبوب ہیں ان کے رہنے والے بھی محبوب ہیں وہ تو نازمیں

ہوتے ہیں اور خدا ان کی حاجتوں کے پورا کرنے میں ہوتا ہے، وہ مساجد میں ہوتے ہیں اور خدا ان کے مقاصد کے بر لانے میں ہوتا ہے۔

حدیث جو مسجد سے دل لگاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے الفت کرتا ہے۔

صاحبو! سنو جیسے نہ سب دل برابر ہیں، ایسا ہی سب مسجدیں بھی برابر نہیں ہیں۔ قُنیہ میں ہے کہ سب مسجدوں میں زیادہ حرمت و مرتبہ والی "المسجد الحرام" ہے پھر مسجد مدینہ، پھر مسجد بیت المقدس، پھر جامع مسجد، پھر مسجد محلہ، پھر مسجد شارع عام پھر مسجد گھر کی، یعنی وہ جگہ جو گھر میں نماز کے لئے بنایا ہے۔

حدیث بیت المقدس کی زیارت کرنے سے اور اس میں عبادت کرنے سے ایک نماز کا اور ایک نیکی کا ثواب (۲۵) ہزار نماز اور (۲۵) ہزار نیکیوں کا ملتا ہے ایسا ہی مدینہ شریف کی مسجد میں نماز پڑھنے کا (۵۰) ہزار نمازوں کا ثواب ملتا ہے، اور ایسا ہی مکہ معظمہ میں نماز پڑھنے کا اور نیکی کرنے کا ثواب ایک لاکھ نماز اور ایک لاکھ نیکیوں کا ملتا ہے۔

مساجد کو خس و خاشاک، بلغم، رینٹ اور دیگر نجاسات سے پاک رکھے، عود، اگر بتی سے معطر رکھے، فرش، پاک اور بے تکلف بچھائے، نقش و نگار نہ ہو، بلکہ اللہ کے نام کی روشنی ہو، اللہ والوں کے سوزِ دل کے بخور، ان کے زرد چہرے، عشق سے سنہرے رنگ اور سینہ خراشیوں کے نقش و نگار بس ہیں، نماز بیچگانہ ہو، اذان وقت پر دی جائے۔ بعد دخول مسجد فرض و سنت پڑھے تو بس ہے، ورنہ دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھے، جب کہ نماز کی نیت سے نہ گیا ہو۔ اور اگر وہ وقت مکروہ ہو تو قبلہ رو بیٹھ کر خفی ذکر و تسبیح کرے۔

مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے سیدھا قدم مسجد کے اندر رکھے اور یہ دعا پڑھے۔

رَبِّ اغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ

وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ

اور جب مسجد کے باہر نکلے تو بایاں پیر پہلے باہر نکالے اور یہ دعا پڑھے۔

وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ فَضْلِكَ

نماز جماعت کا انتظار کرنا بھی عبادت اور مثل نماز کے ہے، جب تک وہ نماز کے انتظار میں رہتا ہے، فرشتے اس کے لئے مغفرت اور رحمت کی دُعا کرتے ہیں، جب تک کہ وہ بے وضو نہ ہو، مسجد میں گم شدہ چیز بلند آواز سے نہ ڈھونڈے، کیوں کہ حضرت نے بددعا دی ہے، بچوں اور دیوانوں سے مسجد کو بچاویں، سلاح یعنی ہتیار مسجد میں نہ لاویں۔ خانہ جنگی نہ کریں، مسجد میں بھیک مانگنا منع ہے، مسجد میں راگ سے اشعار نہ پڑھیں۔ مسجد کے اندر غیر معتکف کو نیند، غسل، وضو اور حجامت ممنوع ہے، اسی طرح کچی پیاز کھا کر حقہ بیڑی پی کر مسواک کئے بغیر مسجد میں آنا بھی مکروہ ہے۔

اسباب طہارت اور اسباب غسل خانہ اور فرش، بوریا وغیرہ مہیا کرنا، چراغ روشن کرنا عبادت ہے۔

دو گناہ میں ہر شخص مبتلا ہے (۱) غیبت (۲) مسجد میں باتیں کرنا۔

اس کا علاج یہ ہے کہ مسجد کے متصل کوئی جگہ باتوں کے لئے بنائے۔

صاحبو! سوچو، اس مسجد کو انسان نے بنایا ہے، انسان ہی اس میں عبادت کرتا ہے تو اس کی یہ شان ہے کہ اس میں ذکر نہ ہونے سے اللہ ناراض ہوتا ہے اس کے ویران کرنے والے پر اس قدر غضب میں ہے کہ ان کو ظالم کہہ رہا ہے وہ دنیا میں ذلیل ہوں گے۔ آخرت میں عذاب دیئے جائیں گے، سچ بولو صاحبو! جس مسجد کو اللہ تعالٰے اپنے ہاتھ سے بنایا ہو، خَلَقْتُ بِیَدِیْ وہ کونسی مسجد، وہ دل ہے کس کے واسطے، خاص اپنے واسطے "مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ" (پ ۲۷۔ رکوع ۲۔ سورۂ ذاریات)

اس میں اگر ذکر الٰہی نہ ہو تو کس قدر ناراض ہوگا، اگر ذکر نہ ہوتا تو پھر بھی ایک بات تھی، ہائے ہم نے تو اس مسجد کو مندر بنا رکھا ہے، طرح طرح کے بت، شہوات، آرزو، علائق، کتا غضب کا دبکا بیٹھا ہے، کہیں حرص کا سور بیٹھا ہے، ہائے مسجد میں کتا اور سور، کیا غضب ہے؟

بخیلی، خود پسندی، ریا، حسد، حرص طعام، حرص سخن، دوستی مال، دوستی جاہ یہ طرح طرح کی نجاستیں اس دل کی مسجد میں پڑے ہوئے ہیں کسی عورت سے حرام کرنے کا

ارادہ ہے تو اس عورت کی مورت بھی ایک طرف اس مسجد میں ہے، اگر نشہ کی عادت ہے تو شراب کے شیشے، سیندھی کے گھڑے اس دل کی مسجد میں رکھے ہوئے ہیں، سود لینے کا رشوت لینے کا، کسی پر ظلم کرنے کا طرح طرح کا خیال بھی دھرا ہے، ہائے ہم نے اس مسجد کو کیا ویران کیا ہے، سچ فرمایئے اس کے اجڑنے میں کچھ کمی باقی ہے۔ مسجدمیں دنیا کی باتیں بے شک بری ہیں مگر دل کی مسجد میں جو یہ شور ہو رہا ہے جو کان پڑی آواز نہیں آتی، کہیں اسکی بھی فکر ہے۔ ابھی آپ کے ہاتھ میں ہے، اب تک بت تراش تھے، اب بت شکن بنو، پشیمانی گناہ کے تیرے کر سب بتوں کو توڑتے جاؤ۔ آج اس کا علاقہ ٹوٹا، کل اس کا علاقہ، سارے لانبے چوڑے آرزوؤں کو خیالِ موت کے جھاڑوں سے جھاڑو۔ حلم کی چھری سے کلب غضب کو اور قناعت کی چھری سے خنزیر حرص کو ذبح کرو، پرہیزگاری کی لکڑی سے شراب کے شیشے، سیندھی کے گھڑے توڑ دو۔

سود، رشوت لینے کے خیال کے دھبوں کو تقوے کے پانی سے دھوڈالئے برے اخلاق کی جو نجاست پڑی ہے اس کو دھو ڈالو، پھر دیکھو وہی دل کی مسجد کیسی پیاری معلوم ہوتی ہے۔

یہی تخلیہ ہوا۔

بہت دنوں سے مسجد اجاڑ پڑی تھی، بدبوئی باقی ہے، صبر، شکر، بے رغبتی دنیا وغیرہ خوش اخلاقی کے مجموعہ عطر سے اس مسجدِ دل کو خوب بساؤ۔

یہ تحلیہ ہوا۔

ذکر سے مسجدِ دل کو آباد کرو۔ دل اِدھر اُدھر بھاگے گا، کھینچ کر ذکر کی طرف لاؤ، پھر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ ذکر کے سواء اور طرف دل کو کھینچ کھینچ کر لانا پڑے گا۔

پھر اس دل کی مسجد میں آپ ہوں گے یا دل والا کہو یا گھر والا یعنی اللہ تعالیٰ پھر اس وقت ملاء اعلیٰ کے فرشتے اس دل کی مسجد کو دیکھنے کے لئے آئیں گے تو ہمارے دل میں ایمان کا چراغ جل رہا ہے مگر یہ ٹمٹماتا ہوا چراغ ہے، ہدایت کا راستہ ملتا نہیں، جب کئی مسلمان مل کر بیٹھیں تو ایمان کے کئی چراغ جمع ہو جاتے ہیں، ساری مجلس بقعہ نور

بن جاتی ہے، ہدایت کا راستہ صاف کھلا نظر آتا ہے، خدا ایسا ہی کرے۔

صاحبو! اپنی حالت پر کبھی آپ نے غور کیا، سنو اگر کسی کے پاس ایک لعل ہے سات بادشاہت جس کی قیمت ہے، ایک بہت بڑے شہنشاہ کی اس پر نظر ہے خدا جانے اس کے بدلے کیا کیا ملتا۔ مگر یہ کم نصیب لعل والا بے قدری سے اس کی آب و تاب کھو دیا اور اس کو دو کوڑی کا بنا دیا۔ آپ اس کو کیا کہو گے، اس کم بخت کی حالت پر بے حد آپ تعجب کریں گے۔ اس سے ہزار درجہ زیادہ تعجب ہماری حالت پر کیجئے۔

میرے دوستو! تمہارے سینہ کے صندوق میں بھی تو ایک انمول لعل ہے، سات جنتیں اس کی قیمت ہیں، ان میں اللہ تعالےٰ (۳۶۰) مرتبہ دل پر نظر ڈالتا ہے، ہائے ہماری کم نصیبی ہم نے اس کی آب و تاب کھو کر اس کو دو کوڑی کا بنا دیا ہے اور طرفہ سنئے، جب آپ کو یہ معلوم ہو کہ وہ لعل اس لعل والے کا نہیں، کہیں سے مانگا ہوا ہے مستعار رہے۔ واپس دینا ہے اور اس نے اس لعل کی یہ گت بنا رکھی ہے، وہ شخص لعل کے مالک کو کیا منھ دکھائے گا۔ واپس دیتے وقت کیا کرے گا، تو شائد آپ کے تعجب کی کچھ حد نہ رہے گی۔

ایسا ہی صاحبو! یہ دل ہمارا نہیں ہے، یہ تو مانگا ہوا مستعار رہے، خدا کا ہے خدا کو واپس دینا ہے، ہم تو اس دل کی یہ گت بنا رکھے ہیں، دل کے مالک کو کیا منھ دکھائیں گے واپس دیتے وقت کیا کریں گے، اسی واسطے ایک روایت میں آیا ہے کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے، میرے بندے میں تجھ کو دنیا میں پاک لایا ہوں، تیرے سینہ میں "دل" امانت رکھا ہوں، دیکھیں کیسی تو اس کی حفاظت کرتا ہے، اور دیکھیں کیسا دل لے کر تو ہم سے ملتا ہے، پھر جب سکرات میں روح نکلنے کا وقت آتا ہے تو پھر فرماتا ہے میرے بندے میری امانت کیسی لایا ہے، جیسی دیا تھا ویسی لایا ہے، تو تیرے لئے چھٹکارا ہے، اگر ہماری امانت میں خیانت کیا ہے اور دل کو بگاڑ لایا ہے تو تیرے لئے طرح طرح کی مصیبتیں ہیں۔

یا یوں سمجھئے کہ یہ امانت رکھا ہوا دل روشن آفتاب ہے اس جسم فانی میں غروب ہو گیا ہے جب یہ جسم فنا ہوگا اس وقت یہ آفتاب جیسا دل طلوع کرے گا، یا تو جیسے روشن ڈوبا ہے ایسا ہی روشن نکلے گا، یا گہن لگا ہوا سیاہ کالا نکلے گا۔

ہائے حسرت اس وقت کی جب یہ کالا نکلے کچھ نہ پوچھیے۔

غرض ہر دل پاک پیدا ہوتا ہے، خدا کا مقبول رہتا ہے، آخرت کی نعمتوں کے لائق ہوتا ہے، دیدارِ الٰہی کا مستحق رہتا ہے بمثل صیقل کئے ہوئے آئینہ کے ہوتا ہے، پھر جیسے آئینہ پر "ھا" کرکے پھونک ماریں تو وہ دھندلا ہوتا ہے، ایسا ہی گناہوں کی تاریکی دل پر چڑھ کر دل کو دھندلا کر دیتی ہے، مگر گناہوں سے نفرت ہے کرتا ہے اور پچھتاتا ہے، پھر بار بار گناہ کرنے سے گناہوں کی مشق ہو کر گناہوں سے محبت ہو جاتی ہے تو جیسے آئینہ زنگ آلود ہو جاتا ہے ایسا ہی اب گناہوں کی سیاہی کی تہہ پہ تہہ دل پر جمتی جاتی۔ ہے تو دل پر بھی زنگ چڑھ جاتا ہے، حق و باطل کی تمیز اٹھ جاتی ہے اگر اب بھی خبر نہ لیا تو یہ زنگ اور اندر اترتا جاتا ہے، سارے دل کو گھیر لیتا ہے، بے حد گناہوں کی جراءت بڑھ جاتی ہے اس وقت دل کی حالت کیا کہوں کیسی ہوتی ہے، پہلے دل مثل ہاتھ کے کھلا ہوا تھا، گناہ ہوتے جاتے ہیں تو ایک ایک انگلی بند ہوتی جاتی ہے جب مٹھی ہو جاتی ہے ایسا ہی دل ہو جاتا ہے تو اس وقت عرش کے پایوں پر جو مہریں لٹکے ہوئے ہیں لاکر اس دل پر وہ مہریں کر دی جاتی ہیں، پھر عقل معاش تو رہتی ہے مگر عقل معاد چھین لی جاتی ہے، اس وقت ہزار کوئی کہے سمجھ میں نہیں آتا۔ نیکیوں کی توفیق ہوتی ہی نہیں، بلکہ گناہوں کو حلال ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، ایسے قلب کے پلٹی کھانے کی بہت کم امید ہے۔

میرے دوستو! سن لئے دل کی حالت، خدا کے پیارے رسول نے ہر ایک کے دل کو اس کے سامنے کرکے دکھا دیے ہیں، اب دیکھ لیجئے آپ کا دل کیسا ہے۔

صاحبو! دل کی نورانیت کا زمانہ آگیا" وَزَهَقَ الْبَاطِلُ" دل کی تاریکی کا زمانہ گیا" اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ۝ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ" ہم قرآن نازل کر رہے ہیں، اس میں دل کے بیماریوں کے لئے شفا ہے اور رحمت ہے" وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ۝ (پ ۱۵ ع ۹ سورہ بنی اسرائیل) جو اکسیر کا کہا نہ مانے اس کو بجز نقصان اٹھانے کے اور کیا حاصل ہوگا۔ اسی طرح جو قرآن کے نسخوں پر عمل نہ کرے، ہائے اس کے دل کی یہ کالک کیسے جائے گی۔

سنو دوستو! یہ کالک بغیر آگ کے نہیں جاتی، جلنا ضرور ہے، ہاں آگ دو طرح کی ہے، ایک جہنم کی جو دوزخ میں مل بھن کر سیاہی اتار دے گی۔

دوسری آگ ندامت کی، یہ آگ دنیا میں ہے، سچی ندامت ہو، پچھتاوا ہو، دل دُکھے کہ ہائے یہ کیا ہوا کیا کروں، میرے مالک کو کیا منہ دکھاؤں، جس کا دل سیاہ ہو، اس کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، جیسے دنیا میں وہ ہم کو بھولا ہوا تھا آخرت میں ہم بھی اسکو بھول جائینگے اے اللہ آپ سب کہنا تھا مگر یہ نہ کہنا تھا۔

اس ندامت کی آگ سے بھی دل کی سیاہی دُور ہوتی ہے۔ اب آپ کو اختیار ہے جس آگ میں چاہیں اس کم بخت دل کو جلا کر اس کی سیاہی دُور کریں۔

اے گناہوں پر ہٹ کرنے والو! کب تک یہ ہٹ رہے گی، دوزخ کی آگ کا انتظار مت کرو، ندامت کی آگ میں جلا کر جلد دل کو پاک کر لو، صرف منہ سے کہنے سے کچھ نہیں ہوتا اگر کوئی اپنے کسی غلیظ کپڑے کو پاک کرنا چاہے اور منہ سے کہے" دھو دیا " تو وہ نجس کپڑا اس طرح کہنے سے پاک نہ ہوگا۔

اٹھو، پانی لو، صابن لو، دھوؤ اب پاک ہوگا، ایسا ہی سچی ندامت سے دھوؤ، جیسے اب تک گناہ ہوتے تھے، اب نیکیاں کرنے چلو۔

یہ ہے طریقہ دھونے کا، منہ سے" ھا "کرنے سے جو آئینہ پر زنگ جم رہا تھا وہ" ھا " بند کرنے سے آئینہ صاف نہیں ہوگا۔ آئندہ " ھا " مت کرو، اور جو زنگ جم گیا ہے اسکو پونچھو۔ ایسا ہی آئندہ گناہ مت کرو، اور جو کر کے دل پر زنگ جمالئے ہو اسکو ندامت سے پونچھو۔

اور نور نبوت سے معلوم ہوا ہے کہ جیسے گناہوں سے زنگ چڑھتا ہے، ایسا ہی نیکیوں سے نور دل پر چھا جاتا ہے، اس لئے گناہ بند کر کے پچھلی حالت پر ندامت ہو، اور آئندہ نیکیاں ہوتی رہیں، یہ ہے توبہ۔

اگر شیاطین الجن یا شیاطین الانس کے دھوکے سے پھر گناہ ہو جائے تو اس پر اڑو مت، فوراً باز آکر توبہ کا یہی طریقہ اختیار کرو۔

ایک اور دھوکہ شیطان کا بتلاتا ہوں، بعض لوگ کہتے ہیں ہم ایک گناہ میں مبتلا

ہیں، کیا نماز پڑھیں، کیا نیکی کریں، جیسے ایک صاحب کہتے تھے" کروڑگیری (کسٹم)" کی نوکری ہے آپ کو معلوم ہے جیسے کچھ ہے، پھر کیا نماز پڑھیں۔

شیطان نے کس عمدگی سے دھوکا دیا ہے، عمر بھر تک اب وہ سنبھلتے نہیں، کسی کے کپڑے کا ایک کنارہ نجس ہو جائے تو وہ کیا کرے؟ کیا وہ تمام کپڑے کو پاخانہ میں ڈبو دے؟ یا اس کے دھونے کی فکر میں رہے، خدا سے گڑگڑا کر دعا کرتا رہے کہ خدا یا اس گناہ سے چھڑا دے اور اس کو برا سمجھتا رہے، باقی نماز اور نیکیاں کرتا رہے تاکہ دل صرف دھندلا رہے، اس پر مہر تو نہ ہو جائے

غرض گناہوں میں سب سے بڑا گناہ شرک ہے، اسی واسطے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے، بندہ میں نے تجھ کو پیدا کرنے میں اور رزق دینے میں کسی کو شریک نہیں کیا، تو میری عبادت میں اوروں کو کیوں شریک کرتا ہے، کھاتا کس کا اور گاتا کس کا ہے، کسی کو میری عبادت میں، میرے صفات میں شریک مت کر۔

اے بے سمجھ انسان! ذرا تو سمجھ کہ فرشتے افضل الموجودات ہیں، آدم علیہ السلام کو بنا کر آدم کو فرشتوں سے سجدہ کروایا، اس سے یہ ثابت کر دیا کہ انسان سب سے افضل ہے، یہ کسی کی عبادت کے واسطے نہیں بلکہ تو اے انسان میری عبادت کے واسطے ہے، سب اشیاء سورج، قمر، شجر کو ذریعہ رزق بنایا، تمہارے خادم بن کر تمہاری خدمت میں لگے ہوئے ہیں، تو مخدوم ہو کر خادم کو سجدہ کرتا ہے ان کی عبادت کرتا ہے، تیرے عقل پر پتھر پڑ گئے ہیں تجھ کو کیا ہوا۔

قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ (پ ۳۰۔ رکوع ۵۔ سورۂ عبس)۔

کوئی مشرک کہے کہ ہم بھی خدا کو مانتے ہیں یہ دھوکا ہے شیطان کا، صرف خدا کو ماننے کا نام توحید نہیں ہے بلکہ خدا اور اس کے تمام صفات کو ماننا اور دوسروں میں ان صفات کا قائل نہ ہونا یہ توحید ہے، اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی کہے کہ فلاں ملک کے بادشاہ کو میں مانتا ہوں اس کا قائل ہوں، جب اس سے پوچھیں کہ وہ کیا ہے تو کہے کہ ایک عجیب الخلقت حیوان ہے جس کی آنکھیں گدی پر ہیں، چار ہاتھ ہیں اور ایک دم ہے تو اس کو بادشاہ کا قائل ہونا نہ کہا جائے گا، درحقیقت اس نے نہ معلوم کونسا بندر دیکھ لیا ہے، یہی کہا جائے گا کہ یہ شخص

بادشاہ کو جانتا ہی نہیں، اسی طرح کہا جائے گا کہ خدا کا قائل ہونا وہ معتبر ہے جو اسکے صفات کے ساتھ ہو۔

مسلمان کی خاص سلامت یہی ہے کہ وہ شرک سے محفوظ ہیں گو گناہ کرتے ہیں مگر افسوس اب یہ بھی ہم سے چھوٹ گیا، مسلمان ہی پنجاب میں بتلائی پوجا وباہیں کھلنگا دیتا کوئی ترسو کے پیچھے پڑا ہے تو کوئی شیخ سدو کے، اس لئے اس آیت میں شرک کے ابطال کے دلائل بیان فرماتا ہے "قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَاءِ" آسمان وزمین سے روزی کون دیتا ہے آسمان سے اس طرح کون بارش برساتا ہے، آفتاب مہتاب کی گرمی، سردی معتدل رکھنا اور ان کو دیگر مصائب سے محفوظ رکھنا، زمین سے اس طرح کے نباتات اگانا، پھل پھول بنانا، یہ سب کس کے کام ہیں۔

اب تک جسم سے استدلال تھا اب یہاں روح سے استدلال ہے

قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ آپ کہیئے کہ کیا تمہارے شرکا میں کوئی ایسا ہے يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ ط (پ ۱۱۔ رکوع ۹۔ سورۂ یونس) کہ امر حق کا راستہ بتلایا ہو۔

ہر چیز انسان سے لے کر چرند، پرند بلکہ نباتات تک اس سے فیض یاب ہیں، دنیوی امور اور معاش کی اصلاح، مضرات کے دفع کی تدبیر دہی سمجھاتا ہے، ہزارہا علوم اس نے سکھائے حتیٰ کہ نہایت بد ارکیڑا سا مکڑی جالا بنتی ہے، مکھیاں شہد نکالتی ہیں، انسان کیسے کیسے ایجاد کرتا ہے اور کیا کیا بناتا ہے، اسی طرح امور آخرت اور خداپرستی کی رہنمائی بھی اسی کا کام ہے، اس کے طریقہ مختلف ہیں، ساری کائنات کو دلائل بنایا، پیغمبروں کو بھیجا، کتابیں اتاریں۔ کسی کو تائید غیبی سے ہدایت کیا۔

حکایت ایک بڈھا عمر بھر بت کو پوجا کرتا تھا، ایک وقت کوئی مشکل کام پڑ گیا تو اس بت کے سامنے بہت سر رگڑا، نذر چڑھایا، کوئی فائدہ نہ ہوا، اس سے مایوس ہو کر خدا کی طرف متوجہ ہوا۔ آسمان کی طرف آنکھ اٹھا کر دل میں عمر بھر کی غفلت پر نادم ہو کر بہت شرمندگی سے سر جھکایا ہوا عرض کیا، اے بے نیاز، اے اکیلے خدا میری التجا قبول کر ساتھ ہی ادھر سے آواز آئی اور اس سے فرمایا لَبَّيْكَ يَا عَبْدِيْ اُطْلُبْ مَا تُرِيْدُ

862 65

فرشتوں نے کہا اے ہمارے معبود بڑے تعجب کی بات ہے، اس نے مدتوں بت کو پکارا، اس کو کوئی جواب نہ ملا، ایک بار تجھ کو پکارا، فوراً لبیک فرمایا، حکم ہوا، میرے فرشتو اگر بت کی طرح ہم بھی جواب نہ دیتے تو صنم اور صمد میں کیا فرق ہوتا۔

صاحبو! مشرکوں کو کیا کہیں، یہاں دل کی مسجد میں بھی تو سینکڑوں بت بیٹھے ہوئے ہیں، کہیں نفس، کہیں برادری، کہیں قوم، کہیں روپیہ، ہائے ہائے کیا کیا بلا، بدتر دل میں بھرا ہوا ہے سب کی تابعداری ہو رہی ہے، میں نہیں کہتا، خدا فرماتا ہے

مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ۔

ہائے افسوس خدا کو معبود کہیں اور خواہشات کی پوجا کریں۔

عاکف دھراً علی اصنامہٖ۔ وہ اپنے (باطل) بتوں کو ایک زمانہ تک لازم کرلیا (اور انکو پوجتا رہا)

ینھر الکفار من اسلامہٖ۔ (جب وہ اسلام لے آیا تو) کفار اسکے مسلمان ہونیکی وجہ سے اسکو جھڑکتے تھے

کم ینادی وَھُو لا یصغی المناد } ہائے اے دل، افسوس اے دل میرے پیارے دل میں تجھے کب تک

وا فوادیٰ وافوادیٰ وافواد } پکاروں تو میری سنتا ہی نہیں وہ دن کب آئیں گے کہ جب تو

(اے بھائی) پلٹی کھائے گا سب کو چھوڑ کر ایک کا ہو جائے گا۔

اتخذ قلبنا سواہ } کیا کروں یہ دل تو اب کام کا نہ رہا اس نے تو خدا کو چھوڑ کر

فھو ما معبودہ الا ھواہ } خواہشات نفسانی کو اپنا معبود بنا رکھا ہے اس دل کو تو آگ لگا دو

صاحبو! کس کس کی عبادت کرو گے، سب کو راضی کرنا مشکل ہے، یہ بھی شرک ہے، سب کو چھوڑو، ایک کو لو۔ صاحبو! خدا کے ساتھ یہ علاقہ کیوں نہ ہونا چاہیئے لوگوں نے مخلوق کے ساتھ یہ علاقہ پیدا کر لیا ہے، آخر مجنوں کا قصہ سب کو معلوم ہے، مورخوں نے لکھا ہے کہ لیلیٰ سانولی تھی، ایسی کچھ اچھی نہ تھی لیکن دل ہے جہاں آگیا آگیا، مولانا فرماتے ہیں

گفت لیلیٰ را خلیفہ کاں توئی

کز تو مجنوں شد پریشان و غوی

بادشاہ وقت نے جب لیلیٰ کی تعریف سنی تو حکم دیا کہ لیلیٰ کو بلا لاؤ، وہ حاضر کی گئی دیکھا تو ایک سانولی سی عورت ہے کہا مَا شَآءَ اللہ آپ ہیں جنھوں نے مجنوں کو

پریشان کر رکھا ہے۔

از دگر خوباں تو افزوں نیستی
گفت خامش چوں تو مجنوں نیستی

بادشاہ نے کہا اور وں سے زیادہ تو کوئی بات تجھ میں نہیں معلوم ہوتی۔ لیلیٰ نے کہا، چپ رہو بادشاہ، تم مجنوں تھوڑے ہی ہو۔

دیدۂ مجنوں اگر بودے ترا
ہر دو عالم بے خطر بودے ترا

اگر آپ کے پاس مجنوں کی آنکھ ہوتی تو اس وقت آپ کی نظروں میں دونوں عالم بے قدر ہو جاتے۔

تو صاحبو! جس کا حُسن ادنیٰ درجہ کا ہے، اس کی محبت میں تو عاشق کی یہ حالت ہو جائے کہ دونوں عالم اس کی نظروں میں بے قدر ہو جائیں اور ہم خدا کی محبت میں اتنی بھی حالت نہ کر دکھائیں افسوس ہے۔

عشق مولیٰ کے کم از لیلیٰ بود
گوئی گشتن بہر او اولیٰ بود

عشق کا مدار حُسن پر ہے، کہاں خدا کا حُسن اور کہاں لیلیٰ کا حسن۔ خدا کے ساتھ وہ علاقہ اور تعلق نہ ہو جو مجنوں نے لیلیٰ کے ساتھ کر دکھایا، افسوس ہے۔

اپنی سب خواہشوں کو آگ لگاؤ اور ایک کی خواہش پر چلو۔

آپ اپنی خواہش پر چل کر مشکل میں پڑ جاتے ہیں، خدا کی خواہش پر چلو پھر دیکھو کیسی آسانی ہے۔

سب کو معلوم ہے کہ پانی نہ ہو اور احتلام ہو جائے تو تیمم کرے، اگر کوئی سفر میں ہو پانی نہ ہو، معلوم ہے کہ پانی نہیں ہے اور نہ صبح نماز کے لئے پانی ملے گا۔ پھر کسی نے اپنی بیوی سے جماع کیا قصداً ناپاک ہوا، ایسے موقع پر خدا کو حق تھا کہ کہتا اتفاقی ناپاک ہوتے تو تم کو تیمم تھا، قصداً ناپاک ہونے پر تم کو اجازت نہیں، دنیا کے حکام یہی کہتے، عقل بھی یہی

کہتی مگر خدا نے یہ تشدد پسند نہ کیا۔ حکم ہوتا ہے اچھا کیا، جا تیمم کر لے۔ ہائے یہ شفقت [illegible] اسکو چھوڑ کر اوروں کے پیچھے پڑیں۔

بچہ نے سانپ کو دیکھا کہ چمکتا ہوا منقش ہے۔ اس کی خوبصورتی کو دیکھ کر اسکو پکڑنے کے لئے لپکا، باپ نے روکا، وہ نہیں مانتا [illegible] دشمنی [illegible] زمانے یہ شفقت ہے یا بے رحمی۔ بچہ کی رائے پر چھوڑتا تو کیا نتیجہ ہوتا۔ ہائے اس باپ کو [illegible] آپ مہربان کہیں، ایسا ہی خدا آپ کو ضرر دینے والی چیز سے روکے تو اس کو نامہربان سمجھتے ہو، اور اپنی خواہش پر چل رہے ہو، بچہ اور سانپ کا حال ہوگا۔

اب کوئی صاحب فرمائیں گے صاحب! ہمارے مرضی کے موافق نہ چلیں تو ہمارا حرج ہے۔ ٹھہرو صاحبو! سوچ کر کہو۔ جی چاہا ڈاڑھی ذرا صفاچٹ کر دی تاکہ گورے معلوم ہوں گے، حسین معلوم ہوں گے، یہ سب خیال ہے۔ نہ گورے نہ حسین، نہ خوبصورت، نہ کچھ حرج ہے، اگر خیال کے خلاف ہونے کا نام حرج ہے تو ڈاکٹر بھی یہی کہے گا کہ ڈاکٹر نے مجھ کو روکا جا رہا ہے، اس میں میرا حرج ہے، اب رہا صورت اچھی نہ رہے گی، یہ آپ کا خیال ہے۔ ٹھوڑی کے نیچے [illegible] ڈاڑھی [illegible] تو خوبصورت ہوگی، لیکن [illegible] خوبصورت نہیں معلوم ہوتی [illegible] اس کی نظر میں خوبصورت [illegible] معلوم ہو، پیدا [illegible] اعمال [illegible] یعنی اللہ تعالیٰ اس کو تو خوبصورت معلوم ہوتی ہے، اگر [illegible] عاشق [illegible] کہے کہ تم ڈاڑھی نہ منڈوایا کرو مجھے ڈاڑھی اچھی معلوم ہوتی ہے، اگر سچے عاشق ہیں تو اسی دن سے ڈاڑھی منڈوانا چھوڑ دو گے۔ اب دوست احباب کہتے ہیں آئیے مولوی صاحب، آئیے ملا صاحب، وہ عاشق بجائے برا ماننے کے یہ کہتا ہے، میاں تم کیا جانو اس ڈاڑھی کی حقیقت کو، تمہیں اچھی نہ معلوم ہوتی ہو تو کیا ہوا، اسے تو اچھی معلوم ہوتی ہے جس پر میں جان تک فدا کرنے کے لئے تیار ہوں، مجھے اب کسی سے کیا مطلب۔

ہائے ایک عورت کی محبت میں تو یہ حالت ہو اور خدا کی محبت میں کچھ نہ ہو تعجب ہے۔ ہائے ہائے خدا کے ساتھ ہمارا یہ طریق کیوں نہیں ہوتا۔

[illegible]

خواہشات کو آگ لگا کر اسی کی خواہش پر چلتے۔ یہ دوسری قسم شرک کی یوں ٹوٹتی ہے۔

اب ایک اور قسم رہی شرک کی :-

کسی چیز میں کوئی خاص اثر نہیں ہے بلکہ اصل اثر دینے والا خدا ہے، کونین میں بخار دفع کرنے کی قدرت نہیں ہے، قدرت تو خدا کو ہے، آگ میں جلانے کی قدرت نہیں ہے، خدا جلاتا ہے، یہ چیز ہمیں کے مشاہدے کے خلاف ہے، خلاف نہیں ہے سنو۔ اگر آگ میں قدرت ہے تو ابراہیم علیہ السلام کو کیوں نہ جلائی۔ چھری میں قدرت ہے تو اسمٰعیل علیہ السلام کا حلق کیوں نہ کاٹی ؎

خاک و باد و آب و آتش بندہ اند   با من و تو مردہ با حق زندہ اند

خاک، ہوا، پانی اور آگ سب بندہ اور تابعدار ہیں اللہ کے، میرے اور تمہارے نزدیک یہ چاروں عنصر مردہ معلوم ہوتے ہیں لیکن خدا کے پاس زندہ ہیں۔

وہ جو حکم دے اس کے بجالانے کے لئے تیار رہیں۔ اگر زندہ نہیں ہیں تو "یٰنَارُ کُوْنِیْ" (پ ۱۷۔ رکوع ۵۔ سورۂ انبیاء) کا خطاب کس کو ہوا۔ پھر یہ آگ، یہ کونین ایسے ہیں جیسے ریل کی سرخ یا سبز جھنڈی۔ بے سمجھ سمجھتا ہے کہ ریل چلتی اور رکتی اسی سے ہے۔ سمجھدار کہتا ہے یہ ایک علامت ہے، ایسی ہی آگ علامت ہے جلانے کی، ہر وقت تم کو دقت پڑتی، چولھے پر کھانا چڑھا کر آگ نیچے رکھ کر دعا کرتے تب ہم قدرت سے کبھی پکا دیتے کبھی نہیں، تو اس میں ہر وقت کی دقت تھی، تمہاری راحت کے واسطے ہمیشہ پکا دیتے ہیں، ایسا ہی ہر چیز کو سمجھئے۔ جب اس کی مشق ہو جائے تو عجیب آرام ہو جاتا ہے

شرک کی ایک قسم ریا ہے۔

کسی کے دکھاوے کو عبادت کریں۔ عبادت خدا کی لیکن اس میں نیت اور کی ہو، یہ بھی شرک ہے، اس لئے دیکھ کر یں خاص خدا کے لئے کریں۔

قرآن شریف پڑھو

حکایت ایک عورت نے حضرت جنیدؒ سے عرض کی میرا خاوند دوسرا نکاح کرنا چاہتا ہے آپ نے فرمایا اگر تمہارا خاوند احکام زوجین کا خلاف کرے تو کچھ کہہ سکتا ہوں

اس میں میں کیا کہوں، جب کہ شریعت نے اجازت دی ہے، اس عورت نے کہا جنیدؒ اگر غیر مردوں کو عورت کا صورت دکھانا جائز ہوتا تو میں اپنا چہرہ کھول کر تم کو دکھاتی کہ جس کے نکاح میں مجھ جیسی عورت ہو، اس کو دوسری بیوی کرنا کیا درست ہے۔

یہ سن کر حضرت جنیدؒ بے ہوش ہوگئے، جب ہوش میں آئے تو لوگوں نے پوچھا حضرت اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ بے ہوش ہوگئے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ بھی ایسا ہی فرماتا ہے کہ دنیا میں اگر کسی کو میرا دیکھنا جائز ہوتا تو میں بھی بے نقاب ہوکر دکھاتا تو معلوم ہوتا کہ مجھ جیسا رب ہوتے ہوئے اس کو کیا غیر سے دل لگانا درست ہے۔

بتوں سے، خواہشات سے، غیر کو موثر سمجھنے سے، دیا سے مخلوق پرستی نہیں چاہیئے۔ اگر کل خدا کے سامنے محبت کا اظہار کرے اور اس کا صلہ چاہے تو حکم ہوگا ؎

ربط غیروں سے ہے اور ہم سے وفا چاہتے ہو
خود ہی سوچو کیا کرتے ہو کیا چاہتے ہو

انسان ہم سے تعلق پیدا کرتا ہی نہیں۔

اِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ (پ ۱۵۔ رکوع ۹۔ سورہ بنی اسرائیل)

جب دولت اور راحت ملتی ہے بجائے شکر گذاری کرنے اور ہم سے تعلق بڑھانے کے الٹے اکڑ کر ہم سے منہ موڑتا ہوا ہم سے دور دور رہتا ہے۔

وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَئُوْسًا ۝ (پ ۱۵۔ رکوع ۹۔ سورہ بنی اسرائیل)

اور جب مصیبت آتی ہے بجائے صبر کے ناامید ہو جاتا ہے، نہ نعمتیں اس کو ہمارا تعلق پیدا کرنے دیتی ہیں نہ مصیبت۔

قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ط (پ ۱۵۔ رکوع ۹۔ سورہ بنی اسرائیل)

آپ فرما دیجئے ہر ایک اپنے اپنے طریقہ پر عمل کرتا ہے کوئی خدا سے منہ موڑ کر اس کا در توڑ کر زمین کا بندہ، روپیہ کا بندہ بن جاتا ہے۔ کوئی اللہ کا بندہ، اللہ ہی اللہ دل میں بسا لیتا ہے، کوئی دل سدھارے، کوئی دل لگا بیٹھے، جو چاہے کرے۔

فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا ۝ (پ ۱۵۔ رکوع ۹۔ سورہ بنی اسرائیل)

اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے مرنے کے بعد معلوم ہوگا۔

حضرات محترم! ضروری تمہید کے بعد مسجد کی فضیلت اور اس کے بعد قلب کی صفائی سے متعلق تفصیل سے عرض کرچکا، اب اذان سے متعلق کچھ آپ سے عرض کرنا چاہتا ہوں، سنئے:۔

اذان، اقامت شروع ہونے کی تحقیق

حدیث عبد اللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذان کے متعلق فکر لاحق ہوئی، یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیال کیا، چند لوگوں کو مامور کر دیں کہ وہ اٹھیں اور ٹیلوں پر چڑھ جائیں اور لوگوں کو نماز کے لئے اشارہ کرکے بلائیں (عبد اللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا ایک شخص دو سبز کپڑے پہنا ہوا مسجد کے حصار کی دیوار پر کھڑا ہوا کہہ رہا ہے:۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ، اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ، حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ، حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ، حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

اجتماع صلوۃ کے وقت وہ شخص پھر کھڑا ہوا اور کہا (نماز کے لئے تکبیر میں بھی قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ کے اضافہ کے ساتھ) وہی الفاظ کہو (جو اذان میں کہے گئے ہیں) یہ تکبیر اس طرح کہنے لگا:۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ، اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ، حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ۔ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ، حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ۔ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ (عبد اللہ بن زید کہتے ہیں کہ) میں نے اپنا خواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جاؤ اور (یہ) کلمات بلال (رضی اللہ عنہ) کو سکھا دو، میں نے ایسا ہی کیا (چونکہ یہ اذان کی آواز ان کے لئے نئی تھی اس لئے) لوگ سن کر دوڑے ہوئے آئے اور وہ نہیں جانتے تھے کہ یہ کیا ہے

یہاں تک کہ بلال رضی اللہ عنہ اذان سے فارغ ہو گئے، حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی تشریف لائے اور کہا کہ اگر اس خواب کے بیان کرنے میں عبداللہ بن زید (رضی اللہ عنہ) سبقت نہ کرتے تو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دیتا کہ مجھے بھی ایسا ہی خواب دکھائی دیا جو عبداللہ بن زید (رضی اللہ عنہ) کو دکھائی دیا (اس کی روایت ابوالشیخ نے کی ہے اور ابن ماجہ، ابوداؤد اور امام احمد نے بھی اسی طرح روایت کی ہے اور ترمذی اور ابن خزیمہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور ترمذی نے بخاری سے اس کو علل میں نقل کیا ہے۔

حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج میں آسمان کی سیر کرائی گئی تو اس وقت آپ پر اذان (کے الفاظ) کی وحی آئی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم معراج ہی سے اذان کے الفاظ لے کر اترے اور آپ کو اذان جبرئیل علیہ السلام نے سکھائی (اس کی روایت طبرانی نے اوسط میں کی ہے)۔

ف۔ ہمارے علماء نے کہا ہے کہ طبرانی کی اس روایت میں جس معراج کا ذکر آیا ہے وہ مشہور معراج نہیں، یہ معراج جس میں اذان کے الفاظ سکھائے گئے ہیں جسمانی نہیں بلکہ روحانی تھی، کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جسمانی معراج ایک ہی ہوئی ہے البتہ روحانی معراج متعدد ہوئے ہیں، یا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب تھا جو معراج کے حکم میں ہے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا خواب بھی وحی ہوتا ہے اور یہ خواب بھی ایک روحانی معراج تھی جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اذان کے الفاظ سکھائے گئے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کو پہلے خواب میں اذان سکھائی گئی، اور بعد میں حضور صلی اللہ علیہ کو خواب میں اذان کے بارے میں وحی کی گئی، اس سے مقصود یہ تھا کہ اذان کے بارے میں اس اہتمام کی وجہ سے صحابہ کرام کو خوشی حاصل ہو اور یہ ان سے منقول ہو، ورنہ درحقیقت اذان کا حکم ایک شرعی حکم ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب کے سوا دوسروں کے خواب سے ثابت نہیں ہو سکتا۔

صاحبو! اب میں آپ سے نماز کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں:۔

تمہید

قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ اپنی نعمتوں کا ذکر کر کے احسان جتلایا ہے اور فرمایا ہے بندے! کبھی تو نے یہ بھی سوچا کہ ہمارے تجھ پر کیا کیا احسانات ہیں؟

تو معدوم تھا ہم نے تجھ کو موجود کیا۔

ہزاروں نعمتوں سے تیرے لئے زمین کے دستر خوان کو آراستہ کیا۔

تو بے سمجھ تھا تجھ کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ کونسی چیز تیری روح کو ضرر دینے والی ہے ہم نے اسکو تجھ پر حرام کر دیا تاکہ زبردستی تجھ کو اس ضرر سے بچائیں۔

تیرے ماں باپ بھی تجھ پر وہ مہربانی اور شفقت نہیں کر سکتے جو ہم نے تجھ پر کی ہے ادنیٰ سی [illegible] تجھ بے سمجھ بچہ تھا اور تیری ماں سو جاتی تھی، اگر کوئی موذی جانور تجھ کو ضرر پہنچانا [illegible] کر سکتا تھا اور نہ تیری ماں کو اس کی کچھ خبر ہوتی، ہم ہی تیری حفاظت [illegible] تو کیا ناک بچ سکتا ہے، ہماری نگہبانی نے تجھ کو آرام میں رکھا ہے، ایک انسان ہے سینکڑوں اس کے دشمن ہیں سانپ بچھو شیر جن اور خود انسان انسان کا دشمن ہے بندے تو اکیلا کس کس سے بچتا، اگر ہماری مہربانی اور حفاظت نہ ہوتی تو تو کس کس سے جان بچاتا۔

ابر اٹھا کر پانی ہم برساتے ہیں یا تو بیج تو بوتا ہے، کھیت ہم ہرے بھرے کرتے ہیں یا تو تیرے دکھ درد میں ہم کام آتے ہیں، تیری مصیبت میں ہم رحمت سے پیش آتے ہیں، بغیر سوال کے ہم تیری ضرورتوں کو پورا کرتے ہیں۔

بندے! سچ کہنا تو کیسی کیسی نافرمانیاں کرتا ہے، ہم سب سے چشم پوشی کر کے ہر وقت تیرے [illegible]

[illegible] ان نعمتوں کو تیار کر رکھا ہوا، جن کو آنکھ دیکھی ہے اور نہ کان [illegible]

پھر سوچ ہمارے بڑے بڑے احسانات کا کیا ان احسانات کا یہی بدلہ ہے جو تو ہمارے ساتھ پیش آرہا ہے اگر کسی کے ایک دو حق ہوں تو اس کو تو پورا کرتا ہے اور وہ پورا کر اسکے چھوڑتا ہے، ہمارے سینکڑوں حق تجھ پر ہیں مگر کسی حق کا تو کچھ خیال نہ کیا، ماں باپ کا

اولاد پر حق ہے کہ وجود انھیں کے سبب ملا ہے، اس لحاظ سے بھی ہم ہی مستحق ہیں کہ اصلی وجود ہم نے دیا ہے، استاد کا حق شاگرد پر ہے کہ جہل سے نکالا، اس لحاظ سے بھی ہم ہی مستحق ہیں "عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ" (ہم نے انسان کو وہ سکھایا جس کو وہ نہیں جانتا تھا) مرشد کا حق مرید پر ہے کہ باعث ہدایت ہوا، اس لحاظ سے بھی ہم ہی مستحق ہیں، اگر ہم ہدایت نہ دیتے تو کیا ہدایت پاتا، مالک کا حق غلام پر، شہنشاہ کا حق رعایا پر اور معشوق کا حق عاشق پر ہوتا ہے اس لحاظ سے بھی ہم ہی مالک ہیں، ہم ہی شہنشاہ ہیں اور ہم ہی محبت کرنے کے لائق ہیں، بندے پھر تو ہمارے کون سے حق کو بھولے گا، ایک دن ہم ہی سے کام پڑے گا، اس دن ہمارے دربار میں ہاتھ باندھے ہوئے غلامی کا اظہار کرے گا، اس وقت کچھ نفع نہیں، یہاں غلامی کا اظہار کر یہ کام آنے والا ہے۔

حکایت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر فردا یک نفس از دیدار حق محروم مانم در آخرت چنداں بگریم و نالم کہ ہمہ اہل بہشت را بر من رحم آید (اگر کل قیامت میں ایک لحظہ اللہ تعالیٰ کے دیدار سے محروم رہوں تو اتنا روؤں گا کہ تمام بہشتیوں کو مجھ پر رحم آئیگا)

رابعہ رضی اللہ عنہا گفت این سخن نکوست، اما اگر در دنیا چناں است کہ یک نفس از ذکر حق تعالیٰ غافل می ماند ہماں ماتم وگریہ وزاری پدید آید، نشان آنست کہ در آخرت نیز چنان خواہد بود والا نہ چنانست (رابعہ بصریہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں یہ جو حسن بصری فرماتے ہیں بہت اچھی بات ہے، آخرت میں ایسا اس وقت ہوگا کہ دنیا میں بھی جب اللہ کی یاد سے ایک لحظہ غافل رہے تو ایسے ہی گریہ وزاری اس سے ظاہر ہو جیسے آخرت میں دیدار حق نہ ہونے سے ظاہر ہوگی، ورنہ باتیں ہی باتیں ہیں۔

غرض بندے ہمارے تجھ پر کتنے حق ہیں، کوئی [illegible] ہے کب تک یاد ہے ہاتھ لئے بیٹھا رہے گا، کچھ تو بن کر آ، عاشق بن [illegible] بن، طالب نہ بنا تو غلام بن، غرض کچھ نہ کچھ بن کر رہ، غلام کیسے [illegible] میں غلامی کا [illegible] اظہار کرتے ہیں، اس کی بھی تجھ کو خبر نہیں، یہ بھی ہمارا احسان ہے، آ ہم سکھاتے ہیں، سجدہ بھی کبھی تو نے دیکھی ہے؟

حکایت کسی کا بیل چھوٹ کر مسجد میں گھس گیا۔ لوگوں نے ملامت کی، کھینچ نکالا۔ میاں بیل جانور بے عقل تھا مسجد میں چلا آیا، کبھی ہم کو بھی دیکھے ہو کہ مسجد میں آتے ہیں۔

اگر بے عقل ہی مسجد میں آیا کرتے ہیں اور سمجھدار مسجد میں نہیں آتے تو بس تم غلامی کا اظہار کرنا سیکھ لو۔ اگر غلامی سیکھنا ہو تو ذرا بے عقل بن کر مسجد میں آؤ، پھر دیکھو اس کے غلام کیسے غلامی کا اظہار کرتے ہیں، سچ مچ عقل بالائے طاق رکھ کر اللہ کے سامنے کیا کیا کرتے ہیں۔

اگر تم نے بیٹے، جورو بچوں میں لگ کر ہم کو بھول گئے ہو، خیر ہم اس پر بھی چشم پوشی کئے لیتے ہیں اگر کوئی یاد دلانے والا یاد دلائے جب تو ہم کو یاد کرو، ورنہ ایک دن ایسے ہی [illegible] قیامت کا بگل بجے گا اس وقت سب تم کو یاد کریں گے مگر اس وقت کی یاد بے فائدہ ہے۔ اسی طرح اب جب تم کھانے پینے دھندوں میں ہوں گے کہ موذن سوتوں کو جگائے گا، بھولوں کو یاد دلائے گا اس وقت ہماری یاد تازہ کردے گی، اس لئے پہلے موذن کہتا ہے "اَللّٰہُ اَکْبَرُ" یعنی تو تم کھانے پینے، جورو بچے، معاملات، جن جن چیزوں میں پھنسے ہو ان سب سے خدائے تعالیٰ معظم ہے بڑا ہے، یہ لفظ [illegible] سچے غلاموں پر وہ اثر ڈال رہا ہے سارے تعلقات ٹوٹ رہے ہیں، ہر چیز خدا کی عظمت کے سامنے حقیر نظر آ رہی ہے، بے ساختہ ادھر موذن، ادھر سننے والوں کے منہ سے نکل رہا ہے "اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" بارِ الٰہا! اب تک میں دھوکہ میں تھا، کھانے پینے، جورو بچوں کو [illegible] سمجھا ہوا تھا، اب تیری عظمت نے سب کو نظروں سے گرا دیا، معبود حقیقی تو ہی ہے، مقصود حقیقی تو ہی ہے، محبوب [illegible] تو ہی ہے، دل لگانے کے قابل تو ہی ہے [illegible] کی عظمت میں [illegible] پہلے ہی [illegible] غلام اپنی بدبختی سے [illegible] آقا اس کو زبردستی پکڑ کر بلا رہا ہے، اب کہتا ہے آپ مجھ کو کیوں نہیں پکڑ منگواتے، کیوں مجھ کو اپنی قفس سے نکال دیئے تھے، کیوں مجھ کو شیطان کے ہاتھ میں دے دیئے تھے، جو کچھ ہوا سو ہوا، حاضر ہوں، بتاؤ کیا خدمت ہے کہ وہ کروں، کوئی مستی میں کہتا ہے

جیسے موسیٰ علیہ السلام کا چرواہا کہہ رہا تھا ؎

ہے کہاں تو جلوہ گر بتلا مجھے تیری دُوری نے دیا تڑپا مجھے
ہے بتا کس جا تو اے جانِ جہاں تا کروں قربان تیری خدمت میں جاں
رات دن میں تیری خدمت میں رہوں ایک دم غمگیں تجھے ہونے نہ دوں
خوب سا مَل مَل کے نہلاؤں تجھے اور اچھے کپڑے پہناؤں تجھے
تیل ڈالوں سر میں اور کنگھی کروں اچکنیں تیرے لئے اچھے سیوں
ڈھونڈ کپڑوں کی تیرے ماروں جوئیں اور کھلاؤں ہر طرح کی نعمتیں
ہو اگر بیمار تو اے کردگار جان و دل سے ہوں تیرا میں غمگسار
پاؤں دابوں اور چوموں ہاتھ کو اور کروں سونے کو بستر رات کو
اے میرے رب جاں میری تجھ پر فدا اور سب اولاد گھر بار میرا
روغنی روٹی پکا کر اور کھیر اور بہت لسی، دہی، مسکہ، پنیر
لاؤں میں تیار کر آگے تیرے روز ہو کھانا تیرا گھر سے میرے

اے خدا تجھ پر ہو قرباں میری جاں
اور میرے سب بکریاں اور خانماں

غرض اس طرح کے خیالات سوچ رہے تھے کہ مؤذن نے کہا ”اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ“ یوں بے تک بغیر کسی رہبر کے چلنے سے ایسے ہی خیالات سوجھتے ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسے راہبر کے پیچھے ہو کر ہمارے پاس آؤ۔

ایسے میں مؤذن نے رہبر کی طرف سے اعلان شائع کیا کہ خدا کے دربار میں دودھ، پنیر پاؤں دابنے کی ضرورت نہیں ”حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ“ ان کو جو خدمت پسند ہے وہ نماز ہے نماز ہی سے ہمارے سب احسانات کا شکریہ ادا ہو جاتا ہے، اس لئے نماز کو آؤ، نماز پڑھ کر خدا کی خدمت کرو، یہی خدمت خدا کو پسند ہے، مگر یہ دربار کریم کا دربار ہے، خالی خدمت کے لئے نہیں بلاتے ہیں، ”حَیَّ عَلَی الْفَلَاح“ خدمت کر کے نجات و کامیابی کا، معشوق کی خوشی کا خلعت تیار ہے آؤ، لے جاؤ۔ چلنے کو ہی تھا کہ پھر شیطان نے وسوسہ ڈالا، کہاں تو کہاں

وہ معشوق، کہاں تو، کہاں وہ شہنشاہ۔ پھر مؤذن نے دوبارہ "اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" کہہ کر اس وسوسہ کو مٹا دیا، یہ غلامی سیکھنے کے لئے اب مسجد کو اپنے دل کو یہ سمجھاتے چلا۔

حکایت بازارِ مصر میں جب یوسف علیہ السلام بک رہے تھے، کروڑ ہا روپئے قیمت اٹھ رہی تھی، ایک بوڑھی تاگے کے چند کھنڈکیاں لے کر چلی، لوگوں نے کہا تو کس شمار میں ہے، وہاں کروڑپتی کی دال نہیں گلتی ہے، اس نے کہا گو یوسف علیہ السلام ان داموں کو نہ ملیں مگر یوسفؑ کے خریداروں میں میرا نام تو لگ جائے گا، ایسا ہی اے دل اگر خدا کے نہ عاشق بنے، نہ طالب، نہ سچے غلام تو خیر غلاموں کی فہرست میں نام تو لگ جائے گا، اتنا بھی ہو گیا تو زہے قسمت، اب مسجد میں آکر دیکھتا ہے کہ غلام غلامی کا اظہار کر رہے ہیں، ظاہر جسم تو مخلوق سے ڈھانپے ہیں، باطن کی برائی خالق سے نہیں ڈھپ سکتی، ندامت پشیمانی کا پردہ چھوڑ دیا ہے، یہ ندامت سترِ باطنی ہے اور وہ لباس سترِ ظاہری۔

تکبیر ہو رہی ہے، ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ ایک بہت بڑے شہنشاہ کی آمد آمد ہے، نقیب پکار رہا ہے، اتنے میں درباری وکیل (امام) آگے بڑھ کر القابِ شہنشاہی پکارا "اَللّٰہُ اَکْبَرُ" لو مبارک ہو، وہ شہنشاہ تشریف لائے، یہ سنتے ہی سب کے منھ سے وہی القاب نکل رہے ہیں "اَللّٰہُ اَکْبَرُ"۔

"اَللّٰہُ اَکْبَرُ" کے ساتھ ہی ہاتھ اٹھ رہے ہیں، میرے مولیٰ تیری بڑی شان ہے، کان کو ہاتھ لگائے جا رہے ہیں، دو عالم سے بیزاری ظاہر کر رہے ہیں، یا اس سے یہ بتایا جا رہا ہے کہ ایسی بڑی شان والا کہیں سنا نہیں، موجود ہونا کیسا، یا اس واسطے ہاتھ اٹھا رہے ہیں کہ سن لیا ہے کہ شہنشاہ کی تشریف آوری ہو چکی ہے ڈوبتا شخص ہاتھ مارتا اونچے کرتا ہے، میں بھی گناہوں کے دریا میں ڈوب رہا ہوں، میرے مولا! میرا ہاتھ پکڑ لے، گناہوں کے دریا میں ڈوبنے مت دے، ہاتھ باندھ کر نیچے نگاہ کئے، نہایت ادب سے کھڑے ہوئے ہیں، غلاموں کو آپ دیکھتے ہیں، غلام کیا بلکہ بھاگے ہوئے غلاموں کی طرح سر جھکائے ہوئے کھڑے ہیں، اس وقت کچھ ایسی فضیحت و رسوائی ہو رہی ہے کہ سر اٹھائے نہیں اٹھ رہا ہے، آنکھیں ہیبت سے نیچے کئے ہیں، چہرہ پر جلال و خوف کے آثار نمایاں ہیں، یہ پھر

دیکھا سب کا منہ ایک ہی طرف ہے، اس سے یہ بتاتے ہیں کہ میرے مولا! آپکو پھوٹ و اختلاف سے نفرت ہے، اس لئے ہم سب اتفاق بتانے ایک ہی طرف منہ کئے کھڑے ہیں، ظاہرہ میں تو ایک ہی طرف منہ کرکے اتفاق کا اظہار کر رہے ہیں مگر دل چو طرف بھاگ رہا ہے، ہاتھ باندھ کر یہ بتاتے ہیں کہ میاں دل بھاگ رہا ہے اس کو پکڑ کر آپ کی طرف لا رہا ہوں اب آپ ہی اس کو سنبھالو، قیامت کا پورا نمونہ آنکھوں کے سامنے پھر گیا، قیام سے قیام قیامت یاد آ گیا، ایسا ہی خدائے تعالے برآمد ہوگا، سب ہاتھ باندھے سر جھکائے کھڑے ہوں گے ان آنکھوں سے تو یہ دیکھ رہا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے موافق باطن کی آنکھ سے یہ دیکھ رہا ہے کہ اس نمازی کے سر سے لے کر آسمان تک رحمت الٰہی کی گھٹا چھائی ہوئی ہے نیکیاں مینھ کی طرح برس رہی ہیں، فرشتے اس نمازی کے پیروں سے آسمان تک اس کے چاروں طرف جمع ہو گئے ہیں، اس کو تبرک سمجھ کر اس کی زیارت کر رہے ہیں، بادشاہوں کے سامنے عرض معروض کرنے کے پہلے سلطانی عظمت ظاہر کرنے کے لئے چند القاب ذکر کرتے ہیں ثنا بمنزلہ القاب شاہی ہے۔

موسیٰ علیہ السلام جیسے پیغمبر کے معراج کے وقت بھی شیطان موجود تھا جبرئیل علیہ السلام ہانکتے تھے کہیں میری معراج (نماز) میں بھی شیطان حارج نہ ہو، اس لئے "اَعُوْذُ" پڑھ کر خدا کی پناہ میں آ رہا ہوں۔

یا یوں سمجھئے کہ دربار الٰہی بھرا ہوا ہے، یہ بھی دربار میں بلا لئے گئے ہیں، ہاتھ باندھ کر غلاموں کی طرح حاضر ہیں، کچھ تو شیطان دشمن کی شکایت ہو رہی ہے کہ میاں وہ آپ سے اب تک دور رکھا، اور کچھ اپنی بے بسی کا اظہار ہو رہا ہے، اب عرض معروض کرنے کا وقت آگیا، اب عرضی گذرانتا ہے، بادشاہوں کے عرضی کے القاب ہوتے ہیں، یہاں عرضی کے القاب یہ کہہ رہا ہے

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" میں کچھ نہیں ہوں، آپ ہی حمد کے لائق ہیں۔

"رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ" میں کیا تھا، کیا میری کچھ ربوبیت ہے، نہیں پیارے آپ ہی ربوبیت کے سزاوار ہیں، آپ ہی سب کے پالنے والے ہیں۔

"اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" آپ کی محبت کا کیا کہنا، قصور دیکھتے ہیں، پھر برابر روزی

 فضائل نماز

دیتے جاتے ہیں، قصور پر قصور کر رہے ہیں، پھر ذرا توبہ کر لئے تو آپ جنت کی نعمتیں ہم پر سے نثار کر دیتے ہیں، کیا آپ کی مہربانی اور عنایت کہوں، عمر بھر کا گنہگار اگر توبہ کرے تو آپ فرماتے ہیں، اے گنہگار بندے گھبرا مت، اگر تو زمین بھر کر گناہ کیا ہے تو میں آسمان بھر کر رحمت تجھ پر نثار کرنے تیار ہوں۔

"مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ" آپ کو شہنشاہیت کے پورے اختیارات ہیں، آپ وہ ہیں کہ بڑے بڑے زبردست بادشاہ، مغرور پہلوان، جن وانس اور فرشتے تھرتھراتے کانپتے، ڈرتے لرزتے حضور میں ہاتھ باندھے ہوئے ایسے ہی حاضر ہوں گے جیسے میں اس وقت حاضر ہوں، سب کا فیصلہ آپ کے قبضہ میں ہوگا۔

"اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ" میں آپ کا پشتینی غلام ہوں، ہمیشہ سرکار سے ہر قسم کی مدد ملتی رہتی ہے، میں قدیمی نمک خوار ہوں۔

پھر عرضی کا اصل مضمون پیش کرتا ہے۔

"اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ" اصل معروضہ یہ ہے کہ صراطِ غلامی پر رکھو، جو چاہو کرو، مگر میاں اپنے غلامی سے مت نکالو، معاش کی فکروں میں پھرتا ہوں تو یہ مت سمجھنا میاں کہ آپکو بھولا ہوا ہوں، آپ ہی کا حکم ہے اس لئے جاتا ہوں، پھر دوڑ دوڑ کر آپ ہی کی طرف آتا ہوں۔

اس کی نعمت کا خاص کر دسترخوانِ زمین کی نعمتوں کا شکریہ ادا کر کے استقامت، شکریہ کی دعا کر کے ناشکروں کے زمروں سے بچانے کی درخواست کر رہے ہیں۔

ایک فرشتہ پکار رہا ہے اے نمازی بندے! اگر تو دیکھ لے کہ تیرے سامنے کون ہے اور تو کس سے باتیں کر رہا ہے تو واللہ قیامت تک سلام نہ پھیرے، نماز ہی میں مشغول رہتے رہتے مر جائے اور کبھی بس نہ کرے۔

موسیٰ علیہ السلام کو ہیبت طاری ہوئی تو دل بہلانے فرمایا "وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى" (موسیٰ تمہارے سیدھے ہاتھ میں کیا ہے) ایسا ہی بندہ کو معراج ہو رہا ہے کچھ ایسی ہیبت طاری ہے قریب ہے کہ بیہوش اور بے سدھ ہو جائے، اس لئے بہلاتے ہیں کبھی "فِيْلِ، وَاَبَابِيْل" کے قصے سنتے ہیں تو کبھی ابولہب کی داستان، یہ ضم سورہ ہے، آخر اللہ تعالیٰ کی ہیبت وعظمت سے

عاجز ہو کر جھکا جا رہا ہے، رکوع کیا، یا یوں سمجھئے عرضی پیش ہونا تھا فوراً منظور، اللہ اللہ کیا سخی داتا ہے کیا سخی دربار ہے، قیام میں تمام گناہوں کی پوٹلی سر پر رکھے تھے رکوع میں جاتے ہی سب گناہ جھڑ جاتے ہیں، رکوع سے خوش خوش اٹھتا ہے "سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ" کہتے ہوئے کہ میرا اللہ سُن لیا، پاک صاف کر دیا۔

اس وقت حکم ہوتا ہے کیوں بندے گیا نہیں، تو سنا تو ہوگا کہ بادشاہوں کے پاس جانے کے لئے کیا کیا اہتمام کرنا پڑتا ہے، کس کوششوں سے کبھی ملاقات نصیب ہوتی ہے کیوں بندے ہمارا بھی دربار دیکھا، جب تو چاہے ہمارے پاس چلا آ سکتا ہے، نہ تجھے اجازت کی ضرورت نہ کوشش کی حاجت، ہاتھ باندھ لئے خدا کے سامنے ہو گئے۔

پھر نمازی دل میں کہتا ہے میرے پیارے کیا کروں، تیرے نعمتوں کا شکریہ کس طرح ادا کروں تو بتاؤ میاں! میاں وہ کونسا کام کروں جو تیرے احسانوں کا کچھ تو بدلا ہو، تیری شانِ عالی کے سامنے مجھ بیچارے سے کیا ہو سکتا ہے، میرے سارے جسم میں سر اور چہرہ شریف ہے اس شریف عضو کو آپ کے سامنے زمین پر رکھتا ہوں تا کہ میری انتہائی عاجزی کا اظہار ہو جائے اور میں یہ جانتا ہوں اس سے آپ کی کچھ عظمت و کبریائی بڑھتی نہیں، آپ سب بڑوں سے بڑے ہیں، صرف میری عاجزی کا اظہار مقصود ہے اس لئے اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدہ میں سر رکھ دیتا ہوں، یا یوں سمجھئے کہ رکوع سے کھڑے ہوتے ہی خیال آتا ہے کہ رکوع میں ابھی میں دور تھا تو یہ سرفرازی ہوئی، نزدیک ہونے سے خدا جانے کیا کیا ہو اس لئے قدموں پر گرا۔

حکم ہوتا ہے بندے گناہ تھے وہ تو دھو دیئے، لے اب تجھے اپنا مقرب بناتے ہیں میرے بندے سجدے سے سر اٹھا کیوں پریشان ہے، تو ہی ہم سے دور، دور تھا ہم کیا کریں، اب آ گیا ہے تو تو ہمارا ہے، ہم تیرے ہیں۔

صاحبو! یہ علاقہ یہاں کیا قبر میں مزہ دے گا۔

حکایت رابعہ رضی اللہ عنہا کے قبر میں منکر نکیر پوچھے "مَنْ رَّبُّکَ" (تیرا رب کون ہے) تو رابعہؓ نے کہا میرے رب سے کہو تو اپنی لکھو کھا مخلوق میں سے

ایک بوڑھی کو نہیں بھولا، قاصد بھیجا ہے تو بھلا یہ بوڑھی کا آپ کے سوا کوئی نہیں، میں کیسے آپ کو بھولتی ہوں آپ چاہتے ہیں امتحان لیں کہ میں یاد رکھتی ہوں یا بھولی ہوں)۔

جب بندہ سجدہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تو مجبور ہو کر ایک عبادت میں طرح طرح کی عبادتیں کرتا ہے، قیام، رکوع، سجدہ، تکبیر، تسبیح، تحمید، درود، تو میں قادر ہو کر کیا اس کا بدلہ نہیں دوں گا۔ طرح طرح کی عبادتوں کے بدلے طرح طرح کی نعمتیں، قسم قسم کے میوے رنگ برنگ کے کھانے کھلاؤں گا، سب عبادتوں میں سجدہ اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے اس کے بدلے اعلیٰ درجہ کی نعمت جو میرے دیدار کی نعمت ہے سرفراز کروں گا، میرے بندے مجھے عذاب کرنے بہت سے کافر ہیں، مگر تیرے کو میرے سوا کوئی نہیں ہے، اس لئے نماز کے بدلے تیرے سب گناہوں کو بخش دیا۔ میرے بندے! تیری ہر رکعت کے بدلے جنت میں ایک عالیشان محل ایک خوبصورت حور دوں گا، تیرے ہر سجدہ کے صلہ میں میرے چہرہ پر نظر کرنے کی نعمت عطا کرونگا یا یوں سمجھئے بندہ زمین پر پڑے ہوئے عرض کرتا ہے "سبحان ربی الاعلیٰ" (آپ پاک ہیں میرے رب اور عالیشان ہیں) تیری شان علی کا کیا اظہار کروں، جس خاک پر رکھا ہوں، اس میں یہی خاک تھا، تو مجھے اس خاک سے پیدا کیا، گو میں ناچیز ہوں مگر میرا رب بڑا اعلیٰ ہے۔

حکم ہوتا ہے اچھا بندے! ذرا سب کو دکھا کہ ہم خاک سے کیسے پیدا کئے تو بندہ اللہ اکبر کہتے ہوئے قعدہ میں بیٹھا کہ یوں خاک سے پیدا ہوا، پھر حکم ہوتا ہے کہ اس زندگی پر دھوکہ نہ کھانا، پھر خاک میں ملنا ہوگا۔ جاؤ خاک میں مل کر دکھاؤ کہ مر کر کس طرح خاک میں ملیں گے فوراً اللہ اکبر کہتے ہوئے دوسرے سجدہ میں گیا کہ یوں مر کر خاک میں ملیں گے۔ پھر حکم ہوتا ہے اچھا بندے! اب بتا کہ مرنے کے بعد خاک سے پھر کیسے زندہ ہوں گے تو اللہ اکبر کہتے ہوئے دوسرے سجدہ سے سیدھا کھڑا ہو گیا کہ دیکھو یوں قیامت میں کھڑے ہوں گے۔ نمازی خدا کی قدرت کو آنکھوں کے سامنے دکھا دیا۔ اسی واسطے سجدہ میں جاتے وقت پہلے زمین پر زانوں رکھتے ہیں، پھر ہاتھ، پھر چہرہ، اور اٹھتے وقت اس کا الٹا یعنی پہلے چہرہ، پھر ہاتھ، پھر زانوں اٹھاتے ہیں۔ قیامت میں اس سجدہ کا لطف دیکھنا۔ سب لوگ قبروں سے نکل کر باہر آئینگے

فوراً مسلمانوں کے پاس فرشتے آکر ان کے سروں سے مٹی پوچھیں گے تمام جگہ کی مٹی پوچھی جائے گی مگر پیشانیوں کی مٹی ہزار پوچھنا چاہیں گے مگر وہ مٹی دور نہ ہوگی، اتنے میں خدائے تعالےٰ کی طرف سے ندا ہوگی میرے فرشتو! پیشانی کی مٹی کو رہنے دو، یہ قبروں کی مٹی نہیں ہے، یہ مسجدوں کی مٹی ہے، یہ میں نے اس لئے ان کو پیشانی پر مٹی لگی ہوئی اٹھایا ہے تاکہ سب کو معلوم ہو کہ یہ میرے سچے غلام تھے، غلامی کا جو اظہار کئے تھے یہ اسکی علامت ہے، پھر غلاموں کی طرح باادب بیٹھ کر تعریف کرتا ہے "اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰاتُ وَالطَّیِّبَاتُ" (میرے اللہ ہی کے لئے ہیں، میری مالی عبادتیں، میری بدنی عبادتیں اور دل وزبان کی ساری عبادتیں)۔

اس کے بعد "اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُهٗ" کہہ کر جن کی بدولت دربار میں باریاب ہونا نصیب ہوا، ان پر سلام ودرود بھیجتا ہے اور دوست یاد آگئے ان کو بھی ساتھ ملالیا "اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ" نماز ختم کرنے کے لئے کہا "اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ"۔ بھائیو اب تک میں دوسرے عالم میں تھا کہاں کہاں گیا، بہت دور سے سفر کر کے پھر تمہارے پاس آیا ہوں "اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ" سلام پھیرتے وقت صرف منھ پھیرتا ہے، سینہ قبلہ کی طرف ہے اس سے یہ بتاتا ہے کہ میرے مولیٰ! آپ کے سامنے سے دل جانا نہیں چاہتا۔ آپ کی جدائی کا صدمہ نہیں سہا جاتا ہے اب بہ مجبوری جاتا ہوں، منھ مخلوق کی طرف پھیر رہا ہوں، مگر دل کو آپ ہی کی طرف رہنے دیتا ہوں۔

یہ ہے غلامی کا اظہار، غلام اپنے غلامی کا کیسے اظہار کرتے ہیں، یہ دیکھنے کے لئے جو شخص مسجد میں آیا تھا وہ دیکھا کہ مسجد میں غلام نماز پڑھ کر اس طرح غلامی کا اظہار کر رہے ہیں تو اسکو معلوم ہوا کہ ابتدائے تخلیق عالم سے آج تک کسی نے ایسا اپنے غلامی کا اظہار نہیں کیا ہے اسکو یہ عبادت بہت پسند آئی، وہ بھی اس عبادت میں شریک ہونا چاہا تو حکم ہوتا ہے یوں نہیں ذرا اس دنیا کے ظلمت کدہ کی سیاہی دھو کر آؤ۔ یوں بھی تو دربار شاہی میں جانے والا نہاتا، منھ ہاتھ دھوتا، کپڑے پاک پہنتا ہے تم بھی اب دربار الٰہی میں آرہے ہو ایسا ہی کرو

دنیا میں دو طرح کی لذت ہے ایک میں سُدہ باقی رہتی ہے جیسا کھانا پینا، اسکے لئے ہلکی طہارت یعنے وضو، دوسرے بے سُدہ کرنے والی لذت جیسے جماع، اس میں تو تم نے ہم کو بالکل بھولا، اس لئے تم خوب طہارت یعنے غسل کرکے آؤ، اور پھر غلامی کا اظہار کرو، یہ ہے نماز اور یہ ہے مسلمانوں کی معراج۔

نمازیو! تمہاری شان کل قیامت میں دیکھنے کی ہوگی، ایک مثال سے نمازیوں کے شان وشوکت کا اندازہ کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قیامت میں کئی جگہ ایسے ہیں کہ وہاں کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا، اس میں سے ایک پل صراط بھی ہے، کیا کہوں کیسا خوفناک منظر ہوگا دوزخ کی آگ جوش مار رہی ہوگی، اس پر پل تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک رکھا جائے گا، مسلمان وہاں پریشانی کی حالت میں کھڑے ہوئے ہیبت اور خوف ودہشت سے بے سُدہ ہوکر رو رہے ہوں گے، فرشتے پوچھیں گے، ارے کیوں روتے ہو، وہ کہیں گے ہم کو آگ سے ڈر لگتا ہے، کیسے اس پر سے گذریں، ایسے میں کیا دیکھتے ہوں گے کہ جبرئیل علیہ السلام آکر کہیں گے تم دریاؤں پر کیسے گذرتے تھے وہ کہیں گے کشتیوں کے ذریعہ سے۔

فوراً بڑے بڑے مکان ریل کے ڈبوں کی طرح آکر کھڑے ہوجائیں گے وہ اس میں بیٹھ کر پل صراط سے پار ہوجائیں گے، پوچھیں گے یہ کیا تھے، فرشتے کہیں گے یہ تمہارے مسجدیں تھے جن میں تم نماز پڑھا کرتے تھے۔

مسلمانو! اب بھی وقت ہے کہ تم نماز پڑھ کر آخرت کی عزت حاصل کرو، اگر یہ وقت گیا اور تم نے نماز نہ پڑھ کر موقع ہاتھ سے کھو دیا تو پھر پچھتاؤ گے، اس وقت کا پچھتانا کوئی فائدہ نہ دے گا۔

نماز کی حقیقت

صاحبو! ایک اور مقام پر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

"اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ" نماز فحش اور برائی سے روکتی ہے

دوسری جگہ فرمایا ہے " اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ " نماز پڑھو، مجھے یاد کرنے کے لئے۔ خلاصہ یہ ہے کہ نماز غفلت دور کرتی ہے اور اللہ یاد آتا ہے، جیسے ظاہر میں قرآن شریف کا پڑھنا، اور قبلہ کی طرف منھ کرنا، نماز کے اجزا ہیں، ایسا ہی قرآن کی حقیقت اور کعبہ کی حقیقت، نماز کی حقیقت کے اجزا ہیں، نماز خدا کے اِسْمِ حی کا مظہر ہے یعنے جیسے اِسْمِ حی تمام اسماء کا جامع ہے، ایسا ہی نماز تمام حقیقتوں کی جامع ہے اس لئے نماز تمام آدمیوں پر فرض ہے بلکہ تمام مخلوقات پر فرض ہے، اگرچہ نماز کا پورا حصّہ انسان ہی کو ملا ہے مگر کچھ نہ کچھ حصّہ نماز تمام مخلوق کو بھی ملا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری ہے " اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یَسْجُدُ لَہٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ " (پ۱۷ - رکوع ۲ - سورۂ حج) سے نماز کی شان معلوم ہوتی ہے، ذرا اس لفظ کو بھی یاد کیجئے جو معراج شریف میں کہا گیا ہے " قِفْ یَا مُحَمَّدُ اِنَّ رَبَّکَ یُصَلِّیْ ۔ ترجمہ۔ ٹھیرو یا مُحَمَّدُ آپ کا رب صلوٰۃ پڑھ رہا ہے یعنی رحمت بھیج رہا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اِسْمِ حی کا مظہر نماز ہے، اس لئے دوسرے اسماء کو اللہ تعالےٰ کے اِسْمِ حی کی طرف .... رجوع کرنا ضروری ہے، اس سے معلوم ہوا کہ نماز عالم امر کے کاموں میں سے ہے اور اس لفظ پر بھی آپ غور کیجئے " اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ " مسلمانوں کی معراج نماز ہے اور معراج تو بغیر نبوت کے ہوتا نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ نمازی کو نبوت تو نہیں مگر نبوت کے کمالات اور تقرب خدا اس طرح حاصل ہوتے ہیں کہ وہ معراج ہونے کے قابل بن جاتا ہے اور نماز میں معراج ہوتا ہے، کیا شان ہے نماز کی، نماز میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جس قدر حضور ہوتا تھا ویسا اور وقت نہیں ہوتا تھا اس لئے آپ فرماتے ہیں " قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ " میرے آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے" غرض نماز پیغمبروں کے کاموں میں سے ہے ع

ہاں یہ دولت ہے بڑی دیکھئے ملتی ہے کسے

اعضاء کو دل سے ایک خاص تعلق ہے یعنی دل سے ہمیشہ آنکھ، کان، ہاتھ، پاؤں سب اعضاء کو قوت و امداد پہونچتی ہے، ایسا ہی دل میں اعضاء کا اثر پڑتا ہے، آنکھ کے ذریعہ سے رنگوں کو دیکھتا ہے، کان سے آواز سنتا ہے تو جو ارادہ نفسانی خواہشات کے غلبہ سے

دل میں پیدا ہو وہ باطل ہے وہ مشترک ہے اور جو القاء بغیر خواہش نفسانی کے صرف روح کی طرف سے ہو وہ حق ہے، دل کی عبادت یہی ارادہ ہے اور برا ارادہ باطل دل کی نافرمانی ہے، اس لئے جب کہ نماز سب عبادتوں کی جڑ ہے، اول دل کو عبادت میں لانا چاہیے، تاکہ ساری عبادت ٹھیک ہو، اس لئے ارادہ خالص ہو، نہ ارادہ مشترک، یہی نیت نماز ہے، اس کے بعد اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر حیوانیت کی طرح مرغ نفس کو ذبح کرکے سارے تعلقات کو توڑ کر ایک کی طرف متوجہ ہوں، دل کے ارادے کو ہاتھ سے کر کے دکھائے، کانوں تک ہاتھ اٹھا کر سارے تعلقات سے انکار کر کے بتلائے، اس وقت اَلْمُرِیْدُ جو اللہ کا نام ہے اس کی تجلی ہوتی ہے، اس کے بعد قیام میں ہے، ہاتھ باندھے ہوئے بادشاہ حقیقی کے سامنے کس عاجزی سے کھڑا ہے، اس وقت اِسْمِ قَیُّوْم کی تجلی ہو رہی ہے چونکہ نیکیوں کا تعلق سیدھے ہاتھ کی طرف ہے اور نیکیاں لکھنے والا فرشتہ سیدھے ہاتھ کی طرف ہے، نیک لوگوں کو نامۂ اعمال سیدھے ہاتھ میں دیا جائے گا۔ اور نیک لوگ میدان قیامت میں سیدھے طرف ہوں گے، بخلاف بائیں ہاتھ کے کہ اس کا الٹا ہے اسلئے سیدھے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر زبان حال سے عرض کرتا ہے میاں آپ فرماتے ہیں اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ ؕ (پ ۱۲۔ رکوع ۱۰۔ سورۂ ھود) اس طرح نیکیوں کے پلڑے کو برائیوں کے پلڑے پر غالب کردو۔ صاحبو! آپ کو معلوم ہے کہ نماز میں قرب الٰہی ہوتا ہے، قرب کا خاصہ ہے ہمکلامی، اس لئے قرآن پڑھ رہا ہے اِسْمِ اَلْمُتَکَلِّم کی تجلی ہو رہی ہے۔

اس کو یوں سمجھو کہ جیسے نَے کہ نَے بجانے والے کے منہ میں ہوتی ہے، نَے کی آواز نہیں بلکہ نَے بجانے والے کی آواز ہے، ایسا ہی میں نہیں، خدا فرما رہا ہے اور میں سن رہا ہوں، اس وقت ہم کلامی کا لطف ملے گا۔

سوال:۔ حدیث قدسی بھی اللہ ہی کا کلام ہے پھر یہ نماز میں کیوں نہیں پڑھا جاتا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب دو طرح کا تھا، ایک قرب نبوت سے علاقہ رکھتا تھا اور ایک قرب ولایت سے متعلق تھا۔ قرآن شریف

قربِ نبوت میں عطا ہوا، اور حدیث قدسی قربِ ولایت میں، جو قربِ نبوت سے متعلق ہے وہ نماز میں پڑھا جاتا ہے نہ کہ وہ جو قربِ ولایت سے ہے۔ الحمد اور اس کے ساتھ سورہ پڑھتا ہے کہ یہ اس واسطے کہ اجمال اور تفصیل دونوں فیض حاصل ہوں، پھر اپنے کو خدا کی عظمت کے سامنے پست کر کے جھک جاتا ہے۔ اس وقت "اِسْمُ الْعَظِیْم" کی تجلی ہوتی ہے اس لئے منہ سے "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم" بار بار نکلتا ہے۔ پھر سجدہ میں گرا ہے اس وقت وہ وہ ترقیات ہو رہے ہیں، معشوق کے قدم بوسی کی سعادت حاصل کرتے ہیں، "اِسْمُ الْاَعْلٰی" کا ظہور ہو رہا ہے اس لئے "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی" بار بار منھ سے نکل رہا ہے، پھر قعدہ میں بیٹھا ہے اس وقت "اِسْمُ الْمَتِیْن" کا ظہور ہو رہا ہے سالک جب سلوک میں قدم رکھتا ہے، اس پر طرح طرح کے احوال ظاہر ہو جاتے ہیں، پھر آخر میں سکون و اطمینان ہو جاتا ہے اس کو تمکین کہتے ہیں، ایسا ہی نمازی شروع نماز سے سلوک طے کرتے ہوئے قعدہ میں تمکین کے مقام پر پہونچا ہے، یہ معلوم ہو چکا ہے کہ نماز عالم امر سے ہے۔ فرشتوں کے کاموں میں سے ہے جب نمازی نماز پڑھتا ہے تو فرشتوں کا کام کرتا ہے، اور فرشتوں کی جماعت میں داخل ہے۔ بشریت کا تقاضہ ہے کہ کوئی آدمی اس عالم میں بغیر مرے کے ہمیشہ نہیں رہ سکتا حضور بھی تو وہاں ہمیشہ نہ رہے، معراج سے واپس تشریف لائے، ہاں روح کو یہ بدن چھوڑنے کے بعد عالم بالا میں رہنا نصیب ہوگا۔ اس لئے نمازی اب اُس عالم سے اترتا ہے فرشتوں سے رخصت ہو رہا ہے، اس لئے "اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ" کہہ رہا ہے، یہ چیز ہے نماز، ہائے اس نماز کی ہم کو قدر نہیں، اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہو رہا ہے "جَاعِلِ الْمَلٰٓئِکَةِ رُسُلًا اُولِیْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ"

خدائے تعالےٰ نے فرشتوں کو پیدا کیا ہے اور انھیں پر دیا ہے، دو، دو، تین تین، چار چار۔ انسان مٹی کا بنا ہوا اس میں اڑنے کا مادہ نہیں تھا مگر اس کو اڑتے ہوئے جنت الفردوس پہونچنا تھا کسی فرشتہ کو دو، کسی کو تین اور کسی کو چار (پر دیا)۔ فرشتوں کو الگ الگ، نماز انسان کو سب دیا۔

صبح کی دو رکعت فرض دو پر۔

ظہر، عصر، عشاء کے چار فرض چار پر۔

مغرب کے تین فرض تین پر۔

فرشتے ایک قسم کے پر سے اڑتے ہیں، انسان تینوں قسم کے پروں سے اڑے گا۔

انسان کے اڑنے کی کیفیت دیکھ کر فرشتے اپنا اڑنا بھول جائیں گے، انسان کے اڑنے کو حیرت سے دیکھتے رہ جائیں گے۔ انسان یہ جا وہ جا، خدا جانے قرب کے کس درجہ کو پہونچ جائے گا۔

پر کی ہر وقت ضرورت پڑتی ہے، اس لئے روزانہ پانچ وقت کی نماز مقرر ہوئی

رات دن میں پانچ دفعہ نماز فرض ہونے کے اسباب

سنو صاحبو سنو! خدائے تعالٰے کا ارشاد ہے:۔

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ۚ وَاصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (پ ۱۲ - رکوع ۱۰ - سورۂ ھود)

اس آیت شریف میں اللہ تعالٰے نے پانچ وقت کی نمازوں کا حکم دیا ہے اسکے برخلاف روزہ، زکوٰۃ سال میں صرف ایک مرتبہ ہے اور حج عمر میں ایک بار ہے مگر نماز دن میں پانچ مرتبہ ہے سنئے اس کی وجہ عرض کرتا ہوں۔

صاحبو! جہاز میں بیٹھنے والا سمجھتا ہے کہ میں بیٹھا ہوا ہوں، حالانکہ وہ ہزاروں میل کی رفتار سے بہت تیزی کے ساتھ چلا جا رہا ہے، ایسا ہی ہم سمجھے ہوئے ہیں کہ ہم ایک ہی جگہ ہیں حالانکہ عمر کا جہاز ہم کو بہت تیزی سے لیجا رہا ہے۔ ہم اس عالم میں مسافر ہیں ہماری پہلی منزل گہوارہ ہے اور آخری منزل ہے قبر۔

اور وطن جہاں جانا ہے وہ جنت ہے یا دوزخ۔

سال، مہینے اور دن کوس اور میل ہیں اور دم یعنی سانس قدم ہیں، اور وقت

راس المال ہے اور خواہشات اور اغراض راستہ لوٹنے والے ہیں، دنیا کے اس تجارت کا نفع جنت میں دیدارِ الٰہی سے مشرف ہونا ہے، دنیا کی اس تجارت کا نقصان اور خسارہ اللہ تعالےٰ سے دُور ہوکر دوزخ میں عذاب بھگتنا ہے۔

او غافل انسان! وقت تیرا راس المال ہے، اسی پر تجھے جنت کا نفع
یا دوزخ کا خسارہ ملتا ہے اس لئے وقت کی قدر کر۔

یہ زمین تجھے من مانے کام کرنے کے لئے نہیں ہے بلکہ یہ بازار ہے، یہاں وقت سے نفع اٹھاکر وطن میں جاکر لطف اٹھانا ہے یا نقصان اٹھاکر وطن میں جاکر پچھتانا ہے۔

وقت علامت ہے زندہ دلی اور مردہ دلی کی۔ وقت کی قدر کرکے یادِ الٰہی میں گذارا تو معلوم ہوا کہ بیدار دل ہے جس کا وقت ضائع جارہا ہے، خدا کو بھولا ہوا ہے تو وہ غافل ہے اور مردہ دل۔

آفتاب کے چکر لگانے سے، چاند کے منزلیں طے کرنے سے، سایہ کے کم اور زیادہ ہونے سے، ستاروں کے نکلنے اور ڈوبنے سے، دنیوی امور پر مدد لینا ضروری نہیں ہے بلکہ یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ تو وقتوں کو پہچانے، اور ان اوقات میں خدا کی عبادت میں مشغول رہے۔ آخرت کے لئے توشہ تیار کرے، ممکن ہے تو یہ سمجھتا ہو کہ یہ سورج اور چاند تارے دنیا کا نفع لینے کے لئے ہیں، تیرا یہ سمجھنا ایسا ہی ہے جیسا کہ وہ مکھی جو قصاب کی دوکان پر بیٹھتی ہے یہ سمجھتی ہے کہ قصاب نے دوکان میرے ہی لئے کھولی ہے اور گوشت میرے ہی لئے رکھا ہے مگر قصاب کے دل میں اس مکھی کی مطلق وقعت نہیں ہے نہ قصاب کو کبھی مکھی کا یہ خیال آیا ہے۔ اس مکھی کی طرح تیرا بھی سمجھنا ہے کہ یہ آفتاب، چاند وغیرہ تیرے دنیا کے کاموں کے لئے ہیں، ایسا نہیں ہے بلکہ یہ وقت بتلانے کے لئے ہیں، تاکہ تو ان وقتوں میں خدا کو یاد کرے، اگر کسی وقت میں نہ ہو تو دوسرے وقت میں اس کا بدلہ ادا کرے، جیسے ارشاد ہوتا ہے:۔

وَهُوَ الَّذِىْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ۝ (پ ۱۹ - رکوع ۶ - سورہ فرقان)

رات اور دن کو ہم نائب بناتے ہیں ایک دوسرے کا، ان لوگوں کے لئے جو ہمارا ذکر کرنا چاہتے ہیں یا شکر، یعنی اگر رات میں نہ ہو سکا تو دن میں، اور دن میں نہ ہو سکا تو رات میں، غرض یہ دن اور رات ہمارے ذکر اور شکر کرنے کے لئے ہیں، نہ کہ دنیا کے کاموں کے لئے۔

سنو دوستو! نہیں ہے نجات مگر انھیں کو کہ جن کو مرنے کے بعد خدا کا دیدار ہوگا اور دیدار نہ ہوگا مگر انھیں کو جو خدا کے عاشق اور عارف ہو کر مرے، خدا کی محبت اور عشق نہیں پیدا ہوتا ہے مگر ہمیشہ محبوب کا ذکر کرتے رہنے سے، اور معرفت، خدا کی نہیں پیدا ہوتی، مگر ہمیشہ اس کی صفتوں اور اس کے افعال میں فکر کرتے رہنے سے۔ اس کو اس طرح سمجھئے کہ روح، نورانی اور علوی ہے، یہ جسم ظلمانی اور سفلی میں آگئی ہے، یہ جسم ظلمانی کا تعلق روح کو خسارہ میں ڈالتا ہے اور دیدار الٰہی سے روکتا ہے مگر اعمال صالحہ اور ذکر و فکر کہ یہ جسم کو ظلمت سے نکال کر روحانیت اور نورانیت میں پہنچا دیتے ہیں اور دیدار الٰہی کے قابل بنا دیتے ہیں، جیسے دانہ زمین میں ڈالا جائے، تو وہ زمین کی ظلمت اس دانہ کو خسارہ میں ڈالتی ہے، مگر پانی زمین کی ظلمت سے نکال کر ہرا بھرا کرتا ہے اور ایک دانہ کے سات سو (۷۰۰) دانے کرتا ہے۔

یا یوں سمجھئے کہ عالم بالا میں جیسے عرش ہے ایسا ہی یہاں دل عرش ہے روح کا، اور دل کے دو منہ ہیں، ایک منہ تو روح کی طرف ہے جس کو فواد کہتے ہیں۔ اس لئے فرمایا مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى (پ ۲۷۔ رکوع ۱۔ سورہ نجم) اور ایک منہ ہے نفس کی طرف اس کو صدر کہتے ہیں۔

ہر ایک مقام کا ایک خاص اثر ہوتا ہے جیسے حبش کہ وہاں کے لوگ کالے ہوتے ہیں، ایسا ہی اس عالم کی خاصیت ہے کہ دل کا منہ نفس کی طرف کھلا رہے اور روح کی طرف کا منہ بند رہے اور اس طرح کا بند رہنا دیدار الٰہی سے محروم کر دے گا۔ اس لئے ذکر الٰہی اعمال صالحہ روح کی طرف کے منہ کو بند نہیں ہونے دیتے اور یہی مرنے کے بعد دیدار کا سبب بنتا ہے، اس لئے نجات اور دیدار کے طالب کو رات دن ہمیشہ خدا کی یاد میں رہنا چاہئے۔ کوئی وقت بغیر یاد الٰہی کے نہ گزرے، اور یہ ہو نہیں سکتا تھا اس لئے پانچ وقت کی نماز مقرر

کی گئی کہ اس میں ہمیشہ رات دن کے ذکر کا اثر ہے نمازی کا سارا دن نماز ہی کے فکر میں گذرتا ہے، نمازی بے فکری کے ساتھ کسی کام میں منہمک نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ بے فکری کے ساتھ سو بھی نہیں سکتا، رات کو بار بار آنکھ کھلتی ہے کہ کہیں صبح کی نماز کا وقت نہ نکل جائے سبحان اللہ جو حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شب معراج میں پچاس کی جگہ پانچ نمازیں مقرر فرما کر ارشاد فرمایا تھا کہ یہ پانچ نمازیں تو ہیں مگر پچاس ہی کے برابر ہیں۔ میرے یہاں بات بدلا نہیں کرتی تو ثواب کے اعتبار سے تو یہ پانچ نمازیں پچاس کے برابر ہیں ہی، کیوں کہ ہر نیکی دس نیکی کے برابر ہے لیکن ظاہری اثر اور تاثیر کے اعتبار سے بھی یہ پانچ نمازیں پچاس ہی کے برابر ہیں کیوں کہ سارا دن نماز ہی میں مشغول ہو گیا ہے، اور اس طرح نمازی گویا ہر وقت نماز ہی میں رہتا ہے۔

یہ پانچ وقت کی نماز وہ چیز ہے کہ اس سے روح کی طرف کا رخ بند نہیں ہوگا، روح پر جسم کی ظلمت کا اثر نہیں ہوگا۔ روح دیدار الٰہی کے قابل بن کر دنیا سے جائے گی، اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پانچ نمازیں کہ ان میں ہر نماز دو سری نماز کے ابین کے گناہوں کا کفارہ ہے، اس لئے کہ پانچ حواس دل کو جسم کی طرف مشغول رکھتے ہیں، نورانیت سے روکتے ہیں، خدائے تعالیٰ سے انسیت نہیں ہونے دیتے، کدورت بھی پیدا کر دیتے ہیں، ان پانچ حواس کے مقابلہ میں پانچ نمازیں فرض کی گئی ہیں، ان سے حواس کے دروازے بند ہو جاتے ہیں، خدا کی طرف توجہ پیدا ہو جاتی ہے، خدائے تعالیٰ سے انسیت ہونے لگتی ہے جیسے پانچ حواس سے پانچ دروازے دل کے جسم کی طرف کھلے ہوئے تھے جس سے ظلمت دل میں آتی تھی، ایسا ہی پانچ نمازوں سے پانچ دروازے دل کے خدا تعالیٰ کی طرف کھل جاتے ہیں، ان دروازوں سے نورانیت آتی ہے، کدورت کو دور کرتی ہے۔

ایک اور بات ہے سنو دوستو سنو! یہ بات آپ کے آنکھوں کے سامنے ہے کہ ایک سال گذرنے سے جسم پر کتنا تغیر پیدا ہوتا ہے۔ بچہ کتنا بڑا ہو تا ہے جوان اور بڈھوں پر بھی ایسا ہی اثر ہوتا ہے، مہینہ گذرنے پر بھی جسم پر تغیر پیدا ہوتا ہے مگر محسوس نہیں ہوتا

ایسا ہی ایک ہفتہ گذرنے پر بھی جسم میں تغیر ہوتا ہے اور ایک دن گذرنے پر بھی جسم میں تغیر ہوتا ہے اور چند گھنٹوں کے گذرنے پر بھی جسم میں تغیر ہوتا ہے، ایسا ہی سال، ہفتہ اور گھنٹے گذرنے سے بھی روح پر تغیر ہوتا ہے، سال گذرنے سے جو روح پر تغیر ہوتا ہے اس سے بچانے کے لئے رمضان شریف اور عیدین مقرر ہوئے، ہفتہ گذرنے سے جو روح پر تغیر ہوتا ہے اس سے بچانے کے لئے جمعہ مقرر ہوا اور گھنٹوں کے گذرنے سے جو روح پر تغیر ہوتا ہے اس سے بچانے کے لئے پانچ وقت کی نمازیں مقرر ہوئیں۔

پانچ وقت کی نماز کی پابندی سے مسلمان کی مثال اس گھوڑے کی طرح ہو جاتی ہے کہ جسکے اگلے اور پچھلے پیر بندھے ہوئے ہوتے ہیں، ایک دو دفعہ اچھلتا کودتا ہے پھر بے بس ہو کر رہ جاتا ہے، اور بے نمازی کی مثال اس گھوڑے کی طرح ہے کہ جس کو اگاڑی اور پچھاڑی نہ ہو۔ اور ہمیشہ شرارت ہی سے کام ہے۔

بات دراصل یہ ہے کہ اب سب کچھ تو ہے مگر خدا کا خوف ہی دلوں سے اٹھ گیا ہے کسی بات کا اثر ہی نہیں ہوتا۔ جب تک خدا کا خوف تھا ذرا سی بات بھی اثر کرتی تھی۔

حکایت حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے جو بڑے زاہد خلیفہ تھے ان کی ایک باندی نے کہا کہ امیر المومنین میں نے ایک عجیب خواب دیکھا ہے اور وہ یہ ہے کہ قیامت قائم ہے اور لوگ میدانِ قیامت کی طرف جا رہے ہیں، میزانِ اعمال کھڑی ہوئی ہے۔ پُل صراط دوزخ پر رکھا ہوا ہے، اول عبدالملک بن مروان کو حکم ہوا کہ پُل صراط پر سے گذرے، یہ ایک دو قدم چلنے نہ پایا تھا کہ کٹ کر دوزخ میں گر پڑا، پھر اس کے بیٹے ولید بن عبدالملک کو حکم ہوا یہ پورا قدم بھی رکھنے نہ پایا تھا کہ دوزخ میں جا پڑا، پھر اس کے بعد کے خلفاء کا یہی حال ہوا۔ پھر آپ کو پُل صراط پر سے گذرنے کا حکم ہوا۔ باندی نے ابھی اپنا خواب پورا بیان بھی نہ کیا تھا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز چیخنے لگے اور اس طرح تڑپنے لگے جس طرح جال میں مچھلی تڑپتی ہے، سر کو زمین پر اور آنکھوں کو دیوار پر مارنے لگے، باندی چلاتی جاتی تھی اور کہتی جاتی تھی کہ امیر المومنین خدا کی قسم میں نے یہ دیکھا ہے کہ آپ پُل صراط سے گذر کر جنت میں پہنچ گئے ہیں۔

مگر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اس کی طرف متوجہ ہی نہیں ہوئے، جب آپ کا تڑپنا کم ہوا تو لوگوں نے آپ کو مردہ پایا۔

ہائے، یہ خوف تھا میاں کہ ان کو اللہ تعالیٰ کا، فرماں بردار بنا رکھا تھا، اور آج خدا کا ڈر دلوں سے نکلنے کی وجہ سے آخرت بھی گئی دنیا بھی ہم سے گئی۔

فرمائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ جو شخص پانچ وقت نماز کا پابند ہو، جماعت کا لحاظ رکھے، اوّل جانے والوں کے ساتھ پل صراط پر سے بجلی کی طرح گذر جائیگا قیامت کے دن اس کا منھ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا ہوگا اور اس کو ہر روز ہزار شہیدوں کا ثواب ملے گا۔

شائد آپ کو خیال ہو رہا ہوگا کہ تھوڑے سے عمل کی وجہ سے اسقدر ثواب ملنے کے کیا معنی ہیں۔ میں عرض کروں گا کہ شاید آپ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی وہ حکایت نہیں سنی کہ ایک بار اُن کے ہاتھ سے کوڑا گر پڑا، ایک شخص نے جلدی سے اٹھا کر آپکو دے دیا، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے روپیوں کی ایک تھیلی اس کو دی، لوگوں نے کہا حضرت ذرا سے کام پر اس قدر زر دوری، امام شافعیؒ جواب دیئے، اس نے ہمارے کام میں اپنی کوشش صرف کی ہے، ہم نے اپنی کوشش کا تھوڑا سا حصہ اس کو دیا۔

جب امام شافعیؒ ایسا فرماتے ہوں تو اللہ تعالے جو عنایت فرمادیں اس پر کیوں تعجب ہے۔

یہ خوبیوں والی نماز، کفارتک جس کے قائل، افسوس ہم اس سے بے پرواہ ہیں امریکہ کے ایک ڈاکٹر کا قول ہے کہ اسلام کو حیرت انگیز کامیابی تنظیم سے ہوئی اور تنظیم نماز باجماعت سے حاصل ہوتی ہے۔

انجمن اور کانفرنس کرنے والے کبھی اس ڈاکٹر کے قول پر بھی غور کرئے۔

جرمن کا ڈاکٹر کہتا ہے کہ نماز بہترین ورزش ہے اسکے ہوتے ہوئے پھر کسی ورزش کی ضرورت نہیں، ایک اور ڈاکٹر کہتا ہے کہ حفظان صحت کے لئے وضو بہترین چیز ہے۔

منہ اور ہاتھ، کہنیوں تک اور پیر کے مسامات پانی سے دھوتے رہنے کی وجہ سے کھلے رہتے ہیں جو حفظانِ صحت کے لئے نہایت مفید ہے۔

سنو صاحبو! نمازی مسلمان سچا اور پکا مسلمان ہوتا ہے اس لئے اب ذرا سچے اور پکے مسلمانوں کی علامتیں سنو:۔

پہلی علامت یہ ہے کہ خدائے تعالےٰ کا ڈر اور اس کی محبت کچھ اس قدر ان کے دلوں پر چھائی ہوئی ہوتی ہے کہ جب ان کے سامنے خدا کا نام لیا جائے تو اس قدر عظمت اللہ کی ان پر طاری ہوتی ہے کہ کانپ جاتے ہیں رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، اگر خدا کے حکم کا خلاف کر رہے ہوں، تب بھی فوراً باز آجاتے ہیں۔

دوسری علامت یہ ہے کہ جب قرآن انکے سامنے پڑھا جاتا ہے تو انکے دل میں فرحت پیدا ہوتی ہے، فوراً عمل اس پر کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔

اور تیسری علامت یہ ہے کہ وَعَلٰی رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ۔ سچے مسلمان ہر کاروبار میں اپنے اللہ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں، اپنے تمام کام.... اسی کو سونپ دیتے ہیں، نہ دنیا کی کسی چیز پر ان کو بھروسہ ہوتا ہے، نہ دنیا داروں پر، اس وجہ سے نہ کبھی ان کو خوف ہوتا ہے اور نہ کسی سے امید، خوف بھی خدا ہی سے اور امید بھی خدا ہی سے لگائے رہتے ہیں۔ اتنا اعتقاد تو ہر مسلمان کو ہوتا ہے کہ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ سب اللہ کی طرف سے ہے۔

دوا پی تھی اس واسطے اچھے ہوئے یا امیدواری کی تھی اس لئے نوکری ملی، غرض یہ سب ظاہرہ ہے، کرنے والا اللہ ہے، ایسا اعتقاد نہ رکھے تو مسلمان ہی نہیں۔

سچے مسلمان اور عام مسلمان میں فرق برتاؤ کے وقت ظاہر ہوتا ہے، عام مسلمان کا جب تک اسباب سے کام نکل سکتا ہے خدا پر نظر نہیں ہوتی، جب کچھ نہ ہو سکا کوئی کام نہ آیا، اس وقت اللہ کا خیال آتا ہے، جیسے بیمار کہ حکیم، ڈاکٹر، عطائی، سب کا علاج کرکے یا اہلِ مقدمہ، وکیل، سفارش، رشوت وغیرہ سب کرکے آخر میں خدا پر نظر ہوتی ہے اور اس کے برخلاف سچے مسلمان کی نظر شروع ہی سے خدا پر ہوتی ہے، اسباب کرتا ہے

اگر دل میں یہی ہے کہ خدا چاہے گا تو ہوگا ورنہ نہیں، بولنا آسان ہے مگر کام کرتے وقت یہ خیال بہت مشکل سے آتا ہے، اس لئے فرماتا ہے کہ یہ سچے مسلمانوں کا کام ہے۔

بعض ایسے سچے مسلمان ہیں کہ وہ خدا کی محبت میں ڈوبے ہوئے ہیں، وہ اسباب و تدبیر کرنا ہی نہیں چاہتے، جو کچھ ہوا اُدھر ہی سے ہوا سمجھتے ہیں۔

حکایت حضرت شیخ ابو حمزہ خراسانی رحمۃ اللہ علیہ ایک روز راستہ چلتے چلتے ایک کنویں میں گر گئے، وہاں آدم نہ آدم زاد، لق و دق میدان، کوئی آس نہ پاس، الٰہی کیا کیجئے، دل میں آیا کہ غل مچاؤ، کوئی نہ کوئی اللہ کا بندہ مدد کو آپہو نچے گا۔ پھر میں نے کہا، یہ نہیں ہو سکتا کہ بندہ جس کا کہلائیں اس کو چھوڑ کر مشکل کے وقت دوسروں کو بلائیں چپ ہو گیا۔

اتنے میں دو شخص کنویں پر آکر مشورہ کئے کہ دیکھو یہ کنواں کیسی بری جگہ راستہ میں ہے، کوئی بے چارہ مسافر انجان، اس میں گر پڑے گا، اس کا منھ بند کر دینا چاہئیے، تھوڑی دیر وہ دونوں شخص غائب رہے، پھر بڑی بڑی لکڑیاں لائے اور کنویں کا منھ لکڑیوں سے بند کرنے لگے، اب تو دل بہت گھبرایا، قریب تھا کہ چیخوں کہ لوگو! کیا غضب کرتے ہو ایک مسافر کو زندہ درگور کر رہے ہو، پھر میں نے دل کو روکا اور سمجھایا کہ یہ لوگ تو کنویں کے منھ پر ہیں بہت دور ہیں، جو خدا تیری رگ گردن سے نزدیک ہے، اس کو کیوں نہیں پکارتا، یہ سوچتا رہا اور وہ دونوں منھ بند کرکے چل دئے، میں نے دل میں کہا کہ خیر چلے جاؤ۔ تھوڑی دیر کے بعد کچھ ایسی آہٹ آئی جیسے کوئی جانور پنجوں سے کھودتا ہے اندھیرے میں کیا دیکھتا ہوں کہ کوئی پاؤں لٹکایا ہے اور اشارہ کرتا ہے کہ پاؤں کو پکڑ لے میں سمجھ گیا اور دونوں ہاتھوں سے اس پاؤں کو پکڑ لیا، ایک جھٹکے میں کنویں سے باہر کھڑا ہو گیا، کیا دیکھتا ہوں کہ جس نے مجھ کو نکالا ہے وہ تو شیر ببر ہے، مجھے نکال کر جنگل کی طرف چل دیا میں حیرت سے دیکھ رہا تھا کہ الٰہی یہ کیا تیری قدرت ہے، غیب سے آواز آئی ابو حمزہ جو ہم پر بھروسہ کرتا ہے اس کو یوں قدرت دکھاتے ہیں، موت (شیر) کو بھیج کر موت (کنویں) سے بچاتے ہیں، یہ خاص لوگوں کا توکل ہے۔

قرآن و حدیث میں جو توکل سکھایا گیا ہے وہ اس طرح کا توکل نہیں ہے، یہ نہ ہر شخص کا کام نہیں بلکہ سچے مسلمان بننے کے لیے اتنا توکل کافی ہے کہ تدبیر کرے مگر تدبیر پر بھروسہ نہ رہے، خدا پر بھروسہ رہے۔

اس کا فائدہ یہ ہے کہ تدبیر کرے گا مگر تدبیر میں منہمک ہو کر حلال حرام کا فرق نہ اٹھا دے گا، جب معلوم ہی ہے کہ تدبیر کو برائے نام تعلق ہے، اصل کام کرنے والے کو کیوں بگاڑے گا۔ دوا پیئے گا مگر حرام نہیں، کسب کرے گا مگر ناجائز نہیں، یہی پکے اور سچے مسلمانوں کی علامت ہے۔

چوتھی علامت سچے مسلمانوں کی یہ ہے کہ وہ نماز کی پابندی کرتے ہیں "اَلَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ" قرآن میں اس کثرت سے کسی حکم کا ذکر نہیں ہے جیسا نماز کا، اقامت اور اعتدال کا۔ "اَلَّذِیْنَ هُمْ عَلٰى صَلٰوتِهِمْ دَآئِمُوْنَ" سے مراد محافظت و مداومت ہے۔ اور اپنے وقت ادا کرنے کا، جیسا کہ ارشاد باری ہے "كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا" اسی طرح جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کے لیے حکم ہو رہا ہے "وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ"۔ اور خشوع کا "اَلَّذِيْنَ هُمْ فِیْ صَلٰوتِهِمْ خَاشِعُوْنَ" صاحبو! اس آیت سے یہ خیال ہو رہا ہو گا کہ نماز میں خشوع ہونا چاہیئے اگر خشوع نہ ہو تو پھر ایسی نماز سے کیا فائدہ۔ اس پر مجھے یہ حکایت یاد آئی۔

حکایت نورجہاں کی شروع جوانی میں شہنشاہ جہانگیر نے اس کے دو ہاتھ میں دو کبوتر دیئے کہ اس کو تھاموکہ وہ کہیں جا کر آئے، اس کے آنے تک ایک کبوتر ہاتھ سے نکل گیا، جہانگیر نے آ کر پوچھا کہ وہ دوسرا کبوتر کیا ہوا، تو نورجہاں نے کہا چھوٹ گیا، جہانگیر نے کہا کیسے چھوٹ گیا، نورجہاں نے کہا ایسے، اور یہ کہہ کر دوسرا کبوتر بھی چھوڑ کر بتلا دیا۔

اسی طرح یہ نہیں کہ نماز تو خشوع کے ساتھ ہونی چاہیئے، اگر خشوع نہ ہو تو نماز بھی چھوڑ دو۔

صاحبو! خشوع کیا مشکل ہے، لایعنی حرکات نہ کیجئے، جیسے کھجلانا، کپڑوں سے کھیلنا وغیرہ، جیسے بادشاہوں کے سامنے چپ کھڑے رہتے ہیں ایسا ہی کھڑے رہنا، یہ

کیا مشکل ہے، غرض اس اہتمام سے نماز کا حکم ہوا، بعضوں نے قبول ہی نہ کیا، قبول نہ کرنے والوں کا سردار ابوجہل تھا "فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى" (پ۲۹۔ رکوع ۲۔ سورۂ قیامہ) اور ان کا ٹھکانہ ہے سقر "مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ۝ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ۝" (پ۲۹۔ رکوع ۱ سورۂ مدثر) اور بعضوں نے قبول کیا اور نہیں کرتے "فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ" (پ۱۶۔ رکوع ۴۔ سورۂ مریم) ان کا ٹھکانہ غی ہے "فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ۝" (پ۱۶۔ رکوع ۴۔ سورۂ مریم) یہ وہ مقام ہے کہ جس سے خود دوزخ ہر روز (۷۰) مرتبہ پناہ مانگتی ہے۔ بعض کبھی ادا کرتے ہیں اور کبھی نہیں کرتے وہ منافق ہیں" وَاِذَا قَامُوْا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى" (پ۵۔ رکوع ۲۱۔ سورۂ نساء) ان کا ٹھکانہ ویل ہے، اور بعض قبول کیے، اعتدال کے ساتھ وقت اول پر پڑھتے ہیں ان کے سردار محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور ان کا ٹھکانہ فردوس ہے" اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوَارِثُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ط" (پ۱۸۔ رکوع ۱۔ سورۂ مومنون) ایسے ہی لوگ وارث ہونے والے ہیں، جو فردوس کے وارث ہوں گے۔

صاحبو! غرض اعتدال سے نماز پڑھنے والوں کے سردار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اس بارے میں میں آپ کو ایک خاص بات کہنا چاہتا ہوں، ذرا غور سے سنئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے" وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ط مدد لو صبر سے اور نماز سے اس کے ترجمہ میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ استعانت صبر اور صلوٰۃ کے لئے ایک مشترک بات ہے، اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ صبر اور صلوٰۃ کے ذریعہ استعانت لو۔ اس میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل مقصود اور کچھ ہے جس میں نماز اور صبر سے مدد حاصل کرنے کا امر کیا گیا ہے اور اصل مقصود صبر اور صلوٰۃ دونوں میں مشترک ہے۔ وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ کا ترجمہ یہ ہوا کہ صبر اور نماز سے مدد لو یعنی سہارا ڈھونڈو اس ترجمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مقصود کچھ اور ہی ہے، کیوں کہ صبر اور نماز سے تو مدد حاصل کرنے کا امر کیا گیا ہے جیسے محاورہ میں کہتے ہیں کہ قلم سے مدد لو، یعنی کتابت میں اس سے مدد لو تو جو شخص جانتا ہے کہ قلم کس کام کا آلہ ہے تو وہ بغیر ذکر کتابت کے بھی اسی کو سمجھے گا،

اور جو کتابت نہیں جانتا، وہ بھی زبان فہمی کی وجہ سے اتنا ضرور سمجھے گا کہ مقصود کوئی اور چیز ہے جس میں قلم سے مدد لی جاتی ہے، اسی طرح اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ صبر اور صلوٰۃ ذریعہ ہے اور مقصود دوسرا ہے، اب اس کو سمجھئے کہ وہ مقصود کیا ہے جس کے لئے ان دونوں کو آلہ بنایا گیا ہے، آیات قرآنیہ میں اگر غور کیا جائے تو یہ معین ہو جاتا ہے، آیات تو بہت ہیں مگر سب سے زیادہ صریح آیت "وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ" (میں نے جن وانس کو نہیں پیدا کیا مگر اس لئے کہ وہ میری عبادت کریں) اس لئے معلوم ہوا کہ اصل مقصود عبادت ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ مدد حاصل کرو، صبر وصلوٰۃ کے ذریعہ سے عبادت میں جو کہ اصل مقصود ہے۔

صاحبو! عبادت میں تقویٰ اختیار کیا جاتا ہے تم خود اس بارے میں تجویز مت کرو، بلکہ کسی محقق سے مشورہ کرو، کیونکہ طبیب نسخہ میں ایسا تصرف کرتا ہے جو دوسرا نہیں کر سکتا اس لئے شیخ کامل سے رجوع کیا جائے وہ تمہاری حالت کو دیکھ کر جو درجہ تقویٰ کا تجویز کرے اس کو اختیار کرو، لیکن شیخ کے اس تصرف کو شرعی فتویٰ نہ سمجھا جائے بلکہ عارضی معالجہ سمجھا جائے کیونکہ بعض وقت کوئی عارضہ ایسا قوی ہوتا ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے اصل مرض کی طرف توجہ نہیں ہو سکتی، اس وقت طبیب اس کی کوشش کرتا ہے کہ اول اس عارضہ کو دور کرے، اس کے بعد اصل مرض کی طرف توجہ کرتا ہے، اطبائے روحانی بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔

غرض خود اپنی رائے سے کوئی درجہ تقویٰ کا اپنے واسطے اختیار نہ کرو، بلکہ شیخ سے تجویز کراؤ، اسی طرح جس طرح بعض طبیب بخار کے لئے کونین تجویز کرتے ہیں لیکن اس کی تلخی دور نہیں کرتے، اور اگر مریض تلخی کی شکایت کرے تو صاف کہہ دیتے ہیں کہ دوا یہی ہے کھانا ہے کھاؤ ورنہ جاؤ، لیکن شفیق ڈاکٹر اس پر مٹھائی لپیٹ کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اسکو منہ میں ڈال کر نگل جاؤ چبانا نہیں، بلا تشبیہ یہی معاملہ اللہ تعالےٰ نے ہمارے ساتھ کیا ہے کہ تدبیر بھی آسان بتلائی اور اس میں جو گرانی تھی اس کو دور کرنے کا طریقہ بھی بتلایا۔ اللہ تعالےٰ یہ چاہتے ہیں کہ ہم عبادت اچھی طرح کریں لیکن عبادت کرنے میں نفس کی مزاحمت کی وجہ سے تنگی معلوم ہوتی ہے جس کو اللہ تعالےٰ نے اس آیت میں ایک تدبیر کے ذریعہ دور

کرتے ہیں اور وہ یہ کہ صبر اور نماز سے مدد لو۔

صاحبو سنو! عبادت میں دو چیزوں سے مدد لینے کے لئے اس لئے فرمایا کہ طاعت کی بھی دو قسمیں ہیں۔

(۱) ایک وہ ہیں جن میں کام کرنا پڑتا ہے جیسے تقویٰ کرنا، محبتِ الٰہی حاصل کرنا، اخلاص دل میں پیدا کرنا وغیرہ، یہ کرنے کے کام ہیں ان کو اعمال وجودیہ کہتے ہیں۔

(۲) بعض وہ ہیں جن میں کچھ کام چھوڑنا پڑتا ہے جیسے غیبت نہ کرنا، چوری نہ کرنا، جھوٹ نہ بولنا وغیرہ، یہ چھوڑنے کے کام ہیں۔

ان دونوں میں ایک قسم کی تنگی ہے، مثلاً نماز کا وقت آگیا تو سستی کی وجہ سے نہیں اٹھ سکتے۔ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ طاعت وجودیہ لینے کرنے کے طاعتوں میں کچھ پابندیاں ہوتی ہیں جس سے نفس گھبراتا ہے، کیوں کہ نفس آزادی چاہتا ہے اور یہ پابندی کچھ طاعت کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ ہر عمل وجودی میں کچھ پابندی ہوتی ہے، مثلاً مٹھائی کھانا ایک عمل ہے اس میں بھی ایک پابندی ہے وہ یہ کہ ہاتھ چلاؤ، مٹھائی تک ہاتھ لے جاؤ اور پھر منہ میں ڈالو چباؤ اور نگلو۔ غرض سستی کی اصل وجہ یہ ہے کہ نفس پابندی سے گھبراتا ہے، یہ تو اعمال وجودیہ کی تنگی کا سبب ہے۔

اور جو کام نہ کرنے کے ہیں ان میں کچھ کرنا تو نہیں پڑتا بلکہ صرف چھوڑنا ہی چھوڑنا ہے مگر وہ اعمال وجودیہ سے بھی زیادہ شاق ہیں، ان میں جو مشقت ہوتی ہے اس کی وجہ ایک مثال کے ذریعہ سمجھئے:۔

سنو صاحبو! غیبت میں کچھ کرنا تو نہیں پڑتا بلکہ کچھ ترک ہی کرنا پڑتا ہے، غیبت میں اس لئے مزہ آتا ہے کہ اس میں دوسرے کی عزت کم ہوتی ہے، اور اس وجہ سے بھی کہ اس میں حظ نفس ہے، کیونکہ نفس میں تکبر ہے وہ سب سے بڑا بننا چاہتا ہے۔ غرض ترک غیبت میں حظ ہے، غرض تمام محرمات کا ترک اس لئے مشکل ہے کہ حرام میں لذت ہے، چنانچہ نفس کو ناگوار باتوں کا عادی بنایا جائے اور خواہش نفس کی مخالفت کی جائے تو حظ نفس فوت ہوجاتا ہے اسی لئے جو شخص مخالفت نفس کا عادی ہوگا اس کو تمام ترک آسان ہوجائینگے

چنانچہ ان سب کی دشواری دُور کرنے کے لئے صبر کی تعلیم کی گئی ہے کہ نفس کو ناگوار امور کا عادی بناؤ، نفس کی مخالفت کرو، اور اس کی خواہش کو پورا نہ کرو۔

اعمال وجودیہ اس لئے شاق ہیں کہ ان میں پابندی ہے

اور یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ صبر اور صلوٰۃ تو خود مشکل ہیں، پس لازم یہ تھا کہ اس سے بھی آسان تدبیر بتائی جاتی، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دونوں دیگر اعمال کے اعتبار سے آسان ہیں زیادہ دشوار نہیں۔

چنانچہ نماز سے تمام طاعتوں میں کام لیا گیا ہے کہ نماز کا عادی بنا کر اس کو تمام احکام کا عادی بنانا سہل ہو گیا ہے، یہی وجہ ہے کہ اسلام میں تعلیم عقائد کے بعد اعمال میں سب سے پہلے نماز اور صبر کی تعلیم دی گئی ہے، چنانچہ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں رہے مسلمان زیادہ تر ان ہی دو باتوں کے مکلف تھے یعنی نماز کے اور کفار کی ایذاؤں پر صبر کے، غرض اس سے معلوم ہوا کہ نماز اور صبر کی پابندی کو تمام اعمال کی ادائی میں بڑا دخل ہے۔

غرض اللہ تعالے نے ہم کو دو کاموں کی تعلیم دی ہے، اگر ان کو کرتے رہیں گے تو سب احکام پر عمل کرنا آسان ہو جائے گا۔

سنو صاحبو! صبر اور نماز میں خاصیت ہی یہی ہے کہ ان سے تمام طاعتیں آسان ہو جاتی ہیں، کیوں کہ نماز میں جامعیت کی شان ہے یعنے جتنی طاعتیں دین میں ہے وہ اکثر نماز میں موجود ہیں۔ اس میں روزہ بھی ہے اور زکوٰۃ بھی، حج بھی اور اعتکاف بھی۔

میرے دوستو! مفرد دوا سے اگر کسی مریض کو صحت ہوتی ہو تو اگر اس کو کئی مفید دواؤں کا خمیرہ یا معجون دیا جائے تو بہت فائدہ ہوگا، ایسا ہی روزہ، خلوت، حج، اعتکاف، تلاوت قرآن، سبحان اللہ پڑھنا جو نصف میزان ہے، دعا جو مخ العبادۃ ہے درود شریف، اولیاء اللہ کا ذکر جو باعث رحمت الٰہی ہے، زکوٰۃ، قربانی وغیرہ ان میں سے ہر ایک کے کتنے فضائل ہیں ان سے ہم ناواقف نہیں، لیکن اگر کسی ایک عبادت میں یہ سب جمع ہو جائیں تو اس عبادت کی کیا فضیلت ہوگی۔

سنو صاحبو! وہ عبادت نماز ہے، ایک نسخہ مرکب ہے کہ جس میں یہ کل عبادتیں ہیں پھر لطف یہ کہ پانچ منٹ میں یہ کل عبادتیں حاصل ہو جاتی ہیں، اگر بے اطمینانی و گڑبڑ سے پڑھیں تو سکنڈوں میں پار ہے۔

حکایت ایک انگریز کی ماتحتی میں ایک سررشتہ دار صاحب تھے اور ایک نائب سررشتہ دار دونوں مسجد میں نماز پڑھنے جاتے، نائب سررشتہ دار کو نماز میں دیر لگتی اور سررشتہ دار صاحب جلدی جلدی ٹکریں مار کر چلے آتے، ایک روز انگریز نے کہا کہ سررشتہ دار صاحب تم بہت جلد آجاتے ہو، نائب بہت دیر میں آتا ہے یہ کیا بات ہے؟ تو سررشتہ دار صاحب نے کہا کہ حضور بات یہ ہے کہ نائب سررشتہ دار خود اپنی ذات سے نماز سیکھے ہیں، اچھی طرح نماز ان کو یاد نہیں، سوچ سوچ کر پڑھتے ہیں، اور میرے بڑوں سے نماز چلی آئی ہے مجھ کو خوب مشق ہے خوب یاد ہے، اس لئے جلد پڑھ کر چلا آتا ہوں اور نائب اٹک اٹک کر پڑھتے ہیں اس لئے ان کو دیر لگتی ہے، کسی نے سن کر کہا کہ یہ نہیں ہے بلکہ بات یہ ہے کہ نماز میں جو کچھ پڑھنا ہے وہ سررشتہ دار صاحب گھر میں پڑھ کر آتے ہیں صرف اٹھک بیٹھک باقی رہ گئی ہے وہ یہاں ادا کرتے ہیں، اس لئے سررشتہ دار صاحب جلد فارغ ہو جاتے ہیں، بے چارے نائب کو سب یہیں پڑھنا پڑتا ہے، اس لئے دیر لگتی ہے۔

حکایت ایک گاؤں میں عید کی نماز کے واسطے جھگڑا ہوا، ایک شخص نے کہا کہ میں پڑھاؤں گا، دوسرے نے کہا کہ میں پڑھاؤں گا، کچھ لوگ اس کے ساتھ ہوئے اور کچھ لوگ دوسرے کے، اور ان دونوں نے ایک ساتھ نماز شروع کر دی ان میں سے ایک کا الحمد پہلے ختم ہوا، ابھی دوسرے کا ختم نہیں ہوا تھا، تو یہ الحمد ختم کر کے ٹھیر گیا اس خیال سے کہ دوسرا جو سورہ پڑھے گا میں اس سے چھوٹا سورہ پڑھ کر نماز ختم کر دوں گا دوسرے نے جو سورہ شروع کیا تھا اس سے چھوٹا سورہ یہ پڑھ کر رکوع میں گیا تو دوسرے امام کا ایک مقتدی بھی رکوع میں گیا تو اس کے بازو والے نے کہنی مار کر کہا ادتھ! اس کا مطلب یہ کہ ہمارا امام رکوع میں نہیں گیا ہے تو کیوں رکوع میں جاتا ہے۔

اگرچہ ہم کو اس سے ہنسی آتی ہے مگر ہم خود بھی ایسا ہی کر رہے ہیں جتنی جلدی ہے

وہ سب نماز کے لئے ہی رکھی گئی ہے۔

غرض ایسی نماز نہیں بلکہ اطمینان کی نماز بھی چند منٹوں میں ہو جاتی ہے، اور کل عبادتیں بھی اس میں آجاتی ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اور عبادتیں نہ کریں اور عبادتیں بھی کرنا ہوگا، جیسے گل نہ رہے تو گلاب تو رہتا ہے، اسی طرح رمضان نہ رہے تو رمضان کا لطف نماز میں ہے، اس لئے کہ روزہ میں صرف تین چیزوں سے رکنا ہے:-

(۱) کھانا (۲) پینا (۳) جماع ۔ نماز میں بھی ان تینوں چیزوں سے رکنا ہے، بلکہ روزہ سے بھی بڑھ کر، کیوں کہ روزہ میں بولنا ممنوع نہیں ہے لیکن نماز میں چلنے، پھرنے ہنسنے بولنے سب کا روزہ ہے اور دنیا کے لئے رونے سے بھی روزہ ہے۔

سنو صاحبو! اس پر ایک حکایت یاد آئی :-

حکایت ایک بزرگ ہمیشہ قرضدار رہتے تھے ان کا قرض لینا اللہ کے واسطے تھا بزرگوں کے پاس مہمان آیا کرتے ہیں، ان کے پاس بھی مہمان آتے، اگر اس وقت ان کے پاس کچھ نہ ہوتا تو قرض لیتے، اس طرح یہ قرضدار ہو گئے تھے، ایک روز سارے قرضخواہ جمع ہو کر بیٹھے اور تقاضہ شروع کئے کہ ہم آپ کو بزرگ سمجھ کر قرض دیئے تھے ادا کرو، تنگ ہو کر وہ بزرگ منہ ڈھانک کر پڑ رہے، اتنے میں ایک لڑکا مٹھائی بیچنے والا نکلا، یہ بزرگ اس کو بلائے اور پوچھا کہ تیرے پاس کتنی مٹھائی ہے اس نے کہا دو روپے کی، یہ بزرگ سب خرید لئے اور جو لوگ تقاضہ کو بیٹھے تھے ان کو کھلا دیئے وہ مٹھائی بیچنے والا لڑکا قیمت مانگا تو جواب دیئے کہ قیمت ہوتی تو یہ برات کیوں ہوتی لوگ اور بگڑے کہ بیچے پر آپ نے ظلم کیا، اگر ہم کو پہلے سے معلوم ہوتا تو ہم نہ کھاتے، وہ لڑکا یہ دیکھ کر رونا شروع کیا کہ مجھے سیٹھ مار ڈالے گا۔

تھوڑی دیر نہیں ہوئی تھی کہ ایک شخص کشتی میں اتنے ہی روپیے لایا جتنا کہ قرض تھا اور کاغذ میں مٹھائی کی قیمت بھی، ان بزرگ نے سب کا قرض ادا کر دیا، لوگوں نے پوچھا کہ حضرت یہ کیا بات تھی؟ آپ نے فرمایا کہ جب تم لوگوں نے مجھ کو تنگ کیا تو میں نے اللہ سے عرض کیا کہ ان کا قرض ادا کر دیجئے، کیوں کہ میں نے آپ ہی کیلئے

قرض کیا ہے ادھر سے جواب ملا اجی ہمارے خزانے میں کچھ کمی نہیں مگر تمہارے یہاں کوئی رونے والا نہیں، یہ سن کر میں نے سوچا کہ کس کو رولاؤں، اس لئے میں نے مٹھائی والے کو رولا دیا، ادھر اس کا رونا تھا کہ ادھر سے رحمت کا جوش ہوا، اور قرض ادا ہو گیا چنانچہ مولانا فرماتے ہیں ؎

تا نگرید کودک حلوا فروش ۔۔۔ بحر بخشائش نمی آید بجوش

حلوا بیچنے والے کا لڑکا جب تک نہ روئے۔ (رحمت الٰہی کا) دریا بخشش کے واسطے جوش میں نہیں آتا ہے۔

تو صاحبو! رونا ایسی چیز ہے مگر نماز میں آخرت کے لئے اور خدا کے لئے رونا جائز ہے اور دنیا کے لئے ناجائز۔

غرض روزے میں ادھر اُدھر دیکھنا تو جائز ہے، مگر نماز میں ادھر اُدھر دیکھنے کا بھی روزہ ہے چنانچہ نماز میں نگاہ کا بھی روزہ ہے، دیگر عبادتوں میں لوگ بات کرنے سے نہیں رکتے مثلاً آپ روزہ میں لوگ آپ سے باتیں بھی کرتے ہیں، بخلاف نماز کے کہ جہاں آپ نے نماز شروع کی تمام لوگ آپ سے بات کرنے سے رک جاتے ہیں تو نماز میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ خلوت ہو گئی ؎

ہیچ کنجے بے دد و بے دام نیست ۔۔۔ جز بخلوت گاہ حق آرام نیست

کوئی خزانہ ایسا نہیں ہے جس میں درندو محنت اور دام نہ ہو۔ حق کے خلوت گاہ (یعنی تنہائی کی جگہ) کے سوا آرام نہیں ہے

نماز کیا بہتر چیز ہے کہ اس کی وجہ سے خلوت بھی نصیب ہوگی اگر بادشاہ بھی چاہے تو اس وقت آپ کی خلوت میں خلل نہیں ڈال سکتا۔ غرض جب خدا کے ساتھ خلوت چاہو نماز شروع کر دو۔

صاحبو! حج کی حقیقت تعلق بالبیت ہے، قلب میں بھی اور قالب میں بھی تو نماز میں اس طرح کہ آپ نے استقبال قبلہ کی نیت کی، ظاہرہ رخ بھی کعبہ کی طرف ہوتا ہے تو جو شخص نماز پڑھے گا اس کو برکات حج حاصل ہوں گے۔

اعتکاف گناہوں سے رکنا ہے، نماز میں تمام گناہوں سے رک جاتے ہیں اسلئے نماز میں اعتکاف بھی ہے، چنانچہ ارشاد باری ہے اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ

وَالْمُنْکَر" کہ نماز بے حیائی کے کاموں سے اور بُرے کاموں سے روکتی ہے اس پر شاید یہ سوال کسی کے دل میں آیا ہوگا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض نمازی بھی بُرے کام کرتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ نماز کا فحشا اور منکر سے منع کرنا ایسا ہے جیسے یوں کہتے ہیں کہ قانون چوری، زنا، غضب، ظلم وغیرہ سے روکتا ہے، اس کے معنیٰ یہ نہیں کہ قانون ہاتھ پکڑ کر روک دیتا ہے بلکہ معنیٰ یہ ہوتے ہیں کہ قانون کا مقتضیٰ یہ ہے کہ غضب نہ کرو، رشوت نہ لو وغیرہ اسی طرح کہا جاتا ہے کہ باپ کی عظمت بے ادبی سے روکتی ہے یعنے باپ کی عظمت کا مقتضیٰ یہ ہے کہ اس کی بے ادبی نہ کی جائے، یہی مطلب اس آیت کا ہے کہ نماز کا مقتضیٰ ہے فحشا سے روکنا، کیوں کہ اب وہ درباری ہوگیا ہے اور درباری بننے کے لیے اس سے ایسے افعال کا صادر ہونا جو درباریوں کی شان کے مناسب نہ ہوں ممکن نہیں ہے کہ آج تو عبادت میں خشوع ظاہر کر رہا ہے اور کل اس کے خلاف کر رہا ہے تو نماز کی یہ بھی خاصیت ہے کہ وہ محرمات سے روکتی ہے۔

تلاوت قرآن کے جو فضائل آئے ہیں وہ قراءت نماز میں بھی ہے اس لیے جو نماز پڑھے گا اس کو تلاوت قرآن کے فضائل بھی حاصل ہوں گے۔

اذکار و تسبیح کے فضائل بھی نماز میں حاصل ہو جاتے ہیں کیوں کہ رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم اور سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہتے ہیں، اس لئے نمازی کو اذکار کے فضائل حاصل ہو جاتے ہیں۔

سورۂ فاتحہ میں دُعا بھی ہے اور آمین بھی... اور نماز میں درود شریف بھی ہے غرض نماز کسی برکت سے خالی نہیں، چنانچہ اولیاء اللہ کا ذکر انعمتَ علیہم میں آجاتا ہے مغضوب علیہم کا ذکر۔ زکوٰۃ کی حقیقت انفاق فی سبیل اللہ (اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا) ہے نماز میں زکوٰۃ بھی ہے کیونکہ نمازی کو ستر عورت کے لئے انفاق فی سبیل اللہ کرنا ہوگا قربانی کی حقیقت فنا کر دینا ہے نماز میں نفس کی قربانی ہے، کیوں کہ اس میں سارے خواہشات کو چھوڑ کر طرح طرح کے قیود میں مقید ہو کر نمازی اپنے ارادہ کو فنا کر دیتا ہے چنانچہ مولانا رومؒ فرماتے ہیں:-

وقتِ ذبح اللہ اکبر می کنی ہم چنیں در ذبح نفس کشتنی

ترجمہ۔ ذبح کے وقت اللہ اکبر کہتا ہے تو اسی طرح (اللہ اکبر کہنے) میں نفس کو ذبح کیا جاتا ہے

غرض نماز وہ عبادت ہے کہ جس کے ادا کرنے سے تھوڑی دیر میں بہت سی عبادتیں ادا ہو جاتی ہیں، اسی واسطے دن میں نماز پانچ وقت مقرر کی گئی ہے، مگر افسوس آج کل نماز کی بالکل پرواہ نہیں رہی ہے حالانکہ یہ اتنی بڑی چیز ہے حضرات صحابہؓ فرماتے ہیں ما کانوا یرون شیئا من الاعمال ترکہ کفر الا الصلوٰۃ او نحوہ "یعنی ہم کسی کام کے چھوڑنے کو کفر نہیں سمجھتے تھے بجز نماز کے کہ اس کا چھوڑنا کفر سمجھا جاتا تھا" کیونکہ نماز ہی ایسی چیز ہے کہ یہ مسلمانوں کا قومی امتیاز ہے اس لئے اس زمانہ میں اس امتیاز کی ہر مسلمان حفاظت کرتا تھا اور جو شخص نماز نہ پڑھتا ہو اس پر کفر کا شبہ ہوتا تھا اور حضرات صحابہؓ نے جو یہ فرمایا ہے کہ ہم ترک صلوٰۃ کو کفر سمجھتے تھے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تارک صلوٰۃ حقیقتاً کافر ہو جاتا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس زمانہ میں کوئی مسلمان تارک صلوٰۃ نہ تھا اگر کوئی تارکِ صلوٰۃ نظر آتا تو اس پر کافر ہونے کا شبہ ہوتا تھا۔

غرض نماز کی بڑی تاکید آئی ہے چنانچہ ایک حدیث میں وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں ارادہ کرتا ہوں کہ ایک شخص کو مسجد میں امام بناؤں اور خود ان لوگوں کو تلاش کروں جو عشاء کی نماز میں حاضر نہیں ہوتے (اگرچہ ان کو کوئی عذر بھی نہیں ہے) پھر اپنے غلاموں کو حکم دوں کہ لکڑیاں جمع کر کے ان لوگوں کے گھروں میں آگ لگا دوں، اللہ اللہ حضورؐ کی تو ایسی شفقت اور رحمت ہے کہ باوجودیکہ کفار کو بھی آگ سے جلانا آپ کو گوارا نہیں تھا جیسا کہ حدیثوں میں وارد ہے مگر تارکِ صلوٰۃ کے لئے آپ نے اسکا ارادہ فرمایا اس سے سمجھ لیجئے کہ جماعت کا شریعت میں کس قدر اہتمام ہے پس نماز کی پابندی کے ساتھ جماعت کی بھی پابندی کرنا چاہیئے، ہاں اگر کوئی عذر ہو تو کوئی مضائقہ نہیں، مگر عذر بھی آپ کا تراشا ہوا نہ ہو بلکہ شریعت کا مانا ہوا ہو۔

صاحبو! نماز کی فضیلت میں کیا بیان کروں، اس کی تاکید کے بارے میں تو آپ سن ہی چکے، اب اسکی فضیلت کے بارے میں سنئے اس کی خاص فضیلت یہ ہے کہ

اسلام کے سارے فرائض و احکام زمین پر فرض ہوئے ہیں، اور نماز، معراج مبارک کی رات میں عرش پر فرض ہوئی ہے۔

حدیث جب بندہ نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے اور اَللّٰہُ اَکْبَرْ کہہ کر نیت باندھتا ہے اور جب اللہ اکبر منھ سے نکالتا ہے تو نمازی سارے گناہوں سے ایسا پاک ہوجاتا ہے جیسا کہ آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو، جب نمازی اَعُوْذُ پڑھتا ہے تو نمازی کے بال بال کے بدلے نیکیاں ملتی ہیں، جب اَلْحَمْدُ پڑھتا ہے تو گھر بیٹھے حج اور عمرہ کا ثواب ملتا ہے، جب رکوع کرتا ہے "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم" کہتا ہے تو جس قدر آسمان سے کتابیں نازل ہوئی ہیں، ان سب کے پڑھنے کا ثواب ملتا ہے جب "سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ" کہتا ہے تو اللہ تعالےٰ اس بندہ کو نظر رحمت سے دیکھتا ہے، جب نمازی سجدہ کرتا ہے تو سارے جن وانس کی گنتی کے موافق ثواب حاصل ہوتا ہے، جب سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہتا ہے تو غلام آزاد کرنیکا ثواب ملتا ہے، جب اَلتَّحِیَّاتُ پڑھتا ہے تو اللہ تعالےٰ صابرین کا ثواب دیتا ہے، جب سلام پھیرتا ہے تو آٹھوں دروازے جنت کے اس کے لئے کھولے جاتے ہیں جس دروازہ سے چاہے جنت میں چلا جائے۔

حدیث جب نمازی نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اس کے سر سے لے کر آسمان تک رحمت الٰہی کی گھٹا چھا جاتی ہے، نیکیاں مینھ کی طرح برسائی جاتی ہیں۔

فرشتے نمازی کے پیروں سے آسمان تک اس کے چاروں طرف جمع ہوجاتے ہیں اس کی زیارت کرتے ہیں۔

ایک فرشتہ پکارتا ہے، اے بندۂ نمازی اگر تو دیکھ لے کہ تیرے سامنے کون ہے اور تو کس سے باتیں کر رہا ہے تو وَاللّٰہ قیامت تک سلام نہ پھیرے، نماز ہی میں مشغول رہے اور اسی حال میں مرجائے اور کبھی بس نہ کرے اور جس زمین پر نماز پڑھی جاتی ہے وہ ٹکڑا زمین کا اپنے چاروں طرف کے زمین کے سامنے فخر کرتا ہے اور خوش ہو کر اس نعمت کا

اظہار کرتا ہے۔ ساتویں زمین تک مسجد کے نیچے والی زمین کے یہ ٹکڑے مقابل والے ٹکڑوں سے فخر کرتے چلے جاتے ہیں اور کہتے جاتے ہیں ؎

جمال ہمنشیں در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

جس ٹکڑے پر نماز پڑھی گئی وہ ایسا برکت والا ہو، شان والا ہو، تو نمازی کس قدر متبرک اور بزرگ نہ ہوگا۔

قیامت میں جب نمازیوں کو جنت میں جانے کا حکم ہوگا تو سب سے اول ایک جماعت سورج کی سی چمک کے چہرہ والے جنت میں جائیں گے تو ان سے فرشتے پوچھیں گے کہ تم کون لوگ تھے اور کیا عمل کرتے تھے کہ جس کے معاوضہ میں تم کو یہ درجہ ملا۔ یہ لوگ جواب میں کہیں گے کہ ہم مسلمان تھے اور نماز کے پابند تھے، ہمیشہ (۵) وقت اذان کے پہلے مسجد میں آجاتے تھے۔

ایک دوسری جماعت چاند کے جیسے چہرہ والے جنت میں جائیں گے، فرشتے ان سے بھی اسی طرح پوچھیں گے تو یہ جواب دیں گے کہ ہم اذان سنتے ہی مسجد میں پہونچتے تھے۔

اور ایک جماعت تاروں کے جیسے چہرہ والی بھی ہوگی، جب ان سے فرشتے پوچھیں گے تو یہ جواب دیں گے کہ تکبیر کے وقت تک آکر جماعت میں شروع سے مل جاتے تھے۔

غرض نماز کے ہر رکوع کے بدلے میں ایک محل جنت میں اور ایک سجدہ کے بدلے ایک جھلک مولا کے دیدار کی نصیب ہوگی۔

اس لئے صاحبو! نماز زیادہ پڑھا کرو۔

صاحبو! سوچنے کی بات ہے کہ ستر ہزار سال کا عابد کہ اس کو ایک وقت حکم ہوا تھا سجدہ کرنے کا، وہ سجدہ نہ کرکے راندۂ درگاہ ہوا، شیطان بنا، حالانکہ آدم علیہ السلام قابل سجدہ نہ تھے صرف حکم خدا تھا۔

شیطان بعض وقت کہتا ہے کہ توبہ سے کیا فائدہ، پھر گناہ ہونگے اس سے کہو جیسے بیماری آتی ہے تو علاج کرتے ہیں، حالانکہ معلوم ہے کہ پھر بیماری آئیگی، جیسے اس وقت علاج کرکے

تندرست ہو جاتے ہو، پھر جب دوبارہ بیماری آتی ہے پھر دوبارہ علاج کرتے ہو، مگر ہر وقت کوشش کرتے رہتے ہیں کہ بیمار نہ ہوں، ایسا ہی اب تو گناہ سے توبہ کرو اور کوشش کرتے رہو کہ گناہ نہ ہونے پا دیں، اگر گناہ ہو جائیں تو پھر توبہ کر لینا۔

صاحبو! اس لئے اب آپ نماز کی اور قرآن کے احکام کی پابندی کرو کہ ساری خرابیوں کی جڑ ان ہی چیزوں کو چھوڑنا ہے، اس پر مجھے ایک حکایت یاد آئی سنیئے:۔

حکایت ایک بوڑھے نے ایک طبیب سے اپنا حال کہا کہ آنکھوں میں تیرگی ہے۔ طبیب نے کہا کہ یہ بڑھاپے کی وجہ سے ہے بوڑھے نے کہا میرا دم چڑھتا ہے طبیب نے کہا کہ یہ بھی بڑھاپے کی وجہ سے ہے، پھر اس نے کہا کہ مجھ کو بھوک نہیں لگتی، طبیب نے کہا یہ بھی بڑھاپے کی وجہ سے ہے۔ غرض اس نے جو جو شکایت کی طبیب نے کہا کہ یہ بڑھاپے کی وجہ سے ہے، یہ سن کر بوڑھا بگڑ گیا اور غصہ میں آکر طبیب کو دھول لگایا، اور کہا کہ تو نے کیا سارے طب میں یہی پڑھا ہے کہ بڑھاپے سے، بڑھاپے سے، تب طبیب نے کہا کہ بڑے میاں میں تمہارے مارنے اور غصہ ہونے سے برا نہیں مانتا یہ بے موقع غصہ بھی بڑھاپے ہی سے ہے، غرض سب بیماریوں کی جڑ بڑھاپا ہے۔

ایسا ہی مسلمانو! آپ کے عقائد بگڑے ہوئے ہیں، چلّوں کے پاس آپ منتیں مانگتے ہیں، پچھے تو پچّے، دیو شیطان، بھوت کو مسلمان حاجت روا سمجھتے ہیں، یہ کیوں ہو رہا ہے، یہ قرآن چھوڑنے سے ہو رہا ہے، دیانت آپ سے چھوٹ گئی، نہ نماز ہے نہ روزہ نہ حج ہے نہ زکوٰۃ یہ کیوں؟ قرآن چھوڑنے سے، معاملات آپ کے بالکل خراب ہیں، بیوپار کریں گے تو دھوکہ دیں گے، خریدیں گے تو بائع کو ستائیں گے، زراعت کریں گے تو رہن زمین رکھ کر۔ غرض جو معاملہ کریں گے خدا اور رسول کے خلاف کریں گے، یہ کیوں ہو رہا ہے یہ قرآن چھوڑنے کی وجہ سے ہے، آپ کی طرز زندگی مسلمانوں کی طرح نہیں رہی، غیر مسلموں کی وضع زندگی بسر کر رہے ہیں، یہ کیوں؟ قرآن چھوڑنے سے، آپ کے اخلاق بالکل ابتر حالت میں ہیں، خلق محمدی کی بو تک نہیں لگی ہے، یہ کیوں؟ قرآن چھوڑنے سے۔ غرض تمام خرابیوں کی جڑ قرآن چھوڑنا ہے، اسی واسطے ارشاد باری ہوتا ہے:۔

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ط (پ - رکوع ۱ - سورہ اعراف)

ترجمہ:- اتباع کرو اس کی جو اترا تمہارے لئے تمہارے رب کی طرف سے اور نہ چلو اس کے سوا اور رفیقوں کے پیچھے۔

خدا جانے مسلمان، مسلمانی کو کیا سمجھے ہوئے ہیں، قرآن کے ایک حرف پر بھی عمل نہیں، پھر مسلمان کے مسلمان۔ سچ کہو اگر ایک بادشاہ اپنے کسی غلام یا نوکر کو کسی ملک کا حاکم بنا کر بھیجے یہ وہاں جا کر حکومت کر رہا ہے، پھر بادشاہ کا دوسرا فرمان اشد ضروری یہ پہونچا کہ ہمارے لئے اسی شہر میں ایک محل ضرور تعمیر کراؤ، یہ اس فرمان کو بہت عزت کے ساتھ طاقچہ میں رکھا، لیکن محل تعمیر نہ کروایا۔ اگر وہ بادشاہ وہاں آئے اور سنے کہ اس نے اس کے فرمان کو بہت عزت سے تو رکھا لیکن محل تعمیر نہ کروایا تو بتلائیے کہ وہ بادشاہ اس کو خلعت و انعام دے گا یا سزا۔ اسی طرح آپ نے خدا کے فرمان کو جو قرآن ہے اور جو اسی واسطے بھیجا گیا ہے کہ دین کا محل تعمیر کیا جائے .... صرف عزت سے رکھا اور دین کا محل تعمیر نہیں کیا تو بتلائیے خدائے تعالیٰ بھی آپ کو ثواب دے گا یا عذاب۔

اے قرآن کے چھوڑنے والو! تم اور امتوں کے حالات سنتے ہوں گے، موسیٰ علیہ السلام جب توریت لے کر آئے تو اس وقت کے لوگ اس کے قبول کرنے سے رُکے تو ہم نے جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا تو انھوں نے ایک پہاڑ کو جڑ سے اکھاڑ کر ان کے سروں پر سائبان کے جیسا کھڑا کر دیا اور کہا کہ اس اللہ کی کتاب کو قبول کرو، ورنہ پہاڑ گرا کر ہلاک کر دیئے جاؤ گے، سب لوگوں نے جب دیکھا کہ قبول کئے بغیر کوئی چارہ کار نہیں تو قبول کیا سجدہ میں گر کر عاجزی کرنے لگے تب پہاڑ ہٹ گیا، پھر جب انھوں نے آہستہ آہستہ کتاب الٰہی پر عمل کرنا چھوڑ دیا تو "وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا" (پ - رکوع ۱ - سورہ اعراف) کتاب الٰہی کے چھوڑنے کی شامت میں ہم نے بہت سی بستیوں کو تباہ و برباد کر دیا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ ۞ پس ہمارا عذاب ان پر یکایک آ گیا وہ رات کو بے خبر پڑے سوتے تھے یا دن کو قیلولہ کر رہے تھے یکایک عذاب الٰہی نے آ لیا "فَمَا كَانَ دَعْوٰهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۞ پھر عذاب

آنے کے بعد بجز اس کے کہ انھوں نے اقرار کیا کہ بے شک ہم کتاب الٰہی چھوڑنے کی وجہ سے ظالم تھے اور اس اقرار کے سوا ان کو کچھ نہ بن پڑا، اے قرآن کے چھوڑنے والو! عبرت کی آنکھیں کھولو، ڈرو، عذاب الٰہی کے سینکڑوں طور ہیں، غفلت میں پڑے سد ہوگے اور اسی قرآن چھوڑنے کی شامت سے عذاب آیا اور آئے گا، جیسا کہ پچھلی امتوں پر آیا ہے چنانچہ قرآن میں بھی ایسا ہی ذکر ہے، اب بھی ہم دیکھتے ہیں کہ بعض شہروں میں رات کو زلزلہ شروع ہوا ہزاروں ہلاک ہوگئے۔ بعض جگہ رات کے وقت ندی میں طوفان آیا، لوگ بے فکر سو رہے تھے بے گنتی غارت ہوگئے، کیا یاد نہیں کہ طاعون اور وبا نے کیا کیا نہ کیا، بعض وقت ظالم بادشاہ کی وجہ سے سینکڑوں ہلاک کر دیئے گئے۔ جنگ بدر میں کفار کے مارے جانے کو خدا نے اپنا عذاب فرمایا ہے، جنگ یورپ میں کئی کروڑ مارے گئے، ہمارے یہاں کا قاعدہ ہے کہ پہلے ڈھیل دی جاتی ہے، پھر معمولی چیز سے عذاب نازل کر دیتے ہیں۔

حکایت نمرود نے جب ابراھیم علیہ السلام کو دیکھا کہ ابراھیم علیہ السلام کو انکے خدا نے آگ سے بچا لیا، تو حکم دیا کہ میں ابراھیمؑ کے خدا کو دیکھنا چاہتا ہوں، اور حکم دیا کہ ایک ایسا محل بناؤ کہ جو ممکنہ طور پر آسمان سے قریب ہو جائے تب تین سال کے عرصہ میں پانچ ہزار گز کی بلندی کا اور ایک میل عرض کا محل تیار کیا گیا، جب نمرود نے اس پر چڑھ کر آسمان کو دیکھا تو اس کو اسی طرح مزید بلند پایا جیسا کہ زمین سے تھا، دوسرے روز ایسی ہوا چلی کہ وہ مکان گر گیا، جس کی وجہ سے بہت سی مخلوق ہلاک ہوگئی۔ پھر تو نمرود بہت بگڑا کہ ابراھیمؑ کے خدا نے میرے محل کو گرا دیا اب اس سے جنگ کرنا ضروری ہے، آخر گدھ پالا، ایک صندوق مربع لیا، اور چار گدھ اوپر اور چار نیچے باندھا، پھر ایک مردہ جانور کو ایک بھالے پر لگا کر اوپر رکھا اور گدھوں کو بھوکا رکھا، اس کے بعد صندوق میں خود اور ایک شخص کو بٹھایا، مردار کے واسطے گدھ اڑے اور کئی دن تک اوپر اڑتے رہے لیکن آسمان کو قریب نہ پایا، اس کے ساتھی نے ایک تیر پھینکا، حکم ہوا ہمارے دریے اس کو مایوس مت واپس کرو، اس لئے اس تیر کو کسی پرندہ کے خون میں تر کر کے واپس کیا گیا، واپسی کے لئے نیچے کی طرف گدھ کو مردار جانور

دکھائے جس کی وجہ سے وہ اترنا شروع کئے۔ غرض اسی طرح سے مہلت دی گئی جب وقت قریب آگیا تو ایک پتھر سے عذاب دیا گیا، اسی طرح اصحاب فیل کو ابابیل سے عذاب دیا گیا۔ غرض جب وہ چاہتے ہیں تو جس چیز سے چاہتے ہیں عذاب کر دیتے ہیں۔

صاحبو! اب تک جو ہوا سو ہوا، اب بھی وقت ہے سنبھلنے کا۔

حکایت مولانا مثنوی شریف میں فرماتے ہیں کہ ایک تالاب تھا اس میں تین مچھلیاں تھیں، ایک روز شکاری اس تالاب پر آئے لیکن مچھلیوں کو اس کا پتہ چل گیا، پھر جب شکاری جال لانے کے لئے دوڑے تو اس کی بھی خبر مچھلیوں کو ہوگئی ان میں ایک مچھلی عقلمند تھی، اس نے کہا کہ اب مشورہ کا وقت نہیں ہے، تاہم کسی زندہ دل سے مشورہ کرنا چاہیئے جو تجھ کو زندہ کردے، وطن کی محبت نے میرے ساتھیوں کو کاہل اور احمق بنا دیا ہے، اُن کا مشورہ بھی مجھ کو کاہل اور احمق بنادے گا، یہ کہہ کر۔

سینہ را پا ساخت می رفت آں حذور	ترجمہ:۔ وہ سینہ کو پاؤں بنا کر
از مقام با خطر تا بحر نور	خطرناک مقام سے دریائے نور تک چلی گئی۔
ہمچو آہو کز پئے او سگ بود	وہ مثل ہرن اس کے پیچھے کتا تھا۔
می دود تا در تنش یک رگ بود	دوڑتی رہی جب تک کہ جسم میں ایک رگ رہی۔
خواب خرگوش و سگ در پئے خطا ست	خرگوش کی نیند کتے کی (بیداری) سب بیکار
خواب خود در چشم ترسیدہ کجا ست	چشم ترسیدہ خوف والوں کو کہاں سونا کہاں نصیب
آں چہا بسیار دید و عاقبت	وہ بہت سطح (سیر و تماشہ) دیکھے آخر کار
رفت آخر سوی امن و عافیت	امن و عافیت کی طرف چلے گئے۔

غرض اس کنڈ سے نکل سے نکل کر تڑپتے تڑپتے دریا میں گر گئی، گو تھوڑی تکلیف سہی مگر جان سے بچ گئی، اتنے میں شکاری جال لے کر آگئے۔ دوسری مچھلی نیم عاقل تھی وہ گھبرائی اور کہنے لگی کہ ہائے میں نے کہا عمدہ موقع کھو دیا، بہت پچھتائی بڑی حسرت و ندامت اٹھائی۔ اس کو سب سے بڑی حسرت یہ تھی کہ میں نے عقلمند ساتھی کو کھو دیا۔ اس نے کہا خیر جو ہوا سو ہوا، اب بھی موقع ہے کہ کچھ تدبیر کروں یہ کہہ کر خود کو مردہ بنا کر

پانی پر کچرے کی طرح پڑی رہی، شکاری افسوس کرکے اس کو اٹھا کر باہر پھینک دیئے اور ندی کی مچھلی کے پکڑنے کی فکر کرنے لگے، وہ مچھلی موقع پاکر تڑپتے تڑپتے دریا میں جا گری، مرنے کے پہلے مرنے سے بچ گئی۔ تیسری مچھلی احمق تھی اس کو کچھ نہ سوجھا پانی کے اندر خوش خوش پھر رہی تھی، دام گرا، دام میں پکڑی گئی۔ جب توے پر تلی جانے لگی تو کہنے لگی ؎

باز می گفت کہ گر ایں بار من	ترجمہ:۔ پھر کہی کہ اگر یہ میرے معشوق
وا زہم زیں محبت گردن تشکن	گردن شکن کی صحبت سے چھٹکارا پاؤں تو
می نسازم جز بہ دریائے وطن	میں اپنا وطن سوائے دریا کے کہیں اور نہ بناؤنگی
آب گرے زا نسازم می سکن	اس جیسے مقام کے جیسا کہیں اور سکونت اختیار نہ کرونگی

ایسا ہی دنیا کے تالاب میں ہم سب ہیں، اس وقت مشورہ کا وقت نہیں ہے دنیا کی محبت نے مردہ دل بنا دیا ہے، اس لئے عقلمند وہی تھے جو اس وقت مشورہ نہ کرکے قرآن کے دریا میں جا گرے، اب دنیا کے عذاب لگاتار شروع ہوگئے ہیں، اگر نیم عاقل ہو تو اب بھی موقع ہے خود کو مردہ بناؤ، لوگ اس شکاری کی طرح تم کو اپنے سے علیحدہ کرکے پھینک دیں گے کچھ مضائقہ نہیں، تم کیسے کیسے قرآن کے دریا میں جاکر و تو دوزخ کے توے پر تلے جانے سے بچ جاؤ گے، ورنہ یاد رکھو تیسری مچھلی کی طرح تم خوش خوش گناہوں میں رہو گے، دنیا کے عذاب الٰہی کا جال پڑجائے پھر دوزخ کے توے پر تلے جاؤ گے اس وقت کہو گے کہ اگر اس بار چھوٹ جاؤں تو پھر دریائے قرآن میں رہوں گا، دنیا کے رسم و رواج کے اور گناہوں کے کنٹوں میں نہ رہوں گا، جب یہ آرزو کرو گے تو ملائکہ کہیں گے "اَلَمْ یَاْتِکُمْ نَذِیْرٌ ○" (پ ۲۹۔ رکوع ۱۔ سورہ ملک) کیا ڈرانے والے نہیں آئے تھے، اور یہ نہیں سنائے تھے کہ "فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِیْنَ اُرْسِلَ اِلَیْھِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِیْنَ ○" (پ ۸۔ رکوع ۱۔ سورۂ اعراف) پیغمبروں سے پوچھا جائے گا کہ تم ہمارے احکام پہونچائے یا نہیں، امت سے پوچھا جائے گا کہ تم نے کیا سنا اور کیا عمل کیا۔ جب جانوروں کا حساب ہوچکے گا تو اللہ تعالیٰ آدمیوں کی طرف متوجہ ہوگا، سب سے پہلے لوح کو بلایا جائے گا، لوح کانپتے تھرتھرانے حاضر ہوگا، ارشاد ہوگا کیا ہمارے

احکام پہنچا دیئے؟ لوح عرض کرے گا ہاں پروردگار پہنچا دیا تھا۔ حکم ہوگا کون گواہ ہیں عرض کرے گا الٰہی اسرافیلؑ گواہ ہیں، حکم ہوگا بلاؤ اسرافیلؑ گھبرائے ہوئے حاضر ہوں گے حکم ہوگا کیا لوح نے ہمارے احکام تجھ کو دیئے؟ اسرافیلؑ جواب دیں گے کہ ہاں یہ سنکر لوح کہے گا۔ شکر ہے اس اللہ کا جس نے مجھ کو عذاب سے نجات دی۔ تب اسرافیلؑ سے حکم ہوگا کہ تم نے ہمارے احکام کیا کئے، عرض کریں گے کہ جبرئیلؑ کو دیا حکم ہوگا بلاؤ جبرئیلؑ کو جبرئیلؑ بھی ڈرتے کانپتے حاضر ہوں گے۔ کہیں گے کہ بے شک اسرافیلؑ نے مجھ کو آپ کے احکام دیئے اور میں نے انبیاء تک ان کو پہونچا دیا، تب پیغمبر حاضر کئے جائیں گے، حکم ہوگا تم نے کیا کیا، وہ کہیں گے امت کو ہم آپ کے احکام پہنچا دیئے، اس وقت امت سے سوال ہوگا کہ کیا تم کتاب الٰہی پر عمل کئے۔ بتلائیے اسوقت کیا جواب دوگے؟

صاحبو! ابھی سے سونچ رکھو اور قرآن شریف پر عمل کرنے کے لئے تیار ہوجاؤ کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں فرمائے ہیں کہ اے لوگو! تم قیامت میں پوچھے جاؤ گے۔

صاحبو! قرآن پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے ہم سے دنیا بھی گئی اور آخرت میں بھی ہم رسوا ہوں گے، اسکی کچھ تفصیل تو اوپر گذری، اب میں آپ کو قرآن کی فضیلت اور اس کے دنیا اور آخرت کے لئے مسلمانوں کے حق میں رحمت ہونے کے بارے میں تفصیل سے کہنا چاہتا ہوں ذرا غور سے سنئے:۔

قرآن شریف حضور کا بہت بڑا معجزہ ہے، قرآن سے عجیب و غریب راز کھلتے ہیں مثلاً دل کی آنکھ دیکھنے لگتی ہے، توحید، نبوت، معاد وغیرہ پر مشاہدہ ہوتا ہے اس لئے قرآن بصائر ہے، جس کی وجہ سے بھٹکے ہوؤں کو ہدایت ہوتی ہے، عام مسلمانوں کے لئے رحمت ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے "ھٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ" (پ ۹۔ رکوع ۲۴۔ سورۂ اعراف) (یہ گویا بہت سی دلیلیں ہیں تمہارے رب کی طرف سے اور ہدایت و رحمت ہے ان لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں)۔

چنانچہ دارمی کی حدیث میں مذکور ہے کہ قرآن پاک کی ایک آیت (۷) زمین (۷) آسمان کے (۱۴) طبق کی مخلوق سے افضل ہے، اللہ کے نزدیک بہت بہتر ہے۔

مسلمانو! خدا کی رحمت کا کچھ ٹھکانہ ہے کہ ایک آیت کی یہ شان ہے اور اس شان کی ہزارہا آیتیں تم کو دیا تو پورے قرآن کی کیا شان ہوگی، افسوس جن کے پاس ایسی رحمتوں کے خزانے ہوں پھر بھی وہ دنیا میں ذلیل ہیں اور آخرت میں دوزخ میں جائیں گے۔ افسوس ہے ایسے رحمت وہدایت کے خزانے کو ہاتھ نہیں لگا رہے ہیں، اس میں خدا کا کیا نقصان ہے، ہم خود کو برباد کر رہے ہیں۔

سنو صاحبو! قرآن کے ہر حرف کے بدلے (۱۰) نیکیاں لکھی جاتی ہیں، دس گناہ مٹائے جاتے ہیں اور دس درجے جنت میں بڑھائے جاتے ہیں، اسی طرح قرآن کے جو ایک کروڑ ۲۷ ہزار حروف ہیں کتنی نیکیاں لکھی جائیں گی۔ اس کا آپ خود اندازہ کر لیجئے اور ہر نیکی اُحد کے پہاڑ کے برابر ہوگی، ذرا سوچو، اس سے بڑھکر قرآن اور کس طرح خدا کی رحمت کا مظہر ہوگا، کروڑ ہا نیکیاں تمام عمر بھی نہ کرسکیں تب بھی ایک قرآن کے ختم کرنے سے مل جاتے ہیں، پھر اگر نماز میں کھڑے ہوکر پڑھیں تو ایک حرف کے بدلے سو نیکیاں ملتی ہیں۔ اس کے علاوہ خدا نے اس میں وہ روحانی لذت رکھی ہے کہ آنکھوں سے رلانا، آنسوؤں کی لڑیاں جاری کر دینا اسکی ایک ادنیٰ صفت ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے:-

"وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ" - رکوع ۱۱ - مائدہ)

(اور جب سنے جو اترا رسول پر تو دیکھے گا ان کی آنکھیں ابلی ہیں آنسوؤں سے) یوں روحانی لذت عام کر دی گئی ہے یہ کیسی خدا کی رحمت ہے، قرآن مجید میں دین جو اعلیٰ درجہ کی چیز ہے اس کا ذکر تو موجود ہے ہی، دنیا کی دولت بھی اس میں بے انتہا موجود ہے چنانچہ ہندوستان میں ایک یاقوت رقم تھے، ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن مجید (۸۰) (۹۰) ہزار روپیوں کو بکتا تھا، غرض لعل وجواہر کی بھی وہ منزلت نہ ہوگی جو ان کے ہاتھ کے لکھے ہوئے قرآن مجید کی تھی، ہندو ریاستیں تک ہزار ہا روپیہ پیشگی بھیج کر انکے ہاتھ کا

لکھا ہوا قرآن مجید منگوا کر بڑی عزت سے اپنے توشک خانہ میں رکھتے تھے۔
مسلمانو! سوچو اس کلام کے حروف کو خوب صورت طرز پر لکھنے سے یہ
عزت، یہ مرتبہ ملا تو جو بندہ اس کے خوب صورت معنیٰ کو اپنے دل پر
لکھے گا وہ دین و دنیا میں کتنی عزت پائے گا۔

حکایت ایک شخص کو اولاد نہ ہوتی تھی، بڑی عمر میں ایک بیٹی پیدا ہوئی تو اس نے مارے خوشی کے یہ قسم کھائی کہ میں اس لڑکی کے جہیز میں دو جہاں کی دولت دوں گا، کہنے کو تو اس نے کہہ دیا لیکن جب شادی کا وقت قریب آیا تو اس کو فکر ہوئی کہ میں نے یہ کیا کیا اور کہا، میری ہستی ہی کیا کہ میں دو جہاں کی دولت اپنی بیٹی کے جہیز میں دوں اور یہ سوچ رہا تھا کہ میں کیا دوں کہ میری قسم پوری ہو، اس پریشانی میں وہ ہر ایک عالم کے پاس جاتا تھا اور دریافت کرتا تھا لیکن کوئی تشفی بخش جواب نہ دے سکا، وہ زمانہ حضرت امام شافعی کا تھا، یہ شخص آپ کے پاس بھی حاضر ہوا اور اپنی مذکورہ پریشانی کا ذکر کیا، آپ نے یہ سن کر فرمایا کہ تیری قسم کی تدبیر سہل ہے تو اپنی بیٹی کو قرآن سکھا اور رخصت کے وقت اس کے بغل میں قرآن مجید کا ایک نسخہ دیدے، خدا کی قسم تو نے اگر ایسا کیا تو تو نے اپنی بیٹی کے جہیز میں دو جہاں کی دولت دی، اور تیری قسم پوری ہوگئی۔

غرض یہ وہ کلام ہے جس کی برکت اور عظمت اور رحمت کی وجہ سے خشک پتھروں سے بھی میٹھا پانی بہتا ہے۔

شہر اندلس میں دو نصرانی راہب مسلمان ہوئے، کسی نے ان سے پوچھا کہ تم اپنے مذہب میں بڑے مضبوط تھے، تمہارے مسلمان ہونے کی کیا وجہ ہے انھوں نے کہا کہ ہم ایک گرجا میں تھے وہاں کا حاکم ہمارے پاس ایک غلام بھیجا جو مسلمان تھا اس کو قرآن کی چند آیتیں یاد تھیں وہ ہم کو قرآن کی آیتیں سناتا تھا تو ہم کو بہت مزہ آتا تھا اس لئے چند آیتیں ہم نے بھی یاد کرلیں۔ ان آیتوں میں یہ آیتیں بھی تھیں:-

وَسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ط (پ۵۔ رکوع ۵۔ سورۂ نساء) (اور مانگو اللہ سے اس کا فضل)

اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ ط (پ۲۴۔ رکوع ۶۔ سورۂ مومن) تم مجھ سے مانگو میں تمہیں دونگا یعنی مانگنا تمہارا کام اور دینا میرا کام ہے' یہ آیتیں سن کر ہمارا دل کہتا تھا کہ کیا اچھی تعلیم ہے اور ہمارے دل میں یہ بھی تھا کہ کسی وقت اس کا امتحان بھی کریں' اتفاق سے ایک روز ہم عبادت خانہ میں کھانا کھا رہے تھے کہ یکایک ہمارے حلق میں نوالہ اٹک گیا فوراً ہم نے شراب کا پیالہ منھ کو لگایا لیکن اس سے کچھ فائدہ نہ ہوا' اس وقت اتفاق سے پانی پاس نہ تھا' ہم نے دل میں کہا الٰہی! تمہارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیری طرف سے یہ سنائے ہیں کہ "اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ" وَ "سْئَلُوا اللّٰہَ مِنْ فَضْلِہٖ" اگر یہ تیرا کلام ہے تو کہیں سے ہم کو پانی دے' ہم یہ دعا کر ہی رہے تھے اچانک مکان کا ستون جو پتھر کا تھا اور سینکڑوں برس سے خشک کھڑا تھا پھٹ گیا' اس میں سے میٹھا پانی بہنے لگا یہ دیکھ کر ہم دوڑے اور چلوؤں سے پانی پینے لگے' جوں ہی نوالہ ہمارے حلق سے اترا وہ پانی بند ہوگیا یہ دیکھ کر ہم کو قرآن اور اسلام کی صداقت کا یقین ہوگیا اور ہم مسلمان ہوگئے۔

غرض خدائے تعالےٰ اپنے قرآن کی برکت سے ظاہر میں بھی اور باطن میں بھی اپنی رحمت کے چشمے بہا رہے ہیں۔

ظاہر میں تو ستون سے پانی بہایا جس نے دنیا کی موت سے ان کو بچا لیا۔

باطن میں پتھر سے زیادہ سخت دل سے ایمان اور یقین کا چشمہ بہایا جسکی وجہ سے ہمیشہ کی موت اور دوزخ کا نوالہ بننے سے بچ گئے۔ اللہ اللہ کیا قرآن کی برکت ہے اور کیا قرآن کی رحمت ہے۔

یہ وہ شافی کلام ہے کہ لاعلاج امراض کو آن واحد میں دفع کر دیتا ہے۔

حکایت مسلمہ بن عبد الملک شاہان بنی امیہ سے تھا ایک وقت عین جنگ میں وہ گھوڑے سے گرا اور بے ہوش ہوگیا۔ وہاں قریب ہی ایک گرجا تھا اس کو اٹھا کر اس میں لے گئے' وہاں کے راہب نے پوچھا کہ اس کو کیا ہوا' لوگوں نے کہا اس کو ایک بیماری ہے کہ یکایک گر کر بے ہوش ہو جاتا ہے تب راہب اپنے پاس سے ایک کرتہ لایا اور کہا کہ اسکو پہنا دو' جوں ہی اس کو کرتہ پہنایا گیا تو کرتہ پہنتے ہی اس کو ہوش آگیا' لوگوں کو سخت

تعجب ہوا اور پوچھا کہ اس کرتہ میں کیا ہے، اس نے ان لوگوں کو دکھایا تو وہ کیا دیکھتے ہیں کہ اس کے اندر قرآن کی چند آیتیں مع بسم اللہ لکھی ہوئی ہیں، اس راہب نے ان سے کہا کہ ہزارہا مخلوق اس کرتہ سے فائدہ اٹھا رہی ہے۔

صاحبو! اس کے پاس تو چند آیتیں تھیں اور تم مسلمانو! کیسے خوش تقدیر ہو کہ سارا قرآن تمہارا ہے اگر تم چاہو تو جسمانی بیماریوں کا کیا ذکر، دل کی ساری بیماریوں کو اس پر عمل کر کے دور کر سکتے ہو۔

حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میں کسی بستی پر عذاب اتارنا چاہتا ہوں لیکن جب دیکھتا ہوں کہ وہاں بچے قرآن مجید پڑھ رہے ہیں تو عذاب بھیجنا موقوف کر دیتا ہوں۔

اللہ اللہ قرآن کیا رحمت ہے۔ صاحبو! اس بارے میں ایک حکایت سنو

حکایت یمن میں ایک مردہ کو دفن کیا گیا، جب لوگ واپس آئے تو قبر میں سے کسی کو پٹکنے کی سخت آواز آئی اور اس کے ساتھ ہی ایک کالا کتا نکلا لوگوں میں ایک بزرگ بھی تھے، انھوں نے کتے سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ کتے نے جواب دیا کہ میں مردہ کا برا عمل ہوں، تب ان بزرگ نے کہا کہ یہ پٹکنے کی آواز کیا تھی، کہا یہ مردہ قرآن بہت پڑھتا تھا، اس لئے اس کی قبر میں قرآن نے آکر مجھ کو پٹک کر باہر نکال دیا۔

اللہ اللہ قرآن کیا رحمت ہے، قبر میں بھی ساتھ رہتا ہے اور قبر کے ہر عذاب سے بچاتا ہے، جب سب عذاب دور ہو جاتے ہیں تو کہتا ہے اے میرے پڑھنے والے سب عذابوں سے میں نے تجھ کو بچا دیا لیکن تجھ کو آرام نہیں ہے، اس لئے خدا سے عرض کر کے تیرے آرام کا سامان بھی کرتا ہوں، پھر جا کر فرش، لباس وغیرہ ہر طرح کا انتظام کرتا ہے، یہی نہیں صبح و شام آکر خبر بھی لیتا رہتا ہے، اس کے علاوہ قیامت کی تپتی ہوئی دھوپ میں قرآن آکر اپنے پڑھنے اور عمل کرنے والوں کو چن چن کر نکالے گا اور یہ کہے گا کہ دنیا میں تم میرے ساتھ رہے، اس لئے آؤ آج نبیوں اور رسولوں کے

ساتھ خدا کے سایہ میں عرش کے نیچے رہو۔

کیوں مسلمانو! قرآن کیسی رحمت کی چیز ہے' سراپا رحمت ہے' دل کی آنکھ کھولنے والا ہے لیکن صاحبو! یہ سب کب ہے جز دان میں رکھ کر طاقچہ میں رکھ دوگے تو نہیں بلکہ " وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (پ ۹ رکوع ۱۴-۲۴ اعراف) (اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسکی طرف کان رکھو' اور چپ رہو' شاید تم پر رحم ہو)۔

چنانچہ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن اس وقت رحمت ہوتا ہے کہ اگر واعظ کی مجلس ہو' قرآن پڑھا جا رہا ہو' اور اس کے مطالب بیان کئے جا رہے ہوں تو تم قرآن ہی کی طرف کان لگاؤ عمل کرنے کی نیت سے سنتے رہو اور خاموش رہو' یہ تو قرآن کہہ رہا ہے۔

لیکن بعض بے سمجھ قصداً باتیں کرتے رہتے ہیں تو وہ نمونہ بنتے ہیں کفار کا کیونکہ حضور کے زمانہ میں بھی قرآن ہوتا رہتا تھا' اور وہ پریشان کرنے کے لئے باتیں کرتے رہتے تھے' اسی لئے کہا جا رہا ہے کہ کان لگاؤ اور خاموش رہو' یہ کیوں کہا جا رہا ہے؟ اس لئے کہ " لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ " تاکہ قرآن کی برکت سے تم پر خدا کی رحمت نازل ہو'

میاں سب رحمت ایک طرف اور یہ رحمت ایک طرف' جس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مسلمانو سچ کہو جس مجلس میں بادشاہ خود شریک ہو اس مجلس کی شان کیا پوچھتے ہو' حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ جس مجلس میں قرآن پڑھا جاتا ہو اور لوگ اس کے معنیٰ کے سننے میں غرق ہو گئے ہوں تو اس مجلس میں خدائے تعالیٰ خود برآمد ہو جاتا ہے' اللہ رے شان قرآن کے مجلس کی۔

مسلمانو! خدا کے ساتھ بیٹھنا چاہتے ہو تو آؤ قرآن کی مجلس میں بیٹھو تاکہ

۱۔ دنیا میں قرآن کے ساتھ رہو۔

۲۔ قبر میں قرآن کے ساتھ رہو۔

۳۔ اور قیامت میں پیغمبروں کے ساتھ رہو۔

اور کیا رحمت چاہتے ہو' اگر قرآن نہ پڑھنا آتا ہو تو قرآن کی مجلس میں شرکت

کرو، اور خالی الفاظ سنو کیونکہ سننے والے کو بھی ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں ملتی ہیں اور اگر قرآن کی مجلس میں بیٹھنے کا موقع بھی نہ ملے تو صرف قرآن کے لفظوں کو دیکھو، کیونکہ یہ بھی ثواب ہے، چنانچہ قرآن۔ کعبہ۔ ماں۔ باپ۔ اور عالم دیندار کی صورت دیکھنا بھی عبادت ہے، اگر سال بھر نہ سن سکے تو تراویح میں قرآن سنو، کیونکہ گھنٹہ دو گھنٹے کسی طرح گذر ہی جائیں گے اور ہر حرف کے بدلے سو نیکیاں ملیں گی، لیکن بعض وقت دیکھا جاتا ہے کہ قرآن ہوتا رہتا ہے اور باتیں ہوتی رہتی ہیں اور مذاق ہوتا رہتا ہے۔

صاحبو! جس مجلس میں بادشاہ آئے کیا وہاں بھی ایسا ہی باتیں کروگے خدا جس مجلس میں برآمد ہو وہاں بھی باتوں سے ہم کو فرصت نہیں ہوتی۔

اللہ اللہ نماز جیسی چیز اس میں بھی یہی حکم ہوتا ہے کہ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا ”جب نماز میں قرآن پڑھا جائے اور امام پڑھ رہا ہو تو کان لگائے رکھو اور خاموش سنتے رہو، جب نماز میں بھی قرآن پڑھتے وقت خاموشی کا حکم ہے تو بتلائیے کہ دوسرے وقت یعنی غیر نماز میں کیسے باتیں کر سکتے ہیں، اگر نماز میں قرآن پڑھا جا رہا ہو، اور تم کو سنائی نہ دے تب بھی خاموش رہو، اسی واسطے جہری نماز کے لئے ”فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ“ اور سری نماز کے لئے ”وَاَنْصِتُوْا“ آیا ہے اسی لئے خطبہ کے وقت بھی چونکہ قرآن یا قرآن کے مطالب بیان ہوتے رہتے ہیں، بات تو بات نماز، درود، دعائے اذاں سب ممنوع ہیں۔

غرض صاحبو! جب تم قرآن کی مجلس میں جاؤ گے، پڑھو گے اور سنو گے تو قرآن تم میں پورا اثر کرے گا اور تم فرشتوں کے مشابہ ہو جاؤ گے، چلتے پھرتے کھاتے پیتے، اٹھتے بیٹھتے، خدا ہی کا دھیان رہے گا۔ غرض قرآن جب اپنا اثر کرے گا تو رہ رہ کر خدا یاد آئے گا، اس وقت دل میں جوش ہوگا، عشق کی آگ بھڑکے گی اور دل چلائے گا، میاں تم کہاں ہو جی تمہارے شوق میں مرتا ہوں تم کو کہاں ڈھونڈوں۔

حکایت مجنون ریت کو تختی اور انگلی کو قلم بنا کر مشقِ نامِ لیلیٰ کیا کرتا تھا، لوگوں نے پوچھا کہ دیوانے یہ کیا کرتا ہے، کہا مشقِ نامِ لیلیٰ می کنم، میری محبوبہ نہ سہی نام تو ہے، اسی کو رٹتا ہوں۔

پھر خیال آتا ہے ہائے میاں تم نزدیک ہو یا دور، اسی لئے حکم ہوتا ہے جو میرا ذکر کرتے ہیں، میں ان کے ساتھ، ان کا جلیس اور ہم نشین ہوں۔

میاں کبھی میں آپ کا نام لینے کے قابل نہیں رہتا، نہانے کی ضرورت رہتی ہے دل میں آگ بھڑکتی رہتی ہے لیکن نہانے کی ضرورت کی وجہ سے خیال ہوتا ہے کہ نہ آپ کا نام لوں نہ ذکر کروں، پھر یہ خیال آتا ہے کہ جینے کی خبر نہیں اور نہ زندگی کا بھروسہ ہے حکم ہوتا ہے کہ بندے کسی حال میں بھی ہم سے غافل مت رہ، ہر حال میں ہماری یاد میں ڈوبا ہوا رہ۔ کیوں کہ بندے جب میں کسی کو اپنا دوست بنانا چاہتا ہوں اور اس پر اپنی پیاری نظر ڈالنا چاہتا ہوں تو اس کو ذکر کی توفیق دیتا ہوں، اور جب اس کو ذکر کا مزہ آنے لگتا ہے تو میں اس کو مقرب بناتا ہوں۔ غرض ذکر کا یہ انداز ہو تو بھلا کسی حال میں رک سکتا ہے؟ اس لئے تو ہر حال میں ہمارا ذکر کر "اُذْكُرْ رَبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ" (پ۹ رکوع ۱۴ اعراف) یوں تو ذکر کر جس طرح تو کرے وہ ذکر ہی ہے مگر سب ذکر گھنٹہ دو گھنٹہ کر کے چھوڑ دیگا مگر ہمارا ذکر چھوڑنے کی چیز نہیں ہے "اَللّٰهُ اَللّٰهُ" کا دل میں کھٹکا رہے اپنے عجز و نیاز کا خیال رہے جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے "تَضَرُّعًا" اور ہماری بے نیازی کے خیال سے "وَخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ" یعنے دل میں خفی ذکر کرے، "بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ" یعنے صبح و شام کرے اس کی مداومت سے تو ہمیشہ ذاکر رہے گا۔

بنا اعمال کو رحمت کے قابل ٭ کیا کر ہر گھڑی ذکرِ الٰہی
خدا تیرا ہے گر تو ہے خدا کا ٭ بھروسہ کچھ نہیں غافل قضا کا
بہارِ آب و گل ہے ذکرِ مولیٰ ٭ قرارِ جان و دل ہے نامِ اللہ
زمین و آسمان و عرش و کرسی ٭ ہوئے سرمست پی کر جامِ اللہ

اگر سننے کی طاقت ہے تو ہر شئے ؎ سنا دے خود تجھے پیغام اللہ
بہائے خون اگر تو عاشقوں کا ؎ تو ہر قطرہ سے نکلے نام اللہ

غرض صاحبو! سارا عالم ذکر و سجدہ کر رہا ہے مگر تیرے سے کچھ ایسا تعلق ہے کہ تیرے سینکڑوں پریشانیوں سے بھرا ہوا سجدہ و ذکر ہی مطلوب ہے یہ مقصود یہی ہے کہ "وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ" یعنے کبھی تو ہماری یاد سے غافل نہ رہنا اسی کو پاس (پ۹-رکوع ۱۴-اعراف) انفاس کہتے ہیں۔ کسی کی غلامی سے یہ بات آسانی سے حاصل ہو جاتی ہے۔

صاحبو! غافلوں میں ذاکر ایسا ہوتا ہے کہ جیسا سرسبز درخت، خشک درختوں میں، اور جہاد میں بھاگنے والوں میں وہ شخص جو کفار پر تنہا جہاد کر رہا ہو، اور اپنا خون پانی کی طرح بہا رہا ہو تو خدائے تعالیٰ ہمیشہ اس کو نظر رحمت سے دیکھتے ہیں یا جسطرح روشن چراغ اندھیرے گھر میں ہو، اس طرح کا ذکر تجھے فرشتہ کا مشابہہ بنا دے گا۔

غرض صاحبو! آخرت میں تو ان ہی لوگوں کو آرام ملے گا کہ جنھوں نے دنیا میں ذکر کیا ہوگا اور جن کے قلوب روشن اور مطمئن ہوں گے۔

لیکن صاحبو، دل جو آفتاب کے جیسا ہے اور جو عرش بننے کے قابل ہے وہ دنیا میں سیاہ کوئلہ کیوں ہو گیا ہے، آخر اس کی وجہ بھی کبھی آپ سوچیے۔ یہاں جہاں گل ہو وہاں خار بھی ہوتا ہے دل جیسی بڑی نعمت کیا وہ دشمن کے بغیر رہ سکتا ہے یہاں اس کے چار دشمن ہیں جو اس دل کو سیدھے راستے سے ہٹا کر خدا سے دور کرتے ہیں اور وہ یہ ہیں:-

(۱) دنیا
(۲) نفس
(۳) شیاطین الانس
(۴) شیاطین الجن

یہ چاروں طرح طرح کے تعلقات میں پھنسا کر دل کو عرش نہیں بننے دیتے خدا کا احسان پر احسان ہے کہ دل کو سیدھے راستے پر چل کر منزل مقصود تک پہنچنے

کے لئے اس نے دو کتابیں دی ہیں :۔

(۱) ایک بولتی کتاب

(۲) اور ایک خاموش کتاب

بولتی کتاب تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور خاموش کتاب قرآن مجید ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ" یہ قرآن منزل مقصود تک پہنچنے کا سیدھا راستہ دکھاتا ہے اور اس میں انسان کی سعادت و شقاوت کی جملہ باتیں مذکور ہیں۔

حکایت: ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مجھے یہ حدیث یاد آئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مسلمان کی روح اس کے جسم سے ایسی نکلتی ہے جیسے خمیر سے بال۔ میں نے تمام عمر قرآن مجید تدبّر سے پڑھتے ہوئے ختم کیا لیکن کہیں یہ مضمون نہ پایا، میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ رطب و یابس سب کتاب مبین میں ہے لیکن میں نے کتاب اللہ میں اس حدیث کا مضمون نہ پایا۔ حکم ہوا سورۂ یوسف میں ڈھونڈو۔ میں نیند سے بیدار ہوا تو سورۂ یوسف تدبر سے پڑھا اور اس آیت میں یہ مضمون پایا "فَلَمَّا رَاَيْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ" (پ ۱۲۔ رکوع ۴ ۔سورۂ یوسف) جب جمالِ یوسف کو مصر کی عورتوں نے دیکھا تو ہاتھ کاٹ لئے اور یہ ہاتھ کاٹنے کی ان کو کچھ تکلیف نہ ہوئی۔ ایسا ہی مسلمان جب مرتے وقت رحمت کے فرشتوں کو دیکھے گا اور جنت کی نعمتیں، اس کے حور و قصور پیش نظر ہوں گے تو دل ان میں ایسا مشغول ہو جائے گا کہ موت کی تکلیف اس کو کچھ محسوس نہ ہوگی۔

اس حکایت سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی شقاوت و سعادت کی کوئی بات ایسی باقی نہ رہی جو قرآن میں مذکور نہ ہو۔

صاحبو! ابھی آپ قرآن پر عمل نہ کرنے کی تفصیل سے سن چکے اور اس کے ساتھ ہی

ساتھ یہ بھی سن چکے کہ قرآن مسلمانوں کے لئے ایک رحمت ہے کہ جسکی کچھ حد نہیں۔

صاحبو! اب میں آپ سے ایک خاص بات کہنا چاہتا ہوں ذرا غور سے سنئے وہ یہ کہ آج کل مسلمانوں پر مصائب یکے بعد دیگرے ٹوٹے ہوئے ہار کی طرح لگاتار چلے آرہے ہیں، کبھی آپ اس کی وجہ پر بھی غور کیجئے، سنئے:۔

حکایت ایک دفعہ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ دریا کے بیچ میں ایک ٹیلا ہے اور اس پر ایک شخص بیٹھا ہوا ہے اور کہہ رہا ہے الٰہی! میں دریا میں جزیرے میں ہوں، اکیلا ہوں اور تیرے پاس آنے سے کوئی روکنے والا بھی نہیں ہے جو تجھ سے اُلفت پیدا کرے گا اس کو پھر وحشت نہ ہوگی، اے وہ پاک ذات جو شخص تیری قدرت کی نشانیوں میں غور کرے گا وہ تیرا راستہ پائے گا، مخلوق کے سروں پر تو نے آسمانوں کو بے ستون قائم کیا ہے، رہبر اور راستہ دکھانے والے کے بغیر پانی کو تو ہی بہالے جاتا ہے، تو ہی ہوا کو چلاتا ہے، تجھ کو کوئی روکنے والا نہیں۔ الٰہی! یہ سب تیرے اکیلے خدا ہونے پر دلالت کرتے ہیں، آسمانوں کو دیکھنے سے تیری زبردست قدرت کا پتہ چلتا ہے اور سمندروں میں جہاز و کشتیوں کو دیکھنے سے تیری اعلیٰ درجہ کی کاریگری آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے، ہوائیں تیری برکات کو پھیلاتی ہیں اور رعد کی کڑک تیری عظمت ظاہر کرتی ہے، زمین تیری حکمت ثابت کرتی ہے، نہریں ندیاں تیری میٹھی باتوں سے بنے ہیں، درخت تیری صنعت کا نمونہ ہیں، آفتاب تیری تو نورانی ذات کا پرتو ہے۔

اے وہ عاجز انسان! اے وہ خاک کے پتلے، اے وہ نجس منی سے پیدا ہونے والے، ایسے زبردست قدرت والے، ایسی عظمت و جبروت والے کے سامنے تیری کچھ ہستی بھی ہے، ظاہری بیماریوں کے علاوہ تیرے باطن میں بھی سینکڑوں بیماریاں ہیں تجھے اپنی تندرستی کا کچھ بھی خیال نہیں، کیا یہی بیماریاں لئے ہوئے اپنی قبر میں جانا چاہتا ہے، کیا یہی بیمار دل خدا کے سامنے لے جائیگا۔

تیرے ماں باپ سے کئی گنا زیادہ چاہنے والا خدا تیری صحت کیلئے کیا کیا

انتظام فرمایا ہے تجھے اس کی کچھ بھی خبر نہیں، تجھ میں یہ چھپی ہوئی بیماریاں ہیں جو اندر ہی اندر تیرے دل کو ستیا ناس کر رہی ہیں، تیری ان سب چھپی ہوئی بیماریوں کو وہ مہربان خدا ظاہر کر رہا ہے بلکہ ان کا علاج بھی تبلا رہا ہے، جیسے حکومت، دواخانے ڈاکٹر اور دواؤں کا خرچ اٹھا کر جگہ جگہ انتظام کرتی ہے، اس شفقت کی وجہ سے کہ رعایا کی ترقی صحت پر موقوف ہے، اگر رعایا کی صحت خراب ہوگئی تو ملک ترقی نہیں کریگا۔

ایسا ہی اللہ تعالےٰ کو بندوں پر شفقت ہے وہ چاہتے ہیں کہ بندوں کو آخرت میں ترقی ہو، لیکن آخرت کی ترقی کا دارومدار دل کے صحت مند ہونے پر ہے، اگر دل کی صحت خراب ہوگئی تو وہ آخرت میں ترقی نہیں کر سکتا، اس لئے اللہ تعالےٰ نے عرش پر نسخہ مرتب کرکے اس کا صدر دواخانہ مدینہ منورہ میں کھولا ہے اور اس کی شاخیں تمام دنیا میں جاری کی ہیں کہ جہاں ان بیماریوں کا علاج کیا جاتا ہے اور علاج بھی کیسا آسان ہے لیکن شرط یہ ہے کہ کوئی علاج کروائے، لیکن مصیبت تو یہ ہے کہ تو اس کو زہر سمجھ رہا ہے، دوا استعمال کرنے کا نام ہی نہیں لیتا۔

ہائے انسان! یہ کیسی تیری غفلت ہے اگر بچے کو دُنبل ہو جائے اور اس کو نشتر لگایا جائے، تو ماں باپ خوش ہوتے ہیں مگر بچہ ان کو دشمن سمجھتا ہے، جب نشتر زن، ماں باپ سے انعام مانگے تو بچہ تعجب کرتا ہے لیکن ہر عقلمند جانتا ہے کہ یہ کام انعام کا ہے۔

صاحبو! اس کی وجہ کیا ہے کچھ آپ کو معلوم ہے سنیئے، اس کی وجہ یہ ہے کہ بچہ کا علم کم ہے، ماں باپ کا علم بہت بڑھا ہوا ہے، اور جو بات ماں باپ کو معلوم ہے وہ بچہ کو نہیں معلوم۔ ایسا ہی جو بات خدائے تعالےٰ کو معلوم ہے وہ بندے کو نہیں معلوم۔ بچہ کی طرح بندہ جس چیز کو مصیبت سمجھتا ہے خدائے تعالےٰ خوب جانتا ہے کہ وہ مصیبت نہیں بلکہ اس میں بڑی بڑی حکمتیں ہیں جیسے جرّاح نشتر لگا کر مصیبت میں نہیں پھنساتا، اسی طرح خدائے تعالےٰ جو کچھ بندے کے ساتھ معاملہ کرتا ہے، وہ سب بہتر ہی ہوتا ہے مگر بندہ اس کی حکمت کو نہیں سمجھتا۔

یوں تو مصیبت کے بہت سے فائدے ہیں، ایک سرسری فائدہ یہ ہے کہ اس سے اپنی بداعمالیوں پر ایک نصیحت ہوتی ہے۔

بڑا ظالم ہے وہ شخص کہ اس پر مصیبت آئے اور اس کو اس مصیبت سے نصیحت نہ ہو، اور جب وہ مصیبت ٹل جائے تو اس مصیبت کو بھول جائے یا د نہ رکھے پھر ان ہی بداعمالیوں میں پھنسا رہے، یہ بھی دل کی بیماری ہے جس کا ذکر آیت " هُوَ الَّذِيْ يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ " (پ۱۱۔ رکوع ۳۔ سورۂ یونس) (وہ ایسا ہے کہ تم کو خشکی اور دریا میں لئے لئے پھرتا ہے۔) میں مذکور ہے۔

اس بیماری کی کئی قسمیں ہیں:۔

(۱) بعض کو مصیبت آنے کے بعد بھی نصیحت نہیں ہوتی، مصیبت آنے کے بعد تعجب سے کہتے ہیں معلوم نہیں کہ ہم سے کیا گناہ ہوا کہ جس کا یہ نتیجہ بھگت رہے ہیں، صاحبو! کونسا وقت ہے کہ جس میں ہم سے گناہ سرزد نہیں ہوتے، پھر اس طرح کہنے کے کیا معنی؟ کہ "معلوم نہیں کہ ہم سے کیا گناہ ہوا ہے"۔

میاں ہم سے تو سینکڑوں گناہ ہوئے ہیں، وہ حلیم ہیں، بچھورے نہیں ہیں ورنہ فوراً سزا دیدیتے لیکن جب پیالہ بھر جاتا ہے تو چھلکنے لگتا ہے، اس لئے دیکھ دیکھ کر آخر میں سزا دیتے ہیں۔

حکایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک چور گرفتار کیا گیا جب مقدمہ ثابت ہوا تو ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا گیا تو اس نے کہا امیر المومنین یہ میرا پہلا قصور ہے معاف کیجئے آئندہ کے لئے توبہ کرتا ہوں، حضرت عمرؓ نے فرمایا خدا وتعالیٰ کی عادت یہ نہیں ہے کہ کسی کو ایک جرم پر رسوا کریں، کئی بار جرم ہونے پر یہ رسوائی ہوتی ہے، تفتیش کی گئی تو معلوم ہوا کہ وہ چالیس بار پہلے گناہ کر چکا تھا۔

(۲) بعضوں کو خیال تک نہیں آتا کہ گناہ کے سبب سے مصیبت آئی ہے اور جب اس کا خیال ہی نہ ہو تو وہ کیوں توبہ کرے گا۔ ہائے صاحبو! طاعون کے زمانے میں بستی اجاڑ ہو جاتی ہے لوگ جنگلوں میں منتقل ہو جاتے ہیں، اور جنگل کی تکلیف

جھیلتے ہیں مگر ہائے وہی غفلت ہے اور وہی فسق و فجور معلوم نہیں کہ پہلو میں دل ہے یا پتھر، مصیبت آتی بھی ہے اور چلی جاتی بھی ہے لیکن یہ خیال تک نہیں آتا کہ یہ مصیبت گناہوں کے سبب آئی ہے۔

(۳) بعض وہ ہیں کہ جو سمجھتے ہیں کہ گناہوں کے سبب سے مصیبت آئی ہے اور مصیبت کے وقت خدا ہی کی طرف رجوع ہوتے ہیں، مصیبت کے وقت مسجدیں وغیرہ آباد رہتی ہیں، اسی کو اس آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ هُوَ الَّذِیْ یُسَیِّرُکُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ حَتّٰۤی اِذَا کُنْتُمْ فِی الْفُلْکِ ۚ وَجَرَیْنَ بِهِمْ بِرِیْحٍ طَیِّبَةٍ وَّفَرِحُوْا بِهَا جَآءَتْهَا رِیْحٌ عَاصِفٌ وَّجَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ کُلِّ مَکَانٍ وَّظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ اُحِیْطَ بِهِمْ ۙ (پ ۱۱ - رکوع ۳ - سورۂ یونس) (ترجمہ - وہ ایسا ہے کہ تم کو خشکی اور دریا میں لئے لئے پھرتا ہے، یہاں تک کہ جب تم کشتی میں ہوتے ہو اور وہ کشتیاں لوگوں کو موافق ہوا کے ذریعہ سے لے کر چلتی ہیں اور وہ لوگ ان سے خوش ہوتے ہیں، ان پر ایک جھونکا ہوا کا آتا ہے اور ہر طرف سے ان پر موجیں اٹھی چلی آتی ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ آ گھرے)

وہ سمجھتے ہیں کہ بُرے پھنسے، اب ساحل نجات کا حاصل کرنا دشوار ہے تاہم "دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۚ (پ ۱۱ - رکوع ۳ - سورۂ یونس) تو اللہ کی طرف رجوع ہو کر اللہ کو خالص دل سے پکارتے ہیں" لَئِنْ اَنْجَیْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الشّٰکِرِیْنَ ۝ (پ ۱۱ - رکوع ۳ - سورۂ یونس) اے اللہ تو ہم کو بچا لے تو ہم شکر گزار ہو جائیں گے تیری عبادت کریں گے اور کبھی تیرا خلاف کر کے گناہ نہیں کریں گے۔

اس وقت ایسا خلوص خدا کے ساتھ ظاہر کرتے ہیں جیسا اس لیمو نچوڑ کا خلوص تھا جس کی حکایت ذیل میں درج ہے۔

حکایت ایک شخص تھا جو مسافروں میں جاتا اور تاڑ لیتا کہ ان میں آج موٹی چڑیا کون ہے اس کے پاس بیٹھ کر بہت خلوص ظاہر کرتا جب کھانا پاس لایا جاتا تو یہ یوں ہی بیٹھا رہتا، ایسے موقع پر آدمی شرمندہ ہوتا ہے اور تواضع کرنا ہی پڑتی ہے، اگر کسی نے جھوٹ موٹ بھی کہا کہ آئیے کھانا کھائیے تو یہ کہتے

ہیں کہ بسم اللہ حضرت میں تو بے تکلف آدمی ہوں، مجھے کیا انکار ہے، یہ کہہ کر ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا لیتا لیکن اگر کوئی تواضع نہ کرے تو ان کی جیب میں جو لیمو رہتے تھے ایک لیمو نکال کر مسافر کے سالن پر نچوڑ دیتا اور بہت خلوص سے کہتا کہ حضرت ذرا اس سے کھانا مزیدار ہوتا ہے، اب کون ہے کہ تواضع نہ کرے، خواہ مخواہ کہنا پڑتا ہے کہ حضرت آپ بھی کھانا کھائیے، بس ان کی غرض حاصل ہو گئی، اس لئے ان کا نام لیمو نچوڑ ہو گیا تھا، اس کی یہی عادت تھی، اچھے اچھے کھانے اڑاتا تھا۔ غرض کہ اس لیمو نچوڑ کی طرح خلوص رہتا کہ جب تک مصیبت رہے اللہ بھی یاد ہے رسول بھی یاد ہے، اور جب مصیبت ٹلی تو ایسے آزاد گویا خدائے تعالیٰ کے حدود حکومت سے ہی نکل گئے "فَلَمَّآ اَنْجٰىهُمْ اِذَا هُمْ يَبْغُوْنَ فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ" (پ۱۱۔ رکوع ۳۔ سورۂ یونس) اور جب ہم نے ان کو اس مصیبت سے نجات دی تو ناحق زمین میں سرکشی کرتے پھرتے ہیں، خدا کا خلاف کرتے اور گناہ میں مبتلا رہتے ہیں۔ ایک جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا" (پ۱۵۔ ع۷۔ بنی اسرائیل) ہائے انسان تو کتنا بڑا ناشکرا ہے کہ جب کوئی مصیبت ٹل گئی تو سمجھتا ہے کہ میں امن میں ہو گیا، دریا میں بھی تجھ کو ڈبو سکتے ہیں اور زمین میں بھی دفن کر سکتے ہیں، کیا قارون کا واقعہ یاد نہیں، غرض ایک مصیبت ٹل جائے تو کیا دوسری مصیبت میں مبتلا نہیں کر سکتے ہر طرح تم ہمارے قبضہ و قدرت میں ہو، پھر کس طرح بچ سکتے ہو، جو مصیبت تم سے ٹل گئی ہے کیا اس کو دوبارہ ہم نہیں لا سکتے۔ غرض دریا، خشکی سب ہمارے پاس برابر ہیں۔

حکایت

ایک شخص نے ایک ملاح سے دریافت کیا کہ تمہارے والد کا کہاں انتقال ہوا، اس نے کہا کہ دریا میں ڈوب مرے، پھر اس نے سوال کیا اور دادا، تب اس نے کہا وہ بھی دریا میں ڈوب مرے، اس نے کہا پھر بھی تم دریا ہی میں رہتے ہو، اور نہیں ڈرتے، یہ سن کر ملاح نے کہا کہ تمہارے والد کا انتقال کہاں ہوا، کہا گھر میں، پھر ملاح نے پوچھا تمہارے دادا۔ کہنے لگا گھر میں، پھر ملاح نے کہا گھر ہی میں رہتے ہو، اور ڈرتے نہیں۔

غرض خدائے تعالیٰ کی قدرت ہر جگہ موجود ہے بلکہ دریا میں تو بہت تدابیر بچنے کی ممکن ہیں لیکن اگر خشکی میں آفت آئے تو اس سے بچنے کی کوئی تدبیر نہیں، مثلاً دو ریل گاڑیوں میں تصادم ہو تو بچنے کی کوئی صورت نہیں، اس کے برخلاف اگر جہاز ڈوبنے لگے تو اس کو غرق ہونے میں بہت دیر لگتی ہے، اکثر جہاز کنارے کے قریب ہوتا ہے اس لئے وہاں مدد مل سکتی ہے، ویسے بھی کبھی تختے پر تیرتے تیرتے جان بچ جاتی ہے، غرض اگر کوئی سمندر میں خدا سے ڈرے اور خشکی پر نہ ڈرے تو وہ کس قدر نادان ہے۔

غرض صاحبو! کسی وقت خود کو خدا کے قبضہ سے نکلا ہوا مت سمجھو اس لئے سب گناہوں کو چھوڑ دو، یوں بھی سوچنے کی بات ہے کہ گناہوں کی وجہ سے مصیبت آتی ہے یعنے اس گنہگار سے خدا ناراض ہیں اور یہ ناراضی سب گناہوں سے ہوتی ہے اگر کسی وقت ایک مصیبت سے بچ گئے تو کیا ہوا دوسری مصیبت میں مبتلا کر سکتا ہے، دیکھو اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا تو نمرود کو ایک مچھر سے پریشان کر دیا کہ جب سر پر چوٹ پڑتی چین آتا تھا، وہ مچھر اب بھی ہیں اور خدا تعالیٰ کو اب بھی وہی قدرت حاصل ہے دیکھو کہاں نمرود اور کہاں مچھر لیکن خدا تعالیٰ نے دکھلا دیا کہ ہمارا ایک معمولی سپاہی بھی کافی ہے، ایک چیونٹی جو نہایت چھوٹی اور معمولی مخلوق ہے اگر خدائے تعالیٰ چاہیں تو اسی سے ہلاک کر سکتے ہیں لیکن جب خدا حفاظت کرنا چاہیں تو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

حکایت ایک بادشاہ کے ناک پر بار بار مکھی آ کر بیٹھتی تھی بادشاہ نے تنگ آ کر کہا کہ مکھی کو کیوں پیدا کیا گیا ہوگا۔ وزیر نے کہا کہ متکبروں کا تکبر توڑنے کے لئے۔

غرض صاحبو! ذرا سنبھل کر خدا کا خلاف کرنا، کیوں کہ ہم کو تو ایک مکھی کا مقابلہ کرنے، اور اس سے بچنے کی طاقت بھی نہیں ہے مگر بچنے کی کوئی صورت ہے تو یہی ہے کہ ہم خدا کی طرف رجوع ہو جائیں۔

حکایت افلاطون نے کسی پیغمبر سے پوچھا کہ تیر مارنے والے سے کس طرح بچ سکتے

ہیں تو انھوں نے کہا کہ تیر مارنے والے کے ہی پناہ میں آجائیں، کیوں کہ تیر دور والے کو مارا جاتا ہے، نزدیک والے کو نہیں مارا کرتے۔ خدا کے لشکروں سے بچنا چاہتے ہو تو خدا کا قرب حاصل کرو۔

خلاصہ ساری تقریر کا یہ ہے کہ جب کوئی مصیبت آئے تو فوراً توبہ کیا کرو، اور اس توبہ پر قائم رہو سہ

غم چو بینی زود استغفار کن (ترجمہ) غم (یعنی مصیبت) جو دیکھے تو تو جلد سے جلد استغفار کر۔

غم بامر خالق آمد کار کن غم (یعنی مصیبت) اللہ کے حکم سے آئی ہے اسلئے تو کام کر (یعنی استغفار کر)

اس لئے خدائے تعالیٰ کو راضی کرو، اور پھر خدا کو ناراض مت کرو، کوئی خاص گناہ ہے ہی نہیں، اس لئے سب گناہ چھوڑ دو۔ کیوں کہ نہ معلوم جس گناہ کی وجہ سے ہم یہ سمجھتے ہوں کہ مصیبت آئی ہے حالانکہ وہ مصیبت کسی دوسرے گناہ کی وجہ سے آئی ہو یا کسی ایک گناہ سے مصیبت آئی بھی ہو تو کیا ضرور ہے کہ آئندہ بھی اسی گناہ سے مصیبت آئے، ممکن ہے کہ دوسرے گناہ کرنے کی وجہ سے مصیبت آئے اس لئے سب گناہ چھوڑ دو، غرض جب مصیبت آتی ہے تو خدائے تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہو، اور جب مصیبت ٹل جاتی ہے تو پھر وہی خدا کی نافرمانی اور سرکشی اسلئے آیت "یٰاَیُّھَا النَّاسُ" (پ۱۱۔ رکوع ۳۔ سورہ یونس) میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ (ناس نسیان سے ہے) ارے وہ بھولے ہوئے کچھ یاد بھی ہے تو کیا تھا۔ ارے انسان! تو نسیاً منسیا تھا، تیرا کہیں چرچا نہ تھا اور نہ کہیں تیرا ذکر، لیکن تیرے کیچڑ کے خمیر کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا، سب کو لفظ کن کہہ کر بنایا اور تجھ کو اے انسان میں نے اپنے ہاتھ سے بنایا، پھر تجھ کو نطفہ بنایا، کیوں؟ اس لئے کہ تو اپنی اصلیت نہ بھولے پھر دم (خون) پھر علقہ، پھر مضغہ، پھر عظام (ہڈیاں) پھر لحم، پھر عروق (رگیں)، پھر جلود، پھر اعصاب، پھر جنین، پھر طفل، پھر شاب (جوان) پھر کہل (ادھیڑ پن) پھر شیخ (بوڑھا)۔ غرض ان تمام حالتوں میں ہمارے تجھ پر بے گنتی احسانات ہوتے رہے۔ چنانچہ ہماری نعمتوں کی وجہ سے ہی تو چھوٹے سے

بڑا ہوا، تو بے سمجھ تھا ہم نے تجھ کو سمجھ دی، تو ناتوان تھا ہم نے تجھ کو قوت عطا کی، تو ذلیل تھا ہم نے تجھ کو عزت دی۔ غرض تجھ کو کیا کیا نہ دیا، لیکن تو سب کچھ بھول گیا۔ ارے بھولے ہوئے انسان تجھ کو یاد دلانے کے لئے میں نے تجھ پر مصیبتیں ڈالی ہیں لیکن جب تو مصیبتوں میں تلملاتا ہے تو ہم بے چین ہو جاتے ہیں، جب تو روتا ہے تو تیرے رونے کی وجہ سے حاملان عرش کے دل ہل جاتے ہیں۔ غرض تو ایک وقت پکارتا ہے تو میں دس دفعہ لبیک کہتا ہوں، اور تیری مصیبتوں اور آفتوں کو دور کر دیتا ہوں، لیکن جب اے ظالم مصیبت دور ہوئی کہ پھر تو ہم سے منہ موڑا ہوا انجان پھرتا ہے اور پھر وہی نافرمانی ہے اور سرکشی۔ "یَآ اَیُّھَا النَّاسُ" اجی وہ ہم سے منہ موڑے ہوئے لوگو "اِنَّمَا بَغْیُکُمْ عَلٰٓی اَنْفُسِکُمْ" (پ ۱۱۔ رکوع ۲۔ سورہ یونس) تمہاری یہ سرکشی تمہارے لئے وبال جان ہوگی، اس میں خدا کا کیا نقصان ہے تم خود اپنا نقصان آپ کر رہے ہو جیسے کھجلی والا جب کھجاتا ہے تو اسے بہت لذت ملتی ہے، اگر کوئی منع کرے تو منع کرنے والے کی نصیحت بری معلوم ہوتی ہے، لیکن ادھر کھجانے سے ہاتھ رکا کہ وہ جلن ہوتی ہے کہ ہوش ٹھکانے نہیں رہتے، اب بتلایئے کہ کس کا نقصان ہوا اس نے خود اپنا نقصان آپ کر لیا۔ اسی طرح نافرمانی کرنے والے کو فی الوقت لذت ملتی ہے لیکن سانپ کے کاٹے ہوئے شخص کو بھی کڑوی چیزیں لذت دیتی ملتی ہے لیکن کوئی عقلمند بھی اس لذت کو نفع دینے والی چیز نہیں سمجھتا، ایسا ہی اے انسان تجھ کو دنیا کے سانپوں نے ڈس لیا ہے۔ اس لئے نافرمانی و سرکشی جو کڑوے اور زہر قاتل ہیں تجھ کو شیریں معلوم ہو رہے ہیں، اور خدا کی تابعداری جو تریاق اور شیریں چیز ہے بدمزہ معلوم ہو رہی ہے، ادھر سانپ کا زہر اترا، ادھر حقیقت تجھ پر کھلی، ایسا ہی جب ادھر کا عالم تجھ پر کھلے گا تو اس وقت ہر چیز تجھ کو اپنی اصلی حالت پر نظر آئے گی اس وقت افسوس ہوگا کہ ہائے کس سے محبت کرتا تھا اور ہم نے کس سے محبت کی۔ ہائے ہم کیا سمجھے تھے اور کیا نکلا۔

حکایت | ایک بادشاہ نے اپنے لڑکے کی شادی کی، رات کو لڑکا دلہن

کے پاس جانا چاہتا تھا لیکن چونکہ شراب پیا ہوا تھا اس دھن میں اور دلہن کے خیال میں باہر نکل گیا اور راستہ بھول کر ایک گھر میں پہنچا، وہاں دیکھا کہ چراغ جل رہا ہے اور لوگ سو رہے ہیں، اس نے خیال کیا کہ شاید سب نیند میں ہیں ایک عورت کو دیکھا کہ دوشالہ تانے سو رہی ہے، سمجھا کہ یہی میری دلہن ہے اور اس کی گود میں سو گیا، جب دوشالہ ہٹایا تو خوشبو آنے لگی اور اس سے جماع بھی کیا دن طلوع ہونے کے بعد جب نشہ اتر گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ جس کو وہ دلہن کا حجرہ سمجھا تھا وہ تو پارسیوں کا قبرستان ہے۔ جس کو شادی میں آئے ہوئے مہمان سمجھا تھا وہ سب مُردے تھے اور جس کو دولہن سمجھا تھا وہ ایک بوڑھی عورت کا مُردہ تھا جو حال میں وفات پائی تھی جس کی نجاست سے اس کا تمام جسم بھی نجس ہو گیا۔ ابھی وہ اس حال میں تھا کہ بادشاہ، وزراء اور امراء کے ہمراہ اسکو ڈھونڈتا ہوا وہاں پہنچ گیا، اور اس حال میں اس کو دیکھ لیا، اس شہزادہ کی اس وقت کی رسوائی، ندامت اور پیشانی کو کیا پوچھتے ہو وہ تو یہی چاہتا ہے کہ زمین پھٹ جائے اور وہ اس میں سما جائے۔

اسی طرح صاحبو! مرنے کے بعد جب ہر چیز اپنی اصلی حالت پر نظر آئے گی جو فضیحت، رسوائی، ندامت اور پشیمانی ہوگی اس کا اندازہ کوئی نہیں کر سکتا اور حسرت علیحدہ ہوگی۔

اس لئے صاحبو! غور کرو کہ اس میں ہمارا نقصان ہے یا خدا کا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اِنَّمَا بَغْیُکُمْ عَلٰٓی اَنْفُسِکُمْ" (پ ۱۱۔ رکوع ۳۔ سورۂ یونس) پھر یہ نافرمانیاں سانپ، بچھو، آگ بن کر آخرت میں جو عذاب دیں گے وہ علیحدہ ہوگا اور دنیا میں بھی یہ نافرمانیاں طرح طرح کے امراض طاعون وغیرہ اور آپس کی نااتفاقی کی شکل میں عذاب جان بن جاتی ہیں، بتلائیے اس میں خدا کا کیا نقصان ہے، تمہارا ہی نقصان ہے اس لئے فرمایا " اِنَّمَا بَغْیُکُمْ عَلٰٓی اَنْفُسِکُمْ " (پ ۱۱۔ رکوع ۳۔ سورہ یونس)۔

یہ تو مرض کی تشخیص تھی اب اس کا علاج یہ ہے کہ دنیا کی حقیقت جو اُس وقت کھلے گی ابھی سے کھول دی جائے، اصلی گھر بتا دیا جائے اور دونوں کا فرق بتلا دیا جائے تاکہ مصیبت کو نہ بھولے اور ہمیشہ خدا ہی کی طرف لو لگی رہے اور اسکی اطاعت ہوتی رہے۔

سنو صاحبو! ایک تو یہ گھر ہے جس کو دنیا کہتے ہیں، اور ایک دوسرا گھر ہے جس کو آخرت کہتے ہیں۔ اگر تم نے خدا کی بات نہ سنی اور مصیبتوں کو یاد نہ رکھا تو "مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا" (پ۱۱ - ع۳ - سورہ یونس) یہ دنیا برتنے کی بے حقیقت چیز ہے، اس سے نفع اٹھالو جب تک نفع اٹھانا ہے کیونکہ "ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ" (پ۱۱ - رکوع ۳ - سورۂ یونس) پھر ہمارے ہی طرف واپس آنا ہے وہاں پر پردہ اٹھ جائے گا اور ہر چیز اپنی اصلی حالت پر دکھائی دے گی۔ "فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝" (پ۱۱ - رکوع ۳ - سورۂ یونس) جو کچھ تم نے کیا ہے بھلی بری اس کی خبر ہو جائے گی، جس دنیا سے تم دل لگائے ہوئے ہو اس کی ذرا حقیقت تو سن لو! "كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ" (پ۱۱ - رکوع ۳ - سورۂ یونس) دنیا کی زندگی اور اس کی بے ثباتی کی ایسی مثال ہے کہ بارش کا پانی آسمان سے برسا "فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ ۝" (پ۱۱ - رکوع ۳ - سورۂ یونس) جس سے گھاس اور اناج اگتا ہے "حَتّٰىٓ اِذَآ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ" (پ۱۱ - رکوع ۳ - سورۂ یونس) اس کی سبزی دلکش معلوم ہوتی ہے، زمین نے اپنے پھل پھول نکالے، درخت سرسبز و شاداب ہیں کھیت تیار ہو گئے ہیں باغ شاداب ہیں "وَظَنَّ اَهْلُهَآ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَآ" (پ۱۱ - رکوع ۳ سورۂ یونس) کھیت والا خوش ہوتا ہے کہ اب وہ اس سے نفع حاصل کرے گا۔ "اَتٰىهَآ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا" (پ۱۱ - رکوع ۳ - سورۂ یونس) یکایک اس پر حکم الٰہی آگیا، اولے پڑے یا کوئی اور مصیبت آجائے کہ سارا کھیت صاف ہو گیا۔ "فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا" (پ۱۱ - رکوع ۳ - سورۂ یونس) سارا کھیت برباد ہو گیا۔ "كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ ط" (پ۱۱ - رکوع ۳ - سورۂ یونس) گویا یہاں کچھ تھا ہی نہیں۔ اگر کوئی مصیبت نہ بھی آتی تو وہ پانی مثل باپ کے ہے اور زمین مثل

مادہ کے ہے، دونوں کے ملنے سے نباتات پیدا ہوئے ہیں، یہ نباتات لہلہاتے اور بہار پر ہوتے ہیں۔ پھر فنا کے آثار نمودار ہو جاتے ہیں، زرد پڑ گئے اور آخر میں گر پڑے، اور ہوا میں ذرہ ذرہ ہو کر اڑنے لگے، اور پاؤں سے روندے گئے، خاک سے نکلے تھے، پھر خاک میں جا ملے، اسی طرح بچہ منی کے پانی سے عورت کے رحم میں پیدا ہوتا ہے، باہر آ کر جوان رعنا بنتا ہے، دنیا کی چیزیں بڑی بڑی امید پر سمیٹتا پھرتا ہے، یا تو کوئی آفت سے مرمٹتا ہے یا انسان پر آثار پیری نمودار ہوتے ہیں جو وہ آثار فنا ہی ہیں، یکایک اجل کا پیغام آتا ہے، پھر دنیا سے ایسا ناپید ہو جاتا ہے کہ گویا کبھی یہاں آیا ہی نہ تھا، خاک میں جا ملتا ہے اس کی زندگی اور عیش و اسباب کا کہیں پتہ بھی نہیں ملتا۔ ہری گھاس کی عمر ہی چند ایام کی ہوتی ہے، اسی طرح انسان کی عمر بھی چند برس، پھر گھاس کی طرح روندا جاتا ہے، کہیں ہڈی پڑی ہے تو کہیں سر کی کھوپڑی، کہیں پیر ہے تو کہیں ہاتھ، پھر اس کی خاک ہو کر ذرہ ہو کر اڑتا پھرتا ہے، اس کے مرنے پر اس کے عزیزوں کے دل پر داغ رہ جاتے ہیں، ہائے اس بے ثباتی عمر پر یہ سرکشی اور نافرمانی کیسی؟

ہائے او غافل انسان! تیری ہستی یہ ہے، اور دنیا کی حقیقت یہ ہے جو اوپر مذکور ہوئی، اب بھی اگر تجھ پر دنیا کی حقیقت نہ کھلی اور تو آخرت کے دن دنیا کی حالت کھلنے کا انتظار کرے تو تجھ پر افسوس ہے۔

صاحبو! دنیا کی مثال پانی سے دی گئی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ پانی[1] بہت ٹھہرنے سے متغیر ہو جاتا ہے، ایسا ہی مال روکنے سے مذموم کہلاتا ہے۔

مطر[2] (بارش) بقدر حاجت نافع ہوتا ہے، جب حد اعتدال سے بڑھ جائے تو ضرر دیتا ہے، اسی طرح دنیا بقدر ضرورت نافع ہے اور اس سے مقاصد دین و دنیا حاصل ہوتے ہیں لیکن جب قدر حاجت سے زائد ہو تو سبب ارتکاب معاصی کا اور ذریعہ فخر کا بنتا ہے۔

بارش[3] جب پھولوں کے پودوں میں پہنچتی ہے تو لطافت بڑھاتی ہے لیکن جب

کانٹوں کے درختوں میں پہنچتی ہے تو اور تیزی بڑھاتی ہے، اسی طرح مالِ دنیا مصلح میں صلاح بڑھاتا ہے۔ چنانچہ کتابوں میں "نعم المال الصالح للرجل الصالح" وارد ہے، اور مفسد کا مال ترقی فساد کا سبب بنتا ہے۔

بارش کا پانی جب زمین پر گرتا ہے تو ایک جگہ نہیں ٹھہرتا بلکہ اطراف وجوانب میں جاری ہو جاتا ہے۔ ایسا ہی مالِ دنیا ایک جگہ نہیں ٹھہرتا بلکہ ہر روز دوسرے کے ہاتھ میں جاتا ہے، کسی سے وفا نہیں کرتا، اور کہیں باقی نہیں رہتا۔

پانی کا اثر عام ہے، اسی طرح دنیا سے ہر انسان کو کم وبیش تعلق ضرور ہے۔

پانی دہ در دہ ہو تو جب تک کہ اس کا رنگ وبو اور مزہ نہ بدلے متغیر نہیں ہوتا اسی طرح خواہ دنیا کسی کے پاس کتنی ہی ہو جب تک اس کا مزہ حرام سے، رنگ شبہات سے اور بو تکبر سے متغیر نہ ہو ناپاک نہیں ہوتا۔ جس طرح نباتات موسم گرما کے بعد بارش ہوتے ہی زمین سے نکل پڑتے ہیں، اسی طرح قیامت میں پانی برسے گا جسکو ماء الحیات کہتے ہیں، اس سے تمام مخلوق نباتات کی طرح زمین سے یکبارگی نکل پڑے گی اور وہ حیات ابدی ہوگی اور وہاں نیکی بدی کا ثمرہ ملے گا، کیا عمدہ مثال ہے انسان کے ابتدا سے انتہا تک کہ اس بارے میں ان کے حالات کا آنکھوں کے سامنے مشاہدہ کرا دیا، اس لئے فرمایا "كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝" (پ ۱۱۔ رکوع ۳۔ سورۂ یونس)

(ترجمہ:۔ ہم اسی طرح آیات کو صاف صاف بیان کرتے ہیں، ایسے لوگوں کے لئے جو سوچتے ہیں)۔

میرے دوستو سنو۔ اگر چند بچے جمع ہو کر باو کا گھر تیار کریں، پتے اور تیولی بطور سامان جمع کر لیں اور چند درخت کی ڈالیاں توڑ کر مکان کے صحن میں لگا کر خانہ باغ بنالیں اور اپنے اس مکان پر اترا رہے ہوں تو کوئی بھی اس کو ہوشیاری کی بات قرار نہ دے گا۔ دوسری طرف اس مکان کے سامنے ایک شاہی محل ہے جس میں فرش اور سامان بادشاہوں کے شایانِ شان رکھا ہوا ہے اور اس محل کے صحن میں اعلیٰ درجہ کا باغ لگا ہوا ہے، محل کے دروازے پر خود بادشاہ کھڑا ہوا ہے، اتفاق سے آپ کا گذر اس طرف ہوا، ادھر بچے آپ کو گھروندے کی

طرف بلاتے ہیں اور اُدھر بادشاہ اپنے محل کی طرف۔ تو صاحبو سچ کہو آپ کہاں جائیں گے، آپ یہی فرمائیں گے کہ بچو تمہارا گھر بھی کوئی گھر ہے، ایک دو لمحوں میں مٹ جاتا ہے پھر یہاں تم رہو گے نہ یہ تمہارا مکان، اس لئے اگر میں بادشاہ کی بات نہ سنوں اور اس کے محل میں نہ جاؤں تو مجھ سے بڑھ کر کوئی دیوانہ نہ ہوگا اسلئے جہاں تک ہوسکے بادشاہ کے محل میں جانے کی کوشش کرنا چاہیئے۔

اسی طرح دنیا اور دنیا کا سازوسامان بچوں کا گھروندہ ہے اور جنّت اور اس کی نعمتیں شاہی محل ہیں۔ شیاطین الانس والجن دنیا کے گھروندہ سے خود بھی کھیل رہے ہیں اور آپ کو بھی کھیلنے کے لئے بلارہے ہیں، اور جنّت کی طرف خدائے تعالٰے بلارہا ہے" وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ " (پ۱۱۔ رکوع ۳۔ سورہ یونس) اللہ تعالٰے بلارہا ہے جنت کی طرف اور فرمارہا ہے میرے بندے گو تو مجھ سے بے پرواہ اور غافل ہے مگر مجھے تیرا ہی خیال ہے، میرے بندے شاید تیری نظر غلطی کررہی ہے کہ جس کی وجہ سے تو نے دنیا کی حقیقت کو نہ سمجھا ہائے تجھے پچھلی قوموں کی بھی مثال دی گئی پھر بھی تو نہ سمجھا۔

جس دنیا کے لئے تو بے سدھ ہے، اے انسان کیا اس کی اصلی حالت کی بھی تجھ کو خبر ہے، ارے سن دنیا کیا ہے" اَوَّلُهَا اَلْبُكَاءُ "اس دنیا کا آغاز رونے سے ہوتا ہے کیا تجھے یاد نہیں کہ پیدا ہوتے ہی تیرا سب سے پہلا کام رونا تھا۔

دیکھی جب آنکھوں سے دنیا کی فنا ✽ دیکھتے ہی خودبخود گریاں ہوا
ہے یہ گریہ اس کو اپنی جان پر ✽ سب ہیں اس رونے سے اسکے بےخبر
یعنے اس مدت میں یہ تھوڑی سی راہ ✽ قطع کی ہے میں نے مرمر کے الٰہ
نو مہینے کھایا ہے خونِ جگر ✽ طے کیا کس کس مصیبت سے سفر
وسعتِ دنیا تو ہے بے انتہا ✽ قطع کیونکر ہوگی اے میرے الٰہ
کس طرح طے ہوگی یہ راہِ دراز
مجھ نحیفِ خستہ سے اے بے نیاز

اس لئے کہ "اَوْسَطُهَا الْعَنَاءُ" اس دنیا کی زندگی شروع تو رونے سے ہوتی ہے اور اس دنیا کی درمیانی حالت طرح طرح کی مشقتوں اور مصیبتوں سے گھری ہوئی ہے۔

"وَآخِرُهَا الْفَنَاءُ" پھر اس دنیا کے آخر فنا ہے۔

حکایت ایک دفعہ ایک بادشاہ نے بہت ہی خوبصورت محل تعمیر کیا کسی طرح کا اس میں عیب نہ تھا، عمدہ عمدہ کھانے اس میں پکتے تھے عام لوگ آ آ کر کھاتے اور واپس جاتے تھے، دروازہ پر پہرہ بیٹھا ہوا تھا جو باہر آتا اس سے شاہی حکم کی بنا پر پوچھا جاتا کہ اس محل میں کیا کچھ عیب ہے، اس مکان میں کوئی عیب ہی نہ تھا تو کوئی کیا کہتا، بادشاہ لوگوں سے اس محل کی تعریف سن کر بہت خوش ہوتا تھا۔ ایک روز ایک شخص کمبل پوش آیا اور کہا ہاں اس مکان میں دو عیب ہیں، پہرہ والوں نے اس شخص کو روک لیا۔ بادشاہ کو خبر دی گئی، بادشاہ نے اس شخص کو فوراً بلایا اور کہا کہ میں تو سمجھا تھا کہ اس محل میں ایک بھی عیب نہیں ہے اور تم کہتے ہو کہ اس میں دو عیب ہیں۔ کہو کہ وہ کیا ہیں، انھوں نے کہا کہ پہلا عیب یہ ہے کہ آخر ایک روز یہ محل ویران ہو جائے گا، اور دوسرا عیب یہ ہے کہ اس محل کا بنانے والا مر جائے گا۔ یہ ایسے دو عیب ہیں کہ جنھوں نے اس محل کی ساری خوبیوں کو بے کار کر دیا ہے، تب بادشاہ نے پوچھا کہ کیا ایسا بھی کوئی گھر ہے کہ جو نہ تو ویران ہو، اور نہ ہی اس کا بنانے والا مر جائے تو انھوں نے کہا ہاں جنت ایسا گھر ہے جو کبھی ویران نہ ہو گا اور اس کا بنانے والا تو کیا اس میں رہنے والا بھی کبھی نہیں مرے گا، بادشاہ پر اس کا بہت اچھا اثر ہوا، اور ان کی اس نصیحت سے وہ دین دار بن گیا اور کہا ہائے اس دنیا کی زندگی کی آخری گھڑی فنا کی گھڑی ہے جو عجیب حسرت کی گھڑی ہے۔

حکایت حضرت دانیال علیہ السلام کا گذر ایک روز ایک لق ودق جنگل میں ہوا، وہاں آپ کو ایک گنبد سنگ مرمر کا بنا ہوا نظر آیا آپ

اس محل کے اندر گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ کروڑ ہا روپیوں کی مالیت کے زر و جواہر اور لاکھوں روپیوں کی تیاری سے وہ مکان آراستہ کیا گیا ہے مگر اس میں کہیں انسان کا پتہ نہ تھا، آپ آگے بڑھے تو ایک شاہی شہ نشین پر نظر پڑی تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس کے بیچ میں جواہرات کا ایک تخت ہے اور اس پر ایک طویل القامت شخص کی لاش پڑی ہوئی ہے اس لاش کے نیچے ریشمی قالین پڑے ہوئے ہیں، لاش بھی صحیح و سالم نہیں ہے بلکہ ہڈیوں کا ایک لانبا سا ڈھانچہ ہے اس ڈھانچہ کے پہلو میں ایک قیمتی تلوار ہے جس پر یہ عبارت لکھی ہوئی تھی کہ میں قوم عاد کا آخری بادشاہ ہوں (۵۰۰) برس میں نے بادشاہت کی ہے، سینکڑوں بادشاہ میرے تابع تھے، میری (۴۰) بیویاں تھیں، ان سے (۴۰۰) بیٹے پیدا ہوئے تھے، ہر ایک ان میں کا فوج کا کرنل تھا۔ کبھی میرے سر میں درد تک نہ ہوا، جب میری یہ حالت ہوئی تو آپے سے باہر ہو گیا اور خدا کی نافرمانی دل کھول کر کرنے لگا، خدا کی طرف سے ایک پیغمبر میرے پاس آئے اور مجھے بہت سمجھائے اور ڈرایا لیکن میرے سر میں تو غرور بھرا ہوا تھا ان کی نصیحت بھلا کیا اثر کرتی اور اُلٹے میں ان پر غصہ ہو کر ملک سے باہر نکال دیا، ان کا ملک سے باہر جانا ہی تھا کہ تمام باغات و کھیتیاں برباد ہو گئیں، رعایا ہلاک ہو گئی، بستی اجاڑ ہو گئی، سارا غلہ جل گیا، صرف میں اکیلا رہ گیا ہوں، کئی دن کے فاقہ کے بعد اب جان نکل رہی ہے، اس حالت میں میں یہ نصیحت کر رہا ہوں کہ اے دنیا میں رہنے والو! دنیا چار دن کی چاندنی ہے، اس لئے اس دنیا کے دھوکہ میں نہ آنا اور اس دنیا پر عاشق ہو کر خدا کو بھول نہ جانا، اور دیکھنا کہ یہ دنیا شائد ہی کسی کو میرے برابر ملی ہوگی۔ آج اس دنیا سے کوچ کر رہا ہوں، اور ایک ایک دانہ کو محتاج ہوں تم سب کو وصیت کرتا ہوں کہ اس دنیا پر دھوکہ کھا کر خدا کو بھول نہ جانا، خدا کے پیغمبروں کی بات سننا اور اطاعت کرنا، غرض یہ کہا اور مر گیا۔

اے ساکنینِ دنیا، دنیا میں گھر نہ جانا ✽ للہ یاد رکھنا، تربت کا آشیانا

ہے چار دن کی رونق آخر ہے پھر لق و دق ✽ سینہ ہے جس سے لبس شق مت پوچھو یہ فسانا

دل میں رکھو یہ کھٹکا، آخر بُرا ہے اس کا ❊ کھانا نہ اس کا دھوکہ، اس کے نہ جُل میں آنا
اونچا ہو کوئی کتنا، دکھلائے گی یہ نیچا ❊ اس کا یہی ہے شیوہ، اس کو نہ منہ لگانا
دنیا آخیر تیرا، اچھا نہیں ہے اصلا
افسوس تجھ پہ تھیا مرتا ہے کیوں زمانا

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بندے یہ دنیا ہے جس کا اول رونا، بیچ میں مصائب اور آخر میں فنا ہے تو اسی طرح غلطی کر رہا ہے جس طرح بچے گھروندوں پر فریفتہ ہیں ایسا ہی تو فانی دنیا پر مبتلا ہے لیکن میں تجھے جس جنت کی طرف بلا رہا ہوں اس کی اول عطا ہے "اَوَّلُهَا الْعَطَاءُ" اور "اَوْسَطُهَا الرِّضَاءُ" اس کا درمیانی حصّہ رضامندی ہے۔ چنانچہ جنّتی جنت میں جانے کے بعد خدائے تعالیٰ فرمائے گا سب نعمتیں تو ہیں لیکن اب میں تجھے ایک ایسی نعمت دیتا ہوں کہ جس کو کبھی سلب نہ کرونگا وہ میری رضامندی ہے، تم سے راضی ہوتا ہوں، اس لئے تم سے کبھی ناراض نہیں ہونگا "آخِرُهَا اللِّقَاءُ" اس جنت کی آخری نعمت دیدارِ الٰہی ہے، جب جنتی جنت میں جائیں گے تو ارشاد ہوگا کہ ہم آج تم سے راضی ہوگئے، کبھی تم سے ناراض نہ ہوں گے اس وقت جنتیوں کو ایسی خوشی ہوگی کہ ایسی خوشی کبھی نہ ہوئی ہوگی۔ تب خطاب ہوگا اے جنتیو! تم سے ایک اور وعدہ باقی ہے، بندے عرض کریں گے الٰہی! اب اور کیا باقی ہے، کیوں کہ حساب کی تکلیف، میدان قیامت کی سختی، اور دوزخ کی آگ سے تو نے ہم کو نجات دی، اور جنت میں داخل کیا اور وہاں وہ وہ نعمتیں سرفراز کیا کہ جنکو نہ آنکھوں نے دیکھا ہے اور نہ کانوں نے سُنا، اس کے بعد اور کیا عطاء باقی ہے حکم ہوگا حجاب اٹھاتے ہیں اور اپنا جمالِ جہاں آرا دکھاتے ہیں۔ اللہ کے دیدار میں وہ مزہ آئے گا کہ جنت کی کسی نعمت میں وہ مزہ نہ ہوگا۔

غرض یہ جو جنت ہے اس کے اوّل عطاء، اوسط رضاء اور آخر دیدارِ الٰہی ہے، اسی واسطے جنت کو "دَارُ السَّلَام" کہتے ہیں، کیوں کہ دنیا تو فنا کا گھر ہے اور جنت سلامتی کا۔ دنیا، حسد، کینہ، بغض، عداوت سارے عیبوں کا گھر ہے اور

جنت ان سب عیبوں سے سلامت رہنے کا مقام، سینہ وہاں صاف رہے گا، البتہ دنیا میں دل مکدر رہے گا، اور جنت قلب سلیم کی جگہ ہے، دنیا ہجر کی جگہ ہے تو آخرت جنت دیدار اور سلام الٰہی کی، اس طرح جنت کو "دَارُ السَّلَامِ" کہتے ہیں، چنانچہ خدائے تعالےٰ اسی دارالسلام کی طرف بلاتا ہے اگر کوئی نہ سنے تو مصائب بھیج کر دنیا سے دل اداس کرکے بلاتا ہے۔

صاحبو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام عمر ہمارے ہی غم میں بسر کی ہے لیکن افسوس ہے کہ ہم اب بھی ایسی حرکتیں کرتے ہیں کہ جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچتی ہے خلاصہ یہ ہے کہ اگر خدائے تعالےٰ پر لاڈ ہے تو ہمارے گناہوں کی اطلاع ہمارے سوا اور بہت سی مخلوق کو بھی دی گئی ہے اور دیگر مخلوق کو اطلاع دینے کی خبر ہم کو دیدی گئی ہے تاکہ ہم شرمائیں مگر ہم لوگوں کی یہ حالت ہے کہ اس پر بھی ہم کو شرم نہیں آتی، اسلئے اللہ تعالےٰ نے (نامۂ اعمال وغیرہ لکھنے میں) فرشتوں کا واسطہ رکھا ہے ورنہ واسطے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ یہ بھی ایک تدبیر ہے بندوں کو غیرت دلاکر گناہوں سے روکنے کی کہ دیکھ بندے تیرے گناہوں کی اطلاع فرشتوں کو ہو رہی ہے۔

صاحبو سنو! جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف کا وقت قریب آیا تو آخری بات جو آپ نے فرمائی وہ یہ تھی:۔

(۱) اپنے تابعدار، باندی، غلام کا ہر طرح خیال رکھو اور ان کو ایذا مت دو۔

(۲) نماز کی حفاظت کرو۔

غرض عرش پر ذکر تھا تو نماز کا تھا، آخر وقت حضور کو نماز ہی کی فکر تھی، اس سے زیادہ نماز کی اور کیا فضیلت ہوگی۔ اس لئے صاحبو! نیکیاں کرو، نماز پڑھا کرو، اور گناہوں سے باز آجاؤ۔

سنو صاحبو! اب میں ذکر کرنے اور نماز پڑھنے کی رغبت ایک نئے انداز سے دلاتا ہوں ذرا غور سے سنئے:۔

حکایت ایک زمانہ میں ایک شہر میں یہ دستور تھا کہ جب وہاں کے بادشاہ

کی لڑکی جوان ہوتی تو تمام شہر میں ڈھنڈھورا پیٹا جاتا کہ سب لوگ فلاں میدان میں جمع ہو جائیں، شہزادی اپنا خاوند پسند کرے گی، سب لوگ جمع ہونے کے بعد بادشاہ اور ملکہ شہزادی کے ہاتھ میں ایک ہار دیتے کہ جس کو وہ پسند کرے اس کو یہ ہار پہنا دے، اس بادشاہ کے پڑوس میں ایک نوجوان رہتا تھا جو اگرچہ کہ محتاج تھا لیکن نہایت خوبصورت تھا شہزادی اس پر عاشق بھی تھی۔ اعلان کے بعد جب تمام امراء، رؤساء اور نامور لوگ میدان میں جمع ہوئے تو شہزادی اس ملک کے دستور کے مطابق اس مجمع میں ایک چکر لگائی لیکن وہاں اس نوجوان کو نہ پاکر ہار پہنائے بغیر واپس ہو گئی، اس سے سب لوگوں کو تعجب ہوا، دوسرے دن پھر مجمع ہوا، اس دن بھی وہ نوجوان نہ آیا، اس دن بھی شہزادی نے کسی کو پسند نہ کیا، لوگوں نے خیال کیا کہ شائد شہزادی شادی کرنا ہی نہیں چاہتی، تیسرے دن پھر سب امراء جمع ہوئے، اس دن اس غریب نوجوان کے دل میں آیا کہ مجھ غریب کو کون پوچھے گا، چلو تماشہ دیکھنے کی نیت سے اس مجمع میں شریک ہو جاؤں۔ غرض اس خیال سے وہ شخص آیا اور دور بیٹھ گیا، شہزادی آج بھی چاروں طرف نظر دوڑائی، اتنے میں اس کی نظر اس غریب نوجوان پر پڑی، فوراً اس کے پاس آئی اور اس کو ہار پہنا دیا، سب امراء شرمندہ ہو کر واپس ہو گئے۔

ایسا ہی خدائے تعالے کی طرف سے اعلان ہوا کہ ہم خلافت کے لئے انتخاب کرینگے ساری کائنات جمع ہوئی۔ ہر ایک کو دعوئی تھا کہ میں مستحق خلافت ہوں، آفتاب الگ چاند الگ، آسمان ادھر، زمین ادھر، پانی، درخت، پہاڑ غرض ہر ایک کا خیال تھا کہ خلافت اسی کو ملے گی۔ امانت کا ہار اسی کو پہنایا جائے گا۔ انسان، مفلس نوجوان کی طرح دور بیٹھا ہوا عاجزی سے سر جھکایا ہوا تھا، تمام عالم میں کسی کو امانت کا ہار پہنایا نہ گیا، انسان عاجز کو امانت کا ہار پہنایا گیا۔ خلافت کے لئے چن لیا گیا۔

صاحبو! غور کرو اگر وہ نالائق محتاج نوجوان شہزادی کا خلاف کرے، اس کو ایذا دے تو وہ کیا کہے گی، وہ کہے گی ارے ظالم! تو نے میری کچھ قدر نہ کی، اتنے امیروں میں سے میں نے تجھ کو منتخب کیا، اور تو میرے ساتھ یہ بیوفائی کر رہا ہے

ایسا ہی ارے وہ ناشکرے انسان" وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ
(پ ۔ رکوع ۱۱ ۔ سورۂ انعام) تو نے خدا کی کچھ قدر نہ کی، ساری کائنات میں سے
میں نے تجھ کو چنا اور تو میرا ہی خلاف کرتا رہتا ہے۔

غرض جب شاہزادی نے اس غریب آدمی کو ہار پہنایا، تو تمام امراء نے شور مچایا کہ ہم کو چھوڑ کر ایک محتاج کو کیوں منتخب کیا، شہزادی نے کہا کہ اگر میں نے اسکو سونے کا ہار پہنایا ہے تو اس نے بھی تو مجھ کو محبّت کا ہار پیش کیا ہے، اگر وہ محتاج ہے تو کیا ہوا میں تو غنی ہوں، دولت مند ہوں جب چاہوں اس کو امیر بنا دوں گی۔

ایسا ہی فرشتے آسمان، زمین، دریا، چاند، سورج، پہاڑ وغیرہ نے غل مچایا اور عرض کیا کہ مجھ کو چھوڑ کر انسان کو کیوں چن لیا گیا، اس کے پاس کیا ہے ہم تو تیری تسبیح وتقدیس کرتے ہیں۔ ندا ہوئی اگر میں نے امانت کا ہار اس کو پہنایا ہے تو اس انسان نے بھی مجھ کو محبت کا ہار پیش کیا ہے ؎

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

اگر انسان محتاج ہے تو کیا ہوا، میں تو غنی ہوں، تم اگر امیر ہو تو اس کو جن جن چیزوں کی ضرورت ہے دے کر امیر الامراء بنا دوں گا۔ تم مخلوقات ہو تو اس کو اشرف المخلوقات بنا دوں گا جیسے شہزادی نے اس کو اپنے پاس رہنے کے قابل بنانے کے لئے خلعت دیا، یہ دیا وہ دیا تاکہ وہ اور امیروں سے بڑھ جائے اور اس شان کا بن جائے کہ کوئی امیر اس کی شان ورفعت کو نہ پہونچ سکے۔

ایسا ہی خدائے تعالےٰ نے فرمایا اے میرے چنے ہوئے اور پسند کئے ہوئے انسان جن جن چیزوں کی تجھ کو ضرورت ہے وہ سب دیتا ہوں تو کوشش اس کی کر کہ میرا مقرب بننے کے قابل بنے، اور تیری وہ شان ہو جو کسی اور مخلوق کی نہ ہو، انسان نے عرض کیا الٰہی! کیا کروں جو تیرے لائق بنوں۔

حکم ہوا سب اطاعت کرتے ہیں تو عبادت کر۔

اس کا فرق یہ ہے کہ اطاعت میں مثل نوکر کے صرف خاص خاص کام کرنا پڑتا ہے لیکن عبادت میں مثل غلام کے کام کر کہ اس کا کوئی خاص کام مقرر نہیں ہوتا ان کی عبادت بے نمک محبت ہے اور تیری عبادت ایسی ہو جیسے کوئی عاشق اپنے معشوق کی خدمت دلی محبت سے کرتا ہے، غرض اسی طرح جوش محبت سے تیری عبادت ہوا کرے ان کی عبادت، بے معرفت ہے لیکن تیری عبادت اور نماز وغیرہ میری معرفت کے ساتھ ہوا کرے بمعرفت کو یوں حاصل کر کہ ساری کائنات دیکھ کر میرا پتہ لگالے ؎

برگِ درختانِ سبز در نظر ہوشیار

ترجمہ (عارف) ہوشیار کی نظر میں جھاڑوں کے ہرے پتے

ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

(اور) ہر پتہ اللہ تعالیٰ کی معرفت یعنی اللہ تعالیٰ کو پہچاننے کے لئے دفتر کے دفتر ہیں۔

اس دنیا کے ظلمت کدہ میں جو ظلمت ہے کہ کچھ تمیز نہیں ہو رہا ہے کہ کیا ہو رہا ہے اس لئے ہماری معرفت حاصل کرنے کے لئے اس اندھیرے میں عقل کا چراغ دیتے ہیں، چنانچہ عقل کے ذریعہ ہمارا پتہ لگالے، صرف عقل کچھ نہیں کر سکتی، اس لئے حواس دیتے ہیں۔ آنکھ قدرت کی نیرنگیاں دکھائے گی۔ کان خدا کی قدرت کے عجائبات سنائیں گے زبان کا ذائقہ خدا کی قدرت کا کرشمہ بتائے گی۔ ایسا ہی دیگر حواس مثلاً ناک وغیرہ قدرت کا کرشمہ بتلائیں گے، عقل کی روشنی میں ان ساری قدرت کی نشانیوں کو دیکھ کر تو خود چلا اٹھے گا ؎

چرخ کو کب سلیقہ ہے ستم گاری میں
کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں

ان حواس کے لئے کسی ڈھانچہ کی ضرورت تھی جس میں یہ حواس بطور نگینہ جڑے رہیں، اس لئے تجھ کو تن، جسم دیتے ہیں، اور دشمن درندہ وغیرہ سے جسم کی حفاظت کے لئے غصہ دیتے ہیں، جسم کی بقا کے لئے شہوتِ طعام وغیرہ دیتے ہیں، غرض جسم کے لئے جن جن چیزوں کی ضرورت ہے وہ دیتے ہیں، تاکہ تو جلد کوشش کر کے معرفت

حاصل کرے اور میرے پاس رہنے کے قابل بن جائے تو پھر میں تجھ کو ساری کائنات کو دکھا کر کہوں گا کہ یہ وہی محتاج انسان ہے جو آج تم سب سے بڑھ گیا اور اشرف المخلوقات ہو گیا ہے۔ غرض جسم کی جو ضرورتیں ہیں وہ سب دیتا ہوں۔ بطور مثال کے ایک روٹی ہی کو لے لیجئے جو تیرے سامنے رکھی جاتی ہے اور تو جانور کی طرح کھا لیتا ہے کبھی تو نے یہ بھی سوچا کہ اس کے لئے کیا کیا انتظام کرنا پڑتا ہے، تب کہیں یہ روٹی تیرے سامنے آ کر رکھی جاتی ہے، یہ روٹی جس اناج سے پکائی گئی ہے، اگر گھر میں دھرا رہتا تو چند روز میں ختم ہو جاتا، تو پھر کیا کھاتا، اس لئے زمین بنایا۔ خالی زمین سے اناج نہیں اگتا، ہوا کی ضرورت ہے، اسی طرح اگر ہل نہ چلایا جائے تو اناج نہیں اگتا۔ غرض ہل کے ذریعہ زمین کو کھلی کر کے اس کے اندر ہوا بھری جاتی ہے اس لئے ہوا پیدا کیا۔ اسی طرح بغیر پانی کے کچھ نہیں اگ سکتا، اس لئے پانی پیدا کیا، باولی اور نہر میں پانی جاری کیا، تیری روٹی کے لئے ابر میں پانی بھر کر کہاں سے کہاں اٹھا کر لایا، اس کے لانے کے لئے فرشتے بنائے گئے۔ صرف گرمی یا صرف سردی اناج کے لئے مضر تھی اس لئے خریف، ربیع وغیرہ چار موسم بنایا، زمین کی اصلاح کے لئے بیل پیدا کیا، بیلوں کے واسطے گھاس اگایا، ہل کے لئے لوہا، لکڑی اور پتھر پیدا کیا اس کام کے لئے لوہار، بڑھئی بنایا۔ کھیت کرنے کا شوق دے کر طبقہ کسان پیدا کیا۔ اناج پکنے کے لئے آفتاب پیدا کیا، اناج میں دودھ بھرنے کے لئے چاند بنایا، ہر ایک تارے سے ایک ایک تیرا کام لیا، چاند تاروں کے لئے آسمان بنایا، پھر اناج سے بھوسہ الگ کروایا، پھر پسوایا، پیسنے کے لئے پتھر بنایا، پھر خمیر کر کے آٹا گوندھا اسکے پکانے کے لئے آگ بنی۔

غرض ساری مخلوق تیری غلامی کر رہی ہے، تب کہیں تجھے ایک روٹی ملتی ہے۔

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک درکارند

(ترجمہ) ابر، ہوا، چاند، سورج، آسمان (اللہ تعالٰے ان کے لئے جو کام مقرر کیا ہے) اس کام میں ہیں (یعنے اللہ تعالٰے کی اطاعت میں ہیں)۔

تا تو نانے بکف آری و بہ غفلت نخوری

(ترجمہ) تب کہیں تو ایک روٹی حاصل کرتا ہے اور کھاتا ہے اور غفلت میں رہتا ہے۔
(یعنی تیرا یہ حال ہے کہ تو اللہ تعالے کی عبادت سے غافل رہتا ہے)

ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرماں بردار

(ترجمہ) (کائنات عالم کا ہر ذرہ) تیرے لئے سرگشتہ یعنی حیران و بے قرار ہے لیکن تیرا فرماں بردار ہے۔

شرط انصاف نباشد کہ تو فرماں نبری

(ترجمہ) یہ انصاف کی بات نہیں کہ تو اللہ تعالے کا فرماں بردار نہ رہے۔
(اور اللہ تعالے کے احکام کی تعمیل نہ کرے)۔

ارے او کمبختی مارے انسان! اگر کوئی دوست تجھ کو کوئی میوہ بھیجے تو کیا اس کے کھاتے وقت دل میں اس دوست کا خیال نہ آئے گا' ذرا انصاف سے سچ بتا' خدا کا دیا ہوا کھانا ہر وقت تیرے سامنے آتا ہے کسی دن بھی کھانا کھاتے وقت خدائے تعالے کو یاد کرتا ہے' سارا کھانا کھا جائیں گے لیکن کسی لقمہ پر بھی یہ خیال نہیں آتا کہ ہائے یہ نعمت مجھ کو دینے کے لئے اپنی ساری مخلوق کو میرا غلام بنایا' اور یہ سب میرے کام میں مصروف ہیں' تب کہیں یہ چیز مجھ کو ملی' وہ محتاج نوجوان بادشاہ کا داماد بننے سے سب امراء اس کے غلام بن گئے تھے' اسی طرح تو خدا کا پسندیدہ ہونے سے سب مخلوق تیری خدمت کر رہی ہے' کبھی تو غور کیا کہ کیا تو بھی کسی مخلوق کی خدمت کرتا ہے' معلوم ہوا نہیں کرتا ہے' وہ داماد بھی کسی کی خدمت نہیں کیا' سب اس کی خدمت کرتے تھے' اگر وہ محتاج نوجوان شہزادی کی دی ہوئی چیز کو شہزادی ہی کی مخالفت میں صرف کرے تو آپ کیا کہیں گے اور خود شہزادی بھی کیا کہے گی' آپ بھی ملامت کریں گے اور شہزادی بھی کہے گی کہ ہائے تو نے میری کچھ قدر نہ کی' اسی طرح جتنی چیزیں مثلاً یہ ہاتھ' پاؤں اور اعضاء وغیرہ آپ کو دیئے گئے ہیں تو وہ معرفت الٰہی حاصل کرنے کے لئے ہیں لیکن آپ ان سب چیزوں کو خدا کی مخالفت میں صرف کر رہے

ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وَ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ" (پ۷-ع ۱۱- انعام) ساری کائنات سے فائق ہونے کا طریقہ یہ تھا کہ آپ معرفت حاصل کرتے، تمام مخلوق کی عبادت بے نمک محبّت ہے، اور انسان کی عبادت جوش محبّت سے ہے اور اس کو حاصل کرنے کے لئے کثرت سے ذکر ہو، ہمیشہ یادِ الٰہی میں رہے، کثرت سے نماز پڑھی جائے، اس سے ایک نہ ایک دن محبت پیدا ہو ہی جائے گی۔

جس طرح کثرت ذکر، محبّت پیدا کرتا ہے، اسی طرح دل میں محبّت پیدا ہونے کی خبر بھی دیتا ہے، دیکھئے جب دنیا میں کسی عورت سے محبت ہو جاتی ہے تو ہر بات میں اسی کی یاد لگی رہتی ہے، وہی دھن بندھی رہتی ہے۔

حکایت ایک بخیل نے اپنے کسی دوست کو ایک مرغی دی تھی، جب کبھی کسی بات کا تذکرہ آتا تو اس کو وہ مرغی یاد آتی، کہتا فلاں بات اس دن ہوئی تھی جب میں نے تم کو وہ مرغی دی تھی۔ اسی طرح کہتا بچہ اس دن پیدا ہوا جس دن میں نے تم کو مرغی دی تھی، وہ فلاں شخص اس دن مرا تھا، جب میں نے تم کو مرغی دی تھی۔ ہر واقعہ کا پتہ بتانے کے لئے وہ مرغی کا ذکر ضرور کرتا۔ آخر وہ دوست تنگ آکر ایک مرغی خرید کر دیدیا اور کہا بھائی اب تو اس مرغی کا ذکر چھوڑ دے۔

اسی طرح جس کا خیال بندھ جاتا ہے تو وہی رنگ چڑھ جاتا ہے اور ہر وقت وہی چیز یاد آتی رہتی ہے، ایسا ہی خدا اور رسول کو بہت یاد کرنے سے ان سے محبّت ہو جاتی ہے اور محبّت ہونے سے ہر وقت یاد آتے رہتے ہیں، شادی وغیرہ میں نجومی سے پوچھتے ہو کہ کونسی ساعت منحوس ہے، آپ یہ محنت کیوں اٹھاتے ہیں۔ سنو صاحبو! میں بتاتا ہوں کہ کون سی ساعت منحوس ہے؟ سنو وہی ساعت منحوس ہے کہ جب آپ خدا سے غافل رہے ہوں۔

حکایت ایک دفعہ ایک شکاری اپنی ایک کمسن لڑکی کو لئے تالاب گیا، تاکہ مچھلی کا شکار کرے، باپ مچھلی پکڑ پکڑ کر لڑکی کو دیتا جاتا اور

لڑکی ادھر باپ سے لیتی اور ادھر پانی میں چھوڑتی جاتی۔ شکاری کو اس کی خبر ہی نہیں ہے، جب شکار سے فارغ ہو کر اوپر آیا تو دیکھا کہ ایک بھی مچھلی نہیں ہے، تب بیٹی سے پوچھا کہ وہ مچھلیاں کیا کئے، لڑکی نے کہا کہ میں تم سے ہی سنی ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مچھلی اسی وقت شکار ہوتی ہے کہ جب وہ خدا کی یاد اور اس کے ذکر سے غفلت کرتی ہے تو بابا جو چیز یادِ الٰہی سے غافل ہوا اس کو ہم کیا کھاتے، کہیں اس کے اثر سے ہم بھی غافل نہ ہو جائیں اس لئے میں نے چھوڑ دیا۔

چونکہ آپ کو نماز اور ذکر کر کے تمام مخلوق سے سبقت لے جانا ہے، اس لئے نماز اور ذکر میں بے حد آسانیاں رکھی گئی ہیں، دنیا میں جو بڑے بڑے حکام ہیں پہلے تو ان سے بات کرنے کا موقع ہی نہیں ملتا، اگر کبھی ملا بھی تو خانساماں، اردلی، چپراسی کی ضرورت ہے، خدائے تعالےٰ سے تو کوئی بڑا بادشاہ نہیں ہے مگر یہ دربار ایسا کھلا ہوا ہے کہ نہ خانساماں کی ضرورت ہے نہ اردلی نہ چپراسی کی "اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ" (پ ۲۴۔ رکوع ۲۔ سورہ مومن) تم مجھے پکارو میں خود تمہاری سنتا ہوں فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ" (پ ۲۔ رکوع ۱۸۔ سورۂ بقرہ) تم مجھے یاد کرو میں تم کو یاد کرتا ہوں، چھوٹے چھوٹے حکام کے پاس حضور سرکار کے سوا کوئی بات نہیں کر سکتا، انگریزی میں ہی ہدایتیں دیتے ہیں، عرضی لیتے ہیں، لیکن ہمارے پاس ارے تو جس زبان کا ہے اس میں کہہ، ہم تیری سنتے ہیں، ہم کو حضور سرکار کی ضرورت نہیں تو کہہ میرے اللہ! میں کہتا ہوں کیا ہے میرے بندے! حکّام دنیا کو دیکھئے اگر کبھی بات کرنے کی اجازت مل بھی جاتی ہے تو بڑے آداب و القاب کے ساتھ بات کرنا پڑتا ہے اگر خدا کے پاس بھی ایسا ہی ہوتا تو بتلائیے کہ ہم اس کے لائق القاب کہاں سے لاتے اس کی بے انتہا رحمت کو دیکھو، صرف نام لینے کی اجازت دیتے ہیں، القاب کی ضرورت نہیں، بادشاہوں کے دربار میں اگر کوئی حاضر ہو کر بات کرنا چاہے تو پاک و صاف ہو، بدبو نہ آتی ہو، ورنہ نکال دیا جائے گا، لباس صاف ستھرا ہو، اگر یہاں بھی ایسی ہی شرط ہوتی، تمام دریاؤں کا پانی نہاتے تب بھی

اس کا نام لینے کے لائق نہ ہوتے ۔

ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب

ترجمہ ۔ اپنے منہ کو ہزار ہا مرتبہ بھی مشک ملے ہوئے گلاب سے دھوئیں

ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی ست

ترجمہ ۔ تب بھی اس کا نام مبارک لینا انتہائی بے ادبی ہے

مگر اس رحمت کو تو دیکھو' بندے تو جس حال میں ہو' پاک' ناپاک' وضوء' بے وضوء ہمارا نام لے' ہم کو پکار' حاکموں کے پاس کچھ عرض کرتے ہیں تو ادب سے بیٹھ کر عرض کرتے ہیں' یہاں حکم ہوتا ہے" فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِكُمْ " (پ۵ ۔ رکوع ۱۵ ۔ سورۂ نساء) کھڑے' بیٹھے' لیٹے ہر حال میں ہم کو یاد کرو کم سے کم اتنا ہی کہہ دیتے کہ اگر تجھ سے گناہ سرزد ہو تو ہمارا نام نہ لینا تو پھر کبھی نام لینا نصیب ہی نہ ہوتا ۔ اس لئے حکم دیتے ہیں بندے لے ہمارا نام لے' یہ نام لینا ہی تجھ کو ایک دن گناہ ترک کروا دے گا ۔

حکایت ایک ناپاک شخص کا دریا پر گزر ہوا' دریا نے کہا آجا میں تجھ کو پاک کر دوں' اس نے کہا میں ناپاک ہوں' تیرے پاس آنے سے شرم آتی ہے' دریا نے کہا یاد رکھ تو اسی وقت پاک ہو گا کہ جب تو میرے پاس آئے گا ۔ ورنہ اگر تو دور دور پھرتا رہے گا تو ناپاک ہی رہے گا ۔ ایسی ہی حالت میں آجا ۔ ایک موج اٹھے گی اور تجھ کو پاک کر دے گی ۔ ایسا ہی اگر تم گناہ میں ڈوبے ہوئے ہو تو کچھ پرواہ نہیں' اس کے ذکر و طاعت اور نماز میں لگے رہو' ایک رحمت کی موج اٹھے گی اور تم کو پاک صاف گناہوں سے کر دے گی ۔

میرے بندے تو اس بات کا انتظار مت کر کہ میرے ذکر کا' میری دعا کرنے کا نماز پڑھنے کا' خدا جواب کیوں نہیں دیتا ۔ ارے یہ بھی ہماری رحمت ہے' موسیٰ علیہ السلام کا کیا حال ہوا ۔ پہاڑ کی کیا گت بنی' تیری بھی وہی حالت ہوتی تو ہمارے کلام کو کس طرح برداشت کرتا' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جیسے

وحی کے وقت اونٹ، کھڑا ہوا بیٹھ جاتا، چہرہ مبارک پسینہ پسینہ ہوجاتا اور اس طرف کا ہوش نہ رہتا۔ اگر کسی کا معشوق یہ کہے کہ تم عرض حال کرو، ہم پردہ کے پیچھے سے سنتے ہیں تو عاشق اس کو بھی ایک دولت سمجھے گا کہ میری ایسی کہاں قسمت تھی کہ میں کہتا رہوں اور وہ سنتے رہیں، رو رو کر اپنا حال بیان کرے گا اور اس کو وہی لطف آئے گا جو سامنے بیٹھ کر سنانے سے آتا ہے ایسا ہی تم بھی نماز پڑھ کر سناؤ وہ سن رہے ہیں۔

صاحبو! کہیں ایسی اجازت اور اتنی رحمت بھی دیکھی ہو، بڑا غضب ہے کہ ادھر سے یوں رحمت کا جوش ہو، اور ادھر سے یہ اعراض اور دوڑ دور رہنا ہو۔ ہر وقت کے لئے اجازت دے دی کہ جب چاہو باتیں کرو، ہمارا نام لو، ہم سنتے رہتے ہیں پھر نام بھی کتنا سہل اور مختصر کہ بچہ بھی چاہے تو کہہ سکتا ہے۔

اور شیریں اور بامزہ ایسا ہے کہ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں مبالغہ نہیں کرتا بلکہ جب میں اللہ کہتا ہوں تو میرا منھ اس قدر میٹھا ہوتا ہے کہ مصری سے بھی اتنا میٹھا نہیں ہوتا۔

اور نام بھی ایسا پیارا کہ دنیا میں جتنے نام ہیں اگر ان میں سے ایک حرف بھی کم کیا جائے تو وہ نام بگڑ جاتا ہے، بخلاف اللہ کے کہ اگر الف نکال دیا جائے تو لِلّٰہ باقی رہتا ہے، لام اول نکال دیا جائے لَهٗ باقی رہا۔ "وَلَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" اور اگر لام ثانی گرا دیا تو ھُ رہا "اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ" (پ ۳۔ رکوع ۳۴۔ سورہ بقرہ)

غرض خدا اپنا ایسا پیارا نام کہنے کی رغبت دلاتا ہے جیسے شفیق باپ جب اپنے چھوٹے بچے سے کوئی لفظ کہلانا چاہتا ہے اور اس کو وہی لفظ پیارا معلوم ہوتا ہے کہتا ہے میاں! تم یہ کہو، ہم تم کو مٹھائی دیتے ہیں، ہم تم کو یہ دیتے ہیں، ایسا ہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے، تیرا اللہ بولنا مجھ کو بہت پیارا معلوم ہوتا ہے تو ایک بار اللہ کہہ میں تجھ کو حور دیتا ہوں، جنت دیتا ہوں، کس محبت سے ذکر کی نماز کی رغبت دلاتے ہیں۔ افسوس ہے ان پر کہ جو پھر بھی اس کا ذکر نہ کریں،

اس قدر رعایت کرنے سے مقصود یہی ہے کہ کثرت سے ذکر کیا کرو، اسی واسطے فرماتے ہیں" قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ " پ ۷- ع ۱۱- انعام) (آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے) اس آسانی پر بھی خدا کا ذکر کر کے محبت پیدا کر کے تمام مخلوقات نہ بڑھ جائے تو یہی کہا جائے گا" وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ "(پ ۷- ع ۱۱- انعام)۔

سنو صاحبو! اس مبارک نام کا ایک اور اثر بتاتا ہوں، ساری دنیا جس چیز کی تلاش میں ہے وہ ان کو نہ ملی، اگر وہ چیز ہے تو اسی مبارک نام میں ہے، ایک شخص اولاد چاہتا ہے تو دوسرا اس کی دھن میں ہے کہ کوئی بڑا عہدہ مل جائے، کسی کی یہ آرزو ہے کہ چند ایکڑ کھیت مل جائیں، کوئی چاہتا ہے پختہ مکان بن جائے، کوئی چاہتا ہے بیوپار خوب ہو، کوئی چاہتا ہے کہ حکام میں میری وقعت ہو جائے، بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ ہر شخص ایک جدا چیز کا طالب ہے مگر آپ غور کر کے دیکھیں گے تو معلوم ہو گا کہ سب ایک ہی چیز کے طالب ہیں، صرف نام الگ الگ ہیں جیسے مولانا فرماتے ہیں:۔

حکایت ایک سفر میں چار شخص جا رہے تھے ایک ترکی، ایک فارسی، ایک عرب اور ایک رومی، ان کو ایک روپیہ مل گیا، سب کی طبیعت انگور لینا اور کھانا چاہی، مگر سب کی زبان الگ الگ تھی، ایک کی بات دوسرا نہیں سمجھ سکتا تھا، عرب نے کہا کہ میں "عنب" لوں گا، ایرانی نے کہا کہ میں انگور لوں گا، رومی نے کہا کہ میں استافیل لوں گا، اور ترکی نے بھی اپنی زبان میں کچھ کہا، اور سب آپس میں جھگڑنے لگے ایک شخص جو ان سب زبانوں سے واقف تھا اس نے کہا ٹھیرو میں تم سب کی فرمائش پوری کرتا ہوں، انگور خرید لایا تو عرب نے کہا عنب ہے، ایرانی نے کہا انگور ہے، رومی نے کہا استافیل ہے، ترکی نے بھی یہی کچھ کہا، غرض چیز ایک تھی اور نام الگ الگ ایسا ہی چیز ایک ہی ہے راحت و چین، کسی نے اس کا نام اولاد رکھا کہ اولاد ہو گی تو قلب کو اطمینان ہو گا، کسی نے اس کا نام جائداد رکھا کہ اس سے قلب مطمئن ہو گا، کسی نے اس کا نام حکومت رکھا کہ اس سے مجھ کو راحت و چین ملے گا۔ اسی واسطے کسی کو بیس ہزار روپیے ملے تو وہ مارے خوشی کے پھولے

نہیں سماتا، اس خیال سے کہ خوب چین سے گذرے گی، دوسرے کو وحشت ہونے لگی کہ لو اب میرا چین گیا بکھیڑے پیچھے لگ گئے۔

حکایت حضرت سلیم چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں شاہ جہاں بادشاہ وقت نے حاضر ہو کر ایک بہت بڑی رقم نذر کی، شاہ صاحب فرمائے بادا میرا خرچ ہی کچھ نہیں ہے اور جو کچھ ہے وہ خدا پوری کر دیتا ہے تمہارے یہ روپئے لے کر کیا کروں، شاہ جہاں کے دل میں شاہ صاحب کی بڑی وقعت ہوئی، شاہ جہاں کے ساتھ ایک مولوی صاحب بھی تھے ان کو ہوا حسد، وہ کہنے لگے شاہ صاحب حدیث شریف میں آیا ہے کہ آدمی جب بوڑھا ہوتا ہے تو اس میں دو چیزیں جوان ہوتی ہیں، ایک حرص اور ایک طول امل۔ حدیث شریف تو غلط نہیں ہو سکتی، آپ بھی بوڑھے ہیں، آپ میں بھی حرص ہونا ضروری ہے، آپ بناوٹ کر رہے ہیں۔

شاہ صاحب نے فرمایا کہ مولانا آپ حدیث پڑھے مگر حدیث کا مطلب نہیں سمجھے، حضرت "لیشیب" فرمائے ہیں جوان وہی ہوگا جو پہلے پیدا ہوا ہو، مجھ میں حرص پیدا ہوئی ہی نہیں تو وہ اب جوان کہاں سے ہوگی، مگر مولوی صاحب آپ میں حرص پیدا ہو چکی تھی اب بڑھاپے میں اس کی جوانی کا عالم ہے، مولوی صاحب بھی دنگ رہ گئے۔

غرض سب چین واطمینان و راحت کے طالب ہیں، اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ چین واطمینان کس چیز میں ہے کسی شخص نے اپنی تمام عمر دنیا میں آرام وچین سے بسر نہیں کی بڑی کوشش سے سامان راحت جمع ہوتے ہیں، لیکن راحت نہیں ملتی، اس لئے کہ پہلے تو تمام آرزوؤں اور خواہشات کا پورا ہونا مشکل ہے اگر ہو بھی جائیں تو چین نصیب نہیں ہوتا۔ کوئی نہ کوئی پریشانی ضرور رہتی ہے۔

حکایت ایک مجرد شخص کسی عیال دار سے اس کی خیریت پوچھا، عیالدار بگڑا کہا خیریت ہوتی ہے تم جیسے منحوسوں کے پاس، اکیلی جان، سنیاسی کی طرح بس خیریت ہی خیریت ہے، ہمارے یہاں کیوں خیریت ہوتی، اللہ کے

دیئے ہوئے بیوی بچے بھی ہیں، پوتے پڑپوتے، نواسے، نوکر، چاکر ہیں، کسی کا سر دکھ رہا ہے، کسی کو دست آرہے ہیں، کسی کی آنکھ دکھ رہی ہے، ہمارے یہاں کیسے خیریت ہوتی۔ بالکل سچ ہے جتنا سامان بڑھتا ہے، اسی قدر افکار ات بھی بڑھتے جاتے ہیں۔

حکایت ایک فقیر کو بادشاہت مل گئی، کسی نے مبارک باد دی تو اس نے کہا

وے روز غم نانے داشتم

ترجمہ۔ (جب فقیر تھا) اس وقت (صرف) ایک روٹی (میسر آنے کا) غم رہتا تھا۔

امروز غم جہانے

ترجمہ۔ (اب جبکہ بادشاہ ہوگیا ہوں) اس وقت ایک جہاں (یعنے پوری سلطنت کا) غم ہے۔

ایک شخص کو اولاد نہ ہوتی تھی، یہی غم تھا، اب اولاد ہوئی، بیمار رہے، اس سے بڑھ کر پریشانی ہوتی ہے کہ مرتا ہے یا زندہ رہتا ہے، اگر زندہ رہ گیا تو اولاد کی اولاد نہ ہونے کی فکر ہے، یہ رنج رہتا ہے، غرض کسی طرح چین نہیں۔ اسی طرح کہیں سے ایک ہزار روپیہ مل گیا، ساری رات اس کی حفاظت کی فکر میں چین نہیں، صبح کو دیکھتے ہیں کہ صندوقچہ ہی ندارد ہے تو اس غم کی کوئی حد نہیں، مال تو آیا بھی اور گیا بھی، لیکن یہ غم اور پریشانی نفع میں رہی۔

حکایت ایک دفعہ ایک چور کسی کا گھوڑا چرا لایا، راستہ میں ایک اور چور ملا پوچھا، بھائی کیا اس کو بیچتے ہو، اس نے خیال کیا کہ اس سے اچھا اور کیا موقع ملے گا کہ ادھر چوری کی ادھر خریدار مل گیا اور پکڑے جانے کا ڈر ہی نہ رہا اس سے پہلے چور نے کہا ہاں بیچتے ہیں، تب دوسرے چور نے کہا کہ بھائی ذرا سوار ہو کر تو دیکھ لوں کہ کہیں اس میں کوئی عیب تو نہیں ہے۔ پہلا چور راضی ہوگیا، دوسرے چور نے کہا ذرا میرے جوتے سنبھالو، دس قدم چلا کر دیکھ لوں۔ دوسرا چور گھوڑے پر بیٹھ کر یہ جا وہ جا چلدیا۔ پہلا چور جوتے ہاتھ میں لیا منھ دیکھتا رہ گیا، پہلے چور سے لوگوں نے پوچھا کہ گھوڑا کیا ہوا، کیا اس کو بیچ دیئے، کہا ہاں بیچ دیا۔ لوگوں نے پوچھا کہ کتنے میں فروخت کیا۔ پہلے چور نے کہا جتنے میں لایا تھا اتنے ہی

میں فروخت کیا اور یہ جوتیاں نفع میں رہ گئیں، یعنی مفت آیا اور مفت گیا اور یہ جوتیاں نفع میں ملیں۔

اسی طرح دہ روپیہ آنے کی اتنی خوشی نہیں ہوئی کہ جتنا ان کے جانے کا غم ہوا پھر اس پر نفع میں یہ پریشانی کہ پولیس میں رپورٹ لکھواؤ وغیرہ۔ اسی طرح اگر کوئی صاحب جائداد ہے تو مقدمہ بازی سے فرصت نہیں، مجلس عالیہ تک لڑنے موجود اگر پھر بھی ہار دیئے تو جائداد تو گئی ہی، اس بات کا غم نفع میں رہا کہ ہائے اتنا روپیہ خرچ ہو گیا ہاں یہ اور بات ہے کہ کسی کی حس ہی بگڑ گئی ہو تو اس کو یہ پریشانیاں، پریشانیاں ہی معلوم نہیں ہوتیں، ٹھیرو! ایک وقت آتا ہے کہ جب حس درست ہوگی۔ وہ کونسا وقت ہے وہ موت کا وقت ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے "اَلنَّاسُ نِیَامٌ فَاِذَا مَاتُوْا اِنْتَبَهُوْا" (ترجمہ) لوگ سو رہے ہیں جب مریں گے تو بیدار ہونگے موت کے وقت حقیقت کھلے گی، حس درست ہو جائے گی، ضروریات کا نہیں فضولیات کا غم، کوئی سانپ کی خاصیت رکھے گا تو کوئی بچھو کی۔

غرض ساری دنیا چین و راحت کی تلاش میں ہے مگر کسی چیز میں چین و اطمینان نہیں، "اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۝" (پ ۱۳۔ رکوع ۴۔ سورۂ رعد) (خوب سمجھ لو کہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان ہو جاتا ہے) اللہ تعالے حصر سے فرماتا ہے یاد رکھو اگر چین و اطمینان ہے تو خدا کی یاد میں ہے۔ پہلے یہ سمجھ لیجئے کہ خدا کی یاد کسے کہتے ہیں؟

(۱) اللہ اللہ کرنا۔

(۲) ہمیشہ اس کا دھیان رکھنا۔

(۳) اس کی پوری اطاعت کرنا۔

(۴) دل میں اس کی یاد بسا لینا۔

(۵) اس کے ساتھ تعلق پیدا کرنا۔

یہ سب ذکر ہے، خدا کی یاد ہے، جب ان طریقوں سے خدا کی یاد کی جائے تو یہ ایسا قرنطینہ بیٹھ جاتا ہے کہ کتنی ہی پریشانیاں آئیں گو وہ جسم پر اثر کریں گے، مگر

دل تک نہ پہونچ سکیں گے، میں نہیں کہتا کہ ان پر کوئی مصیبت نہ آئے گی، آئے گی مگر اس سے پریشانی اور الجھن نہ ہوگی، ان کا قلب مطمئن، نہایت مطمئن ہوگا، آپ فرماتے ہوں گے کہ یہ بھی عجیب الٹی تقریر ہے کہ جسم پریشان لیکن دل پریشان نہیں، یہ کیسا ہوسکتا ہے۔

اس کو یوں سمجھئے کہ آپ کا کوئی محبوب ہے اس کی۔۔۔۔ جدائی میں گھل گھل کر یہ حالت ہوگئی کہ صرف ہڈیاں، پسلیاں باقی رہ گئی ہیں، اور معشوق اچھا طاقتور بھی ہے اتفاق سے اس سے ملاقات ہوگئی، وہ بغل میں لے کر خوب زور سے دبایا، جسم پہ وہ تکلیف کہ ہڈی، پسلی ٹوٹی جارہی ہے، مگر دل پر کچھ اثر نہیں، بے حد خوش ہے خود سے کہتا ہے کہ ہائے ایک نظر دیکھنا بھی نصیب نہ ہوتا تھا، یا آج اس طرح بغل گیر ہورہا ہوں، اگر اس وقت وہ محبوب کہے کہ کیوں اگر تم کو میرے دبانے سے تکلیف ہورہی ہو تو میں تم کو چھوڑ کر تمہارے رقیب کو دباتا ہوں، تب یہ سنکر وہ یہ کہنے لگا ؎

نہ شود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت

ترجمہ۔ تیرے تلوار سے قتل ہونا دشمن کو نصیب نہ ہو۔

سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

ترجمہ۔ دوستوں کے سر سلامت رہیں تاکہ تو اپنا خنجر آزمائے۔

اسی طرح خدا کی یاد کرنے والے کہ ان کا جسم پریشان رہتا ہے مگر مطمئن اور چین میں ہے۔ غرض جب خدا سے تعلق و محبت ہوجائے تو اس صورت میں خدا کی طرف سے جو حکم ہوا، اس پر یہ راضی رہتے ہیں، یعنی یوں ہوجائے یہ راضی، اور یوں ہوجائے تب بھی یہ راضی کسی حال میں ناراض ہی نہیں، تو اب پریشانی کیوں محسوس ہوگی سب سے بڑی چیز موت ہے، دیکھئے اس کے ساتھ معاملہ کیا ہے۔

حکایت حضرت فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کو توبہ کا اس طرح موقع آیا کہ آپ کی دوا سازی کی دکان تھی، آپ دکان پر بیٹھے ہوئے نسخہ باندھ رہے تھے، ایک درویش کمبل پوش دکان کے سامنے آکر کھڑے ہوگئے حضرت

فریدالدینؒ کو دیر تک تکتے رہے، حضرت عطارؒ فرمائے بھائی جو لینا ہے لو کھڑے کیا دیکھ رہے ہو، درویش نے کہا تمہاری دُکان میں کیا کیا بھرا ہوا ہے، ان سب چیزوں میں پھنسی ہوئی روح تمہارے مرتے وقت کیسے نکلے گی؟ حضرت عطارؒ کو اس وقت تک باطن کا مزہ ہی نہ لگا تھا، آپ نے فرمایا جیسے تمہاری نکلے گی، ویسے ہماری بھی نکلے گی۔ درویش نے کہا ہمارا کیا ہے جی یہ کہہ کر دُکان کے سامنے کمبل اوڑھ کر لیٹ گئے، اور فرمائے اس طرح نکلے گی۔ پہلے تو حضرت عطارؒ اس کو ہنسی سمجھے لیکن جب بہت دیر ہو گئی تو نزدیک آکر دیکھے تو واقعی وہ درویش مردہ ہیں۔ حضرت عطارؒ کے دل پر چوٹ لگی، چیخ مار کر بے ہوش ہو گئے، جب افاقہ ہوا تو دل دنیا سے سرد ہو چکا تھا تب خدا کی یاد کی طرف متوجہ ہوئے اور خدا کی یاد کو اس طرح دل میں بسا لئے کہ مولانا فرماتے ہیں ؎

ہفت شہر عشق را عطار گشت

ترجمہ۔عطار (رحمۃ اللہ علیہ) عشق کے سات شہر کی گشت لگا لیے یعنے سات شہر گھوم چکا۔

ما ہنوز اندر خمِ یک کوچہ ایم

ترجمہ۔ میں ابھی (عشق کی) ایک گلی میں ہی ہوں۔

صاحبو! یہ ہے اطمینان قلب کہ جو کہیں میسر نہیں، اگر ہوتا ہے تو خدا کی یاد میں ہوتا ہے، چنانچہ مولانا فرماتے ہیں ؎

گر گریزی بر امید راحتے

ترجمہ۔اگر راحت (و آرام) کی امید میں بھاگا بھاگا پھرے گا

زاں طرف ہم پیشت آید آفتے

ترجمہ۔ ہر طرف سے تیرے سامنے آفت آئے گی

بجز خدا کی یاد کے کہیں آرام نہیں، یہ ہے اس مبارک نام کا اثر، میں یہ نہیں کہتا کہ نماز شروع کرتے ہی اور ذکر شروع کرتے ہی اطمینان و چین اس طرح کا حاصل ہو جائے گا بلکہ یہ ذکر، نماز وغیرہ سبب ہے اطمینان کا، جتنا جتنا ذکر بڑھے گا ویسا ویسا اطمینان بڑھتا جائے گا، جب ذکر کامل ہوگا، نماز کامل ہو گی تو چین و اطمینان

بھی کامل ہوگا۔ پھر موت کے وقت (ہزار زندگی قربان اس موت کے) ارشاد ہوگا:۔
"یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىٕنَّةُ ﴿۲۷﴾ ارْجِعِیْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ﴿۲۸﴾
(پ۳۰ ۔ رکوع ۱ ۔ سورۂ فجر) اے جان اطمینان والی، جس کو اللہ کی یاد میں چین و راحت
ملتا تھا اپنے رب کی طرف آجا۔ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ ﴿۲۹﴾ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ﴿۳۰﴾ (پ۳۰
رکوع ۱ ۔ سورۂ فجر) پس میرے بندوں میں شامل ہو جا، اور میری جنت میں داخل ہو جا۔

غرض صاحبو! میں عرض کر رہا تھا کہ اس آسانی پر بھی خدا کا ذکر کر کے، نمازیں پڑھ کر، محبت پیدا کر کے مخلوقات سے نہ بڑھیں تو یہی ارشاد ہوگا" وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖۤ "(پ۷ ۔ رکوع ۱۱ ۔ سورۂ انعام) پھر اس معرفت اور محبت کا طریقہ بتانے میں اشاروں سے کام نہیں لیا، اگر ایسا ہوتا تو بڑی دقت پڑتی، شاید ہی کوئی ایک ان اشاروں کو سمجھ سکتا۔

حکایت

علی حزین شہزادۂ ایران کو اتفاق سے ایک خادم رمضانی نامی ایسا مل گیا تھا کہ اشاروں کو سمجھتا تھا، اتفاق سے ایک دن یہ پرانا نوکر کہیں گیا ہوا تھا اور ایک نیا نوکر اس کے سامنے حاضر تھا کہ اس وقت ایک شخص ایک رقعہ لا دیا، جس میں لکھا تھا کہ لیموں کی ضرورت ہے، آپ کے باغ کے تھوڑے لیموں عنایت کیجئے۔ شہزادہ نے چہرہ پر بل ڈال کر وہ رقعہ ملازم کو واپس دیدیا۔ نیا خادم پریشان تھا کہ شہزادہ نے زبان تو بند کر لی، لیکن چہرہ سے ناگواری کے آثار معلوم ہوتے ہیں، معلوم نہیں کس بات پر بگڑے ہیں، اتفاق سے رمضانی آ گیا، اس سے نئے خدمتگار نے سارا قصہ سنایا۔ تب رمضانی نے اس سے کہا کہ چہرہ پر بل ڈال کر رقعہ واپس کرنے کا مطلب یہ ہے کہ لیموں دیدو۔ کیونکہ لیمو بھی ترش ہوتا ہے تو چہرہ ترش کر کے اجازت دے دی، یہ سن کر نیا خادم بھاگا کہ مجھ سے کیسے نباہ ہو سکتا ہے۔

ایسا ہی اگر خدائے تعالٰے بھی اشاروں سے فرماتا تو کیسی مصیبت تھی، ایسا نہ کیا بلکہ قرآن شریف دے کر تمام طریقے معرفت و محبت کے حاصل کرنے کے صاف صاف بیان فرما دیا، ایک مرتبہ نہیں بلکہ کئی کئی مرتبہ تاکہ کچھ شبہ باقی نہ رہے، اور بیان بھی

اس طور سے نہیں کہ کوئی پرچہ بھیج دیا کہ اس کو پڑھ لو، سمجھ لو۔ اس سے ممکن تھا کہ شاید شک رہ جائے، اس لئے ایک نمونہ بھی دیا جو قرآن کی مجسّم زندہ تصویر تھی، وہ ذاتِ مبارک آقائے نامدار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ حکم ہوتا ہے قرآن پڑھو، سمجھو اور اس نمونہ کو دیکھو، اور معرفت اور محبّتِ الٰہی آسانی سے حاصل کرو، اسی طرح جیسے درزی کو کپڑا اور شیروانی کا نمونہ دیں اور اگر وہ اس نمونہ کے مطابق سیئے تو خوش ہوتے ہیں اور اگر اس نمونہ کے مطابق نہ سیئے تو درزی کے منھ پر پھینک دیتے ہیں، ایسا ہی اگر تمہارے اعمال بھی اس نمونہ کے موافق ہوں تو قبول کئے جائیں گے ورنہ واپس پھینک دیے جائیں گے اگر اس آسانی کے باوجود کوئی قرآن کی قدر نہ کرے اور نہ نمونہ پاک کی، تو یہی کہا جائیگا "وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ" (پ ۷۔ رکوع ۱۱۔ سورۂ انعام) اگر اس وقت قدر نہیں کی تو ٹھیر و ایک وقت وہ آتا ہے کہ موت آگھیرتی ہے اور موت کی سختیوں میں گرفتار ہوگا، ملائکۂ موت ہاتھ بڑھا کر کہیں گے کہ عالمِ آخرت کے شدائد دیکھ کر اب کہاں ہٹتے ہو، لاؤ اپنی خبیث روح نکالو۔ آج تم کو ذلت کا عذاب ہے اس لئے کہ تمہاری روح کو جسم کے ساتھ عبادت کرکے، نماز پڑھ کر، دنیا میں معرفت اور محبّت حاصل کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا لیکن تم نے وہاں اس کا اُلٹا کیا، حبّ مال وجاہ، اسبابِ شہوت اور لذاتِ جسمانیہ میں اس کو صرف کیا، تم جیسے گئے تھے ویسے ہی کورے کے کورے واپس آئے، نہ معرفت ہے نہ محبّت ہے، جو کچھ مال وجاہ جمع کیا تھا، سب پیچھے چھوڑ آئے۔ مال، اولاد اور دنیا کے تمام جھگڑے کہ جن کی وجہ سے خدا کو بھلا دیا تھا، وہیں دنیا میں چھوڑ آئے، وہاں ایک ایک بات کی قدر کروگے لیکن اُس وقت کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

اس لئے صاحبو! اب بھی وقت ہے عبادت کرکے، نماز پڑھکر، کوشش کرکے معرفت و محبّت حاصل کرو، اور "وَمَا قَدَرُ اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ" کا موقع آنے نہ دو۔

صاحبو! اب میں آپکو کچھ استغفار کے متعلق کہنا چاہتا ہوں، اسلئے کہ نماز اور دیگر عبادتیں مثل عطر کے ہیں، اور استغفار مثل صابون کے ہے اس لئے اب استغفار کے متعلق سنیئے۔

استغفار کی فضیلت

دوستو! اب میں عذاب نہ آنے کی ایک خاص وجہ عرض کرتا ہوں غور سے سنئے :-
مسلمانو اگر بیماری سخت ہو تو اسکا نسخہ ہزار روپئے قیمت کا لکھا جائے تو بیمار کا اعتقاد جمتا ہے اگر دو پیسہ کا نسخہ بتایا جائے تو بیمار کہتا ہے ہائے ایسی بیماری اسکو یہ دوا کیا فائدہ دیگی' او بیمار' تو دوا کو کیا دیکھتا ہے دوا دینے والے کو دیکھ' یہ اسکے اعلیٰ درجہ کا تجربہ ہے کہ اس نے ہزاروں روپئے کا کام دو پیسے کی دوا سے لیا ہے۔ ایسا ہی مسلمانو! ہم گناہوں کا زہر پی گئے ہیں اور بجائے تریاق کے اور زہر ہی پیتے جاتے ہیں' اسلئے جو عذاب نہ آئے وہ کم ہے مدینہ کا افسرالاطبہ ایک ہلکا سا نسخہ دیتا ہے جو تریاق کا اثر رکھتا ہے یہ نسخہ کونسے دواخانہ کا بنایا ہوا ہے اے دل کے بیمار دوستو! تمہارے لئے یہ دوا عرش اعظم کے اوپر تیار کیگئی ہے سنوگے تو حیرت ہوگی' ہزارہا گناہوں کے زہر کا ایک ذرا سا چٹکلہ ہ

از پئے زہر گناہ ار بشنوی ؛ ہست استغفار تریاق قوی

دوستو! تمہارے تمام گناہوں کی دوا استغفار ہے' استغفار کیا کرو' تمہارے سارے گناہ ایک پلک جھپکنے تک دھو دیئے جاتے ہیں۔

حدیث ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ آپ خدا کے پیارے نبی ہیں' مجھے کوئی ایسی چیز بتائیے کہ اس پر عمل کرکے سیدھا جنت میں چلا جاؤں' حضرت فرمائے ٹھہرو' تھوڑی دیر کے بعد اس نے پھر وہی عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ تو عصر کے پہلے (۳۰) دفعہ استغفار کیا کر' تیرے ستر برس کے گناہ کو یہ عمل مٹا دیگا' اس نے کہا میری اتنی عمر کہاں ہے یا رسول اللہ' آپ فرمائے تیری ماں کے ستر برس کے گناہ' تیرے باپ کے ستر برس کے گناہ' تیرے بھائیوں کے ستر برس کے گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں۔

حدیث حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی آئی' موسیٰؑ کیا تم کو یہ بات اچھی معلوم ہوتی ہے کہ تم قیامت کے ہولناک میدان میں نڈر اور بیخوف رہو' موسیٰ نے کہا جی ہاں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم اپنے اور اپنے ماں باپ اور تمام زندہ مردہ مسلمانوں کے لئے استغفار کیا کرو' ہر مسلمان کے لئے ہر دن نیا صحیفہ ہوا کرتا ہے' جب وہ اس حالت میں پلٹا جاتا ہے کہ اسمیں استغفار نہیں ہوتا تو وہ سیاہ کالا

لپیٹا جاتا ہے جب انہیں استغفار ہوتا ہے تو وہ نور ہی نور رہتا ہے جس سے نور کے چمکارے نکلتے رہتے ہیں

حدیث حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ مبارک اور سعادت مند شخص ہے جس کے اعمال نامہ میں استغفار کا ڈھیر لگا ہوا ہو۔

حدیث کل اعمال نامہ جب کھلے گا اور تو چاہتا ہے کہ تو اس وقت خوش خوش پھرے تو اپنے اعمال نامے میں کثرت سے استغفار لکھا۔

حدیث (۷۰) بار استغفار پڑھنے سے (۷۰) برس کے گناہ مٹ جاتے ہیں، حضور نے فرمایا کیا بدنصیب ہے، وہ بندہ کہ جس کے نامۂ اعمال میں گناہ باقی رہیں جبکہ استغفار جیسی چیز اس کو حاصل ہے۔

حدیث اللہ تعالیٰ کو کوئی آواز ایسی پیاری نہیں معلوم ہوتی سوائے اس گنہگار بندے کی آواز کے کہ جب وہ استغفار کرتا ہے اور رب رب کہتا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہاں اے بندے، اور یہی فرماتا ہے میرے فرشتو تم گواہ رہو، اس استغفار کرنے والے کو میں نے بخش دیا۔

حدیث جب بندہ استغفار کرتا ہے تو زمین و آسمان کے درمیان (۷۰) قندیلیں نور کی روشن ہو جاتی ہیں، اور ایک منادی اس سرے سے اس سرے تک ندا کرتا ہے لوگو! آگاہ ہو جاؤ کہ غلام نے اپنے آقا سے صلح کر لی۔

حدیث جب گنہگار ہاتھ اٹھاتا ہے اور یا رب یا رب کہہ کر استغفار کرتا ہے تو فرشتے اس کی آواز روک دیتے ہیں، اوپر کی طرف چڑھنے نہیں دیتے، پھر وہ پکارتا ہے، پھر فرشتے اس کی آواز روک دیتے ہیں کہ گنہگار کی یہ نجس آواز پاک خدا کے پاس نہ پہونچے، تین دفعہ ایسا ہی ہوتا ہے چوتھی دفعہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تم میرے بندے کی پیاری، دل لبھانے والی آواز کو مجھ سے کب تک روکو گے، میرے بندے کو یقین ہو گیا ہے کہ میرے سوا کوئی اور اس کو بخشنے والا نہیں ہے، تم گواہ رہو کہ میں نے اسکو بخش دیا، اسی واسطے اللہ تعالیٰ دوسری جگہ فرماتے ہیں:۔

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ○ (پ ۵ - رکوع ۱۶ - سورۂ النساء)۔

اسی واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باوجود معصوم ہونے کے فرماتے ہیں کہ میں دن میں (۷۰) مرتبہ سے زیادہ استغفار کرتا ہوں۔

حدیث بندہ جب گناہ کرتا ہے تو ایک کالا دھبہ اس کے دل پر پڑ جاتا ہے جب اور گناہ کیا اور ایک دھبہ پڑا، ایسا پڑتے پڑتے تمام دل سیاہ ہو جاتا ہے، كَلَّا بَلْ سکتہ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (پ۳۰۔ رکوع ا۔ التطفیف)

دل کا صیقل استغفار ہے، اسی واسطے حضرت فرماتے ہیں:-

"اِنَّهٗ لَيُغَانُ عَلٰى قَلْبِيْ حَتّٰى اِنِّيْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ"۔

حضور کا قلب مبارک آئینہ کے جیسا ہے لیکن قلب مبارک پر جو زنگ آتا تھا وہ گناہ کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ کفار، مشرک، گنہگار وغیرہ کے آنے سے ان کے قلب کا اثر قلب مطہر پر پڑکر زنگ کے جیسا ہوتا تھا اور استغفار سے وہ زنگ نکلتا جاتا تھا۔

حدیث جب اللہ تعالیٰ بندہ کے درجہ اس کے مرنے کے بعد بلند کرتا ہے تو بندہ کہتا ہے میں نے تو کوئی ایسا عمل کیا نہیں، مجھ یہ درجہ مجھ کو کس طرح ملا، حکم ہوتا ہے تیری اولاد نے تیرے لئے استغفار کیا ہے اور یہ اس کا صلہ ہے ہر چیز کرنے کے بعد امید نہیں کہ وہ قبول ہو، اور اثر دکھائے، یقین سے نہیں کہہ سکتے مگر استغفار کہ یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ جو استغفار کرے گا اس کی مغفرت ہو جائے گی، کیوں کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ج اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا (پ۲۹۔ رکوع ا۔ سورۂ نوح)

اسی واسطے حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جس کے دل میں اللہ تعالیٰ استغفار کرنے کا ارادہ ڈالتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اسکو عذاب کرے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تمام بندوں میں سے میرے محبوب وہ بندے ہیں جن میں یہ تین وصف ہوں۔

(۱) صرف خدا کے واسطے آپس میں محبت رکھتے ہیں۔

(۲) ان کے دل مسجدوں میں اٹکے رہتے ہیں۔
(۳) صبح کے وقت استغفار کیا کرتے ہیں۔
اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ جب میں زمین والوں پر عذاب اتارنا چاہتا ہوں، پھر ان کا خیال آتا ہے تو عذاب موقوف کر دیتا ہوں۔
قطع نظر آخرت کے دنیا میں استغفار کے فائدے یہ ہیں کہ ہر تنگی میں فراخی اور ہر مشکل میں آسانی حاصل ہوگی۔ رزق اس طرح ملے گا کہ کسی کے وہم وخیال میں بھی آسکے اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے حود علیہ السلام کا قول نقل کیا ہے کہ:۔
"وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا" (پ ۱۲۔ رکوع ۵۔ سورۂ ھود)
یہ شان ہے استغفار کی، اس لئے اس آیت میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔
"وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ؕ" (پ ۹۔ رکوع ۴۔ سورۂ انفال)
وہ استغفار کرتے رہتے ہیں کیسے ہم ان پر عذاب اتاریں، عذاب نہ آنے کا ایک سبب استغفار کرنا ہے، اب رہا یہ کہ استغفار کس کو کہتے ہیں۔

حکایت ایک صاحب اپنے لئے کسی بزرگ سے کوئی وظیفہ دریافت کئے، وہ بزرگ فرمائے کہ "لَا حَوْلَ" پڑھا کرو، چند روز کے بعد وہ صاحب کی ان بزرگ سے ملاقات ہوئی، کہنے لگے آپ نے جو وظیفہ بتلایا تھا وہ میں نے پڑھا کچھ فائدہ نہ ہوا انھوں نے کہا کہ بھائی تم نے کس طرح پڑھا۔ کہنے لگے "لاحول"۔ "لاحول" "لاحول" پڑھا حضرت نے فرمایا تمہارے لاحول پر لاحول ہے۔ لاحول سے مطلب پورا جملہ "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ" پڑھنا تھا۔
اسی طرح لوگ "استغفار" "استغفار" "استغفار" پڑھتے رہتے ہیں، اس سے کیا ہوتا ہے، استغفار کے معنی مغفرت مانگنے کے ہیں، مغفرت مانگنا، مغفرت مانگنا کہنے سے کیا فائدہ، مغفرت مانگیے۔ اسی طرح اکثر غلطیاں ہوتی ہیں۔
مثلاً نام کے آخر میں لکھتے ہیں طول عمرہٗ بالکل غلط ہے طُوِّلَ عمرہٗ ہے

پہلی غلطی ہے استغفار میں، اس لئے جو حدیث شریف میں الفاظ آئے ہیں وہ کہو وہ یہ ہیں
اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَيُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ ط
بستر پر جب سونے کے لئے آپ لیٹیں تو تین مرتبہ یہ پڑھ لیا کرو، اس سے تمام گناہ مٹائے جاتے ہیں، اگرچہ کہ دریا کے کف کے موافق ہوں، یا ندی کے ریت کی گنتی کے برابر ہوں یا سید الاستغفار یاد کر لو، اگر کچھ نہ ہو تو " اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ کہو، اس کے معنے یہ ہیں کہ الٰہی میں تیرے سے معافی مانگتا ہوں، اب استغفار کے متعلق دوسری غلطی یہ ہے۔

حکایت ایک شخص نے کہا کہ رضاعی بھائی بہن میں نکاح ہوتا ہے یا نہیں، کسی نے جواب دیا کہ نکاح نہیں ہوتا، اس نے کہا وہ کیسے، واہ صاحب ہم کئے تھے تو ہوا تھا۔

دوسرے سے کہا گیا کہ بے وضو نماز نہیں ہوتی، انھوں نے کہا واہ ہم بے وضو پڑھے تھے تو نماز ہو گئی تھی۔ ایسا ہی جب کہا جائے کہ بھائی صرف منہ سے استغفر اللہ کہنے سے استغفار نہیں ہوتا تو شائد کوئی صاحب فرمائیں کہ ہم تو کہتے ہیں اور ہو جاتا ہے صاحبو! استغفار یہ ہے کہ منہ سے استغفر اللہ کہنا اور دل میں نادم اور پشیمان ہو کر معافی مانگنا، یہ کیا مشکل ہے، شائد یہ خیال ہو کہ اب توبہ کریں اور پھر کوئی گناہ ہو جائیگا یہ شیطانی وسوسہ ہے توبہ کے وقت گناہ کرنے کی نیت نہ ہو، سچے دل سے توبہ کرو۔
اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ ط
یہ گناہ تو مٹ گیا، اگر پھر گناہ ہو گیا اس کا حساب الگ رہا، بلغیر مغفرت مانگنے کے جو عبادت کی جاتی ہے وہ رائیگاں نہیں جاتی مگر مغفرت مانگنے کے بعد کی عبادت کی کچھ اور ہی شان ہوتی ہے، مغفرت مانگے بغیر عبادت میں نورانیت نہیں آتی۔
اس کو ایک مثال سے یوں سمجھئے کہ ایک غلام ہے، آقا کی نافرمانیاں بہت کیا ہے

آقا کشیدہ ہے، اس کو برطرف تو نہیں کیا، اس کے ہاتھ کا پکایا ہوا کھانا کھاتا ہے سب کچھ ہے مگر ادھر غلام دل میں رکا ہوا ہے، کھل کر بات تک نہیں کر سکتا، اُدھر مالک متانت کی وجہ سے کچھ کہتا تو نہیں، مگر دل میں خوش نہیں، کا نٹا سا دونوں کے دلوں میں کھٹکتا رہتا ہے اس خدمت میں غلام کو لطف و فرحت بھی نہیں ہوتی، ایسا ہی گنہگار عبادت کرے، وظیفہ پڑھے تلاوت کرے، مگر دل اندر خود بخود گھٹتا ہوگا، اس لئے گڑگڑا کر معافی مانگو، پھر وظیفہ عبادت کیجئے۔ اور پھر دل کو ٹٹولئے کیسی سرخروئی اور فرحت رہے گی مجرم کے دل کو دیکھو اور جو مجرم نہ ہو ان دونوں کے دل کو دیکھو، وہ مجرم گھبرایا ہوا ہوگا اور یہ امنگ اور امید لیا ہوا ہوگا۔ اس لئے دل سے معافی مانگو اور منھ سے استغفراللہ کہو یہی استغفار ہے جس کی فضیلت آپ نے سنی، اگرچہ کہ ایک وقت کے معافی مانگنے سے معافی ہو جاتی ہے "یَسْتَغْفِرُوْنَ (پ ۹۔ رکوع ۴۔ سورۂ انفال) بار بار معافی مانگتے ہیں کیوں فرمایا اس لئے کہ کسی بزرگ کو تھپڑ لگ جائے اور ہم معاف بھی کروالیں وہ بزرگ معاف بھی کر دیں مگر پھر بھی دل کی تسلی نہیں ہوتی، بار بار کہتے ہیں کہ حضرت بڑی غلطی ہوئی بڑی حماقت ہوئی، وہ برابر کہہ رہے ہیں کہ میں نے معاف کر دیا مگر یہ پریشان ہے دل مانتا نہیں جب بہت کہہ سن لیں گے، دو پیٹ لیں گے، تب اطمینان ہوگا، ادنیٰ عظمت کا جب یہ حال ہے تو خدا کی عظمت کا کیا کہنا، جلدی قلب صاف ہوتا نہیں، بار بار معافی مانگے جاتے ہیں: "لَعَلَّهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ" (پ ۹۔ رکوع ۴۔ سورۂ انفال)۔

تیسری غلطی استغفار میں یہ ہے کہ جہاں تک تدارک ہو سکے وہ سب کرکے پھر معافی مانگے جیسے نماز قضا ہو گئے ہوں تو قضا پڑھ لئے یا حقوق العباد اس کے ذمہ ہیں تو وہ معاف کرائے یا کسی کا مال مار لیا اور کہے الٰہی معاف کر، الٰہی معاف کر، ایسا تو کہہ مگر حق اس کا ادا کرکے کہہ یہ ہے استغفار۔

ان تینوں شرطوں کے ساتھ استغفار کرو، پھر دیکھو کیسا تریاق بنتا ہے۔

اسی واسطے ایک بزرگ فرماتے ہیں۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور درود شریف کی مثال مثل عطر کے ہے اور استغفار کی مثال، مثل صابون کے ہے، پہلے صابون کا استعمال کرکے

پھر عطر لگائیں تو عطر کا لطف آئے گا۔

۱۔ استغفار کی ایک قسم یہ ہے کہ دل نادم ہو کر منہ سے استغفراللہ کہے۔

۲۔ دوسرے یہ بھی استغفار ہے کہ ان جگہوں میں جایا کرو، جہاں مغفرت ہوتی ہے۔

حدیث جہاں ذکرِ الٰہی یا وعظ وغیرہ کی مجلس ہوتی ہے تو وہاں ملائکہ کے جھنڈ کے جھنڈ جمع ہو کر ذکر سنتے ہیں اور لذت پاتے ہیں، جب یہ فرشتے واپس جاتے ہیں تو حق تعالٰی دریافت فرماتے ہیں میرے بندے کیا کر رہے تھے، اگرچہ کہ وہ سب کچھ جانتے ہیں مگر حبیب کا ذکر تو اچھا معلوم ہوتا ہے، دوسرے ملائکہ کے زبان سے ان کے فضائل بیان کراتے ہیں تاکہ "اِنِّیْ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ" کا راز ظاہر ہو، پھر فرشتے عرض کرتے ہیں کہ آپ کا ذکر کر رہے تھے۔ ارشاد ہوتا ہے اور کیا کر رہے تھے، عرض کرتے ہیں کہ جنت ملنے اور دوزخ سے بچنے کی دعا کر رہے تھے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ کیا انھوں نے مجھے جنت یا دوزخ کو دیکھا ہے، فرشتے عرض کرتے ہیں نہیں، اگر دیکھتے تو اور بھی زیادہ خوف کا غلبہ ہوتا۔ ارشاد ہوتا ہے کہ میں نے سب کو بخش دیا، ملائکہ عرض کرتے ہیں کہ حضور فلاں شخص اس مجلس میں ذکر سننے کی غرض سے نہیں آیا تھا بلکہ کسی اور کام کے لئے آیا تھا اور وہ بھی بیٹھ گیا تھا، ملائکہ خفیہ پولیس کی طرح اپنا فرض منصبی ادا کرتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے، "غُفِرَلَهٗ هُمْ قَوْمٌ لَا يَشْقٰى جَلِيْسُهُمْ" یعنی میں نے اسکو بھی بخش دیا اس لئے کہ جن لوگوں میں وہ بیٹھا تھا وہ ایسے ہیں کہ جن کے پاس بیٹھنے والا بھی محروم نہیں رہتا۔ بزرگوں کی ہمنشینی بھی بڑی دولت ہے۔

حکایت حضرت سیدنا و مولانا قطب الاقطاب غوث الاعظم رضی اللہ عنہ وارضاہ سے کسی نے عرض کیا کہ حضرت فلاں مردے کے لئے دعائے مغفرت فرما دیجئے فرمایا کہ کیا وہ شخص میرا مرید تھا، یا میرے وعظ میں کبھی بیٹھا تھا یا مجھ سے ملاقات تھی یا کبھی دور سے دیکھا تھا، یا مجھ کو جانتا تھا، عرض کیا گیا کہ ان باتوں میں سے کوئی بات بھی نہیں تھی فرمایا کہ پھر اللہ تعالٰے سے کس طریقہ سے مغفرت طلب کروں، یعنی خصوصیت کے ساتھ کس طرح اس کی مغفرت کی دعا کروں، پھر خود ہی فرمایا کہ خصوصیت کی تو کوئی

وجہ نہیں، ہاں اس طرح دعا کرتا ہوں کہ "رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا" غرض بزرگوں کی صحبت بڑی دولت ہے۔

اور حدیث اَنَا جَلِيْسُ مَنْ ذَكَرَنِيْ (میں اسکا ہمنشین ہونگا جو مجھکو یاد کرے) اسکی مؤید ہے اس طرح کہ اولیاء چونکہ ذاکر ہیں، پس وہ ہمنشین خدا ہیں تو ان کے پاس بیٹھنے والا بھی ہمنشین خدا ہے۔

(۳) انسیر سے کسی کا دل خوش کر کے دعا لینا، مغفرت کروانا بھی استغفار کرنا ہے۔

حکایت شہر بغداد میں ایک شخص رہتا تھا، ہمیشہ گناہ کیا کرتا تھا، مگر اس کا ایک قاعدہ تھا کہ جو گناہ کرتا اس کو یادداشت کے کتابچہ میں لکھ لیا کرتا تھا، ایک رات، ایک خوب صورت جوان عورت کو دیکھا کہ دروازہ پر کھڑی ہے اور کچھ خیرات مانگ رہی ہے اور کہہ رہی ہے کہ تم کو سخی سن کر آئی ہوں، میرے یتیم بچے تین دن سے بھوکے ہیں، اس نے کہا اچھا گھر میں آؤ، جب وہ عورت گھر میں داخل ہوئی، اس شخص کی نیت بگڑی، جب اس عورت کو اس کی نیت کا علم ہوا، پریشان ہوگئی، اس شخص نے جو شہوت سے اندھا ہو رہا تھا، اس عورت کو کھینچا اور بدفعلی کرنا چاہا، اس عورت نے چہرہ اوپر اٹھا کر کہا اے مشکل کے وقت کام آنے والے خدا میری عصمت بچا۔ اور اس شخص کی طرف متوجہ ہوئی اور کہا ذرا میرے یہ اشعار تو سن، اور ان پر غور کر۔

اَلَا يَا اَيُّهَا النَّاسِيْ لِيَوْمِ رَحِيْلِهٖ اَرَاكَ عَنِ الْمَوْتِ الْمُفَرِّقِ لَاهِيَا	اے کوچ کا حسرت ناک دن بھولنے والے میں دیکھتی ہوں کہ تو پریشان کرنیوالی موت سے بالکل غافل ہے
اَلَمْ تَعْتَبِرْ بِالظَّاعِنِيْنَ اِلَى الْبِلَا وَتَرْكِهِمِ الدُّنْيَا جَمِيْعًا كَمَا هِيَا	کیا تو ان لوگوں پر نظر ڈال کر عبرت حاصل نہیں کرتا جو ایک دشوار گذار سفر کا کوچ کر رہے ہیں اور دنیا کو اسی حال میں چھوڑ کر چلے جا رہے ہیں۔
وَلَمْ يَخْرُجُوْا اِلَّا بِقُطْنٍ وَخِرْقَةٍ وَمَا عَمَرُوْا مِنْ مَنْزِلٍ ظَلَّ خَالِيَا	وہ دنیا سے تھوڑا سا کپڑا اور روئی کے سوا کچھ نہیں لے جاتے ہیں، انھوں نے جو مکان بسایا تھا وہ بالکل خالی پڑے ہیں۔

وَاَنْتَ غَدًا اَوْ بَعْدَهٗ فِیْ جَوَارِھِمْ تو بھی کل یا پرسوں ان کے پڑوس میں سنسان
وَحِیْدًا فَرِیْدًا فِی الْمَقَابِرِ ثَاوِیَا قبرستان میں تنہا اور اکیلا جائے گا۔

وہ زار و قطار رونے لگی اور کچھ اس درد کے لہجہ میں یہ اشعار پڑھنے لگی تو وہ شخص بھی لرز گیا، اور دھاڑیں مار کر رونے لگا، تب اس عورت نے کہا جب تیرے میں اور تیرے مولا میں صلح ہو جائے تو بیچ والی دلالہ کو نہ بھولیو۔ یہ شخص اندر گیا اور کچھ لاکر اس کو دیا بہت منت سے کہا اے نیک بخت بی بی یہ لیجا اپنے بچوں کو کھلا اور میرے لئے اپنے بچوں سے دعائے مغفرت کرواکہ میرے نامہ اعمال میں جو گناہ لکھے ہوئے ہیں وہ مٹ جائیں، وہ عورت گھر آئی اور کھانا پکا کر اپنے بچوں کے سامنے رکھا، اور اس شخص کا پیغام بھی پہنچائی، بچوں نے کہا کہ مزدور کو جب ہی مزدوری کا استحقاق ہوتا ہے جب کہ اس نے کام کیا ہو، اس لئے جب تک ہم دعا نہ کرلیں کھانا نہ کھائیں گے۔

ادھر اس شخص نے اپنا دفتریاد داشت کا دیکھا تو بالکل صاف اور سفید پایا، اس میں ایک بھی گناہ کا نشان نہ پایا، بہت خوش ہوا، اور گڑ گڑا کر دعا کیا، الٰہی تو نے میری کتاب سے گناہوں کو دھو ڈالا، پھر اس میں گناہ لکھنے کا موقع نہ آئے، جلد ایسے حال میں ہی اپنے پاس بلالے کہ پھر گناہ کرنے کا موقع ہی نہ آئے، یہ کہا، گرا اور انتقال کر گیا اس طرح سے بھی استغفار کیا کرو۔

صاحبو! آپ استغفار کے متعلق بھی تفصیل سے سن چکے، نماز سے اور دیگر امور دینی کے لئے جو امر معروف کیا جاتا ہے، اس کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں، اس لئے کہ اس میں بہت احتیاط کرنے کی ضرورت ہے سنئے:۔

امر معروف کس طرح کرنا چاہئیے

"اَلْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاھُوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰہِ ط وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ o (پ ۱۱ ۔ رکوع ۳ ۔ سورۂ التوبہ)

جنتیوں کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ خود نیک ہو کر بس نہیں کرتے بلکہ اوروں کو بھی جنتی بنانے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں اسی کو ہمدردی کہتے ہیں۔

ہمدردی کا مقتضا یہ ہے کہ جو خود کے لئے پسند کرے، وہی دوسروں کے لئے بھی پسند کرے، اسی لئے فرماتا ہے "اَلْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ" (پ ۱۱ - رکوع ۱۴ - سورہ توبہ)۔

حکایت ایک دفعہ ایک ایسے گاؤں پر عذاب آیا جس میں اٹھارہ ہزار عبادت کرنے والے نبیوں کی مانند عمل کرنے والے رہتے تھے۔ لوگوں نے اس کا سبب دریافت کیا تو حضرت نے فرمایا یہ خدا کے واسطے کسی پر خفا نہیں ہوتے تھے، نیک بات بتانے، اور بُرے کاموں کے روکنے سے ان کو سروکار نہیں تھا، اسی واسطے امر معروف و نہی عن المنکر فرض ہے مگر اس کے کچھ آداب بھی ہیں، ان کا لحاظ بھی ضروری ہے۔

پہلی بات یہ ہے کہ امر معروف کرنے والا مایوس نہ ہونا چاہیئے کوئی سنے یا نہ سنے کہا کرو۔ پیغمبروں کی یہ حالت نہیں تھی کہ ایک آدھ دفعہ وعظ کہہ کر جب دیکھے کہ لوگ جنید بغدادیؒ کی طرح نہیں ہوئے تو ان کی اصلاح سے نا امید نہیں ہوئے بلکہ ان کی حالت تو یہ تھی کہ ایک زمانہ تک وعظ کہنے کے بعد بھی نا امید نہ ہوتے تھے۔ نوح علیہ السّلام ساڑھے نو سو سال تک اپنی قوم کو نصیحت کئے، اور نا امید نہیں ہوئے، اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ پیغمبر علیہم السّلام کتنی مدت دراز تک اپنی قوم سے مایوس نہ ہوتے تھے اور مایوس ہوکر امر معروف نہ چھوڑ دیتے تھے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ فرمایا ہے یہ تفاعل سے ہے اور تفاعل میں مشارکت ہوتی ہے، ہر شخص دوسرے سے کہے، چھوٹا بڑے کو، اور بڑا چھوٹے کو، اس سے بڑوں کو برا نہ ماننا چاہیئے بلکہ حق بات قبول کرنا چاہیئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے زیادہ کوئی اشرف نہیں مگر حضور نے بھی چھوٹوں کے معروضوں پر عمل فرمایا ہے

حکایت ایک مسجد میں ایک دولت مند نماز پڑھ رہے تھے، نماز میں تعدیل ارکان نہ کرتے تھے، جلد جلد نماز پڑھ رہے تھے، وہاں ایک عطر بیچنے والا بھی کہیں کا آیا ہوا تھا، جب اس دولت مند نے نماز پڑھ لی تو عطر والے نے کہا سرکار آپ کی نماز نہیں ہوئی پھر پڑھ لیجئے۔ دولت مند نے کہا پاجی، مردود، تیرا منھ اور تو ہم کو نصیحت

کرے، بڑا نمازی آیا، اس عطار نے کہا خیر یا جی، مردود ہی سہی، مگر آپ خدا کے واسطے نماز پڑھ لیجئے، ان کو اور زیادہ غصہ آیا، اس عطار بیچارے کو خوب مارا، مگر اس نے پیچھا نہیں چھوڑا، پٹ کر کہا مجھے اپنے پٹنے کا غم نہیں، مجھے آپ کی نماز کی بہت فکر ہے میرا دل بہت دکھ رہا ہے کہ آپ کی نماز مقبول نہیں ہوئی، میرا جسم تو اچھا ہو جائے گا مگر آپ کی نماز کیسے اچھی ہوگی۔ اس لئے آپ نماز پڑھ لیجئے، اس کا ان دولت مند صاحب پر ایسا اثر ہوا کہ ان کو نماز دوبارہ پڑھنا ہی پڑی، تمام گاؤں میں عطار کی شہرت ہو گئی، جدھر جاتا لوگ کہتے "اَمَر مَعْرُوْف" اس کو کہتے ہیں، سب اس کی قدر کرتے، برکت کے واسطے اپنے گھر لیجاتے اس کا عطر خریدتے، خدائے تعالےٰ نے دکھلا دیا کہ جو شخص ہمارے ساتھ تعلق رکھتا ہے خواہ چھوٹا ہو یا بڑا، اس کی ایسی ہی عزت ہوتی ہے۔

اگر کوئی ہم کو نصیحت کرے خواہ وہ درجہ میں کتنا ہی چھوٹا ہو، ہم کو ناگوار نہیں ہونا چاہیئے

تیسری بات یہ ہے کہ "امر معروف" جیسے حکام وقت یا مالدار جس آسانی سے کر سکتے ہیں ایسا اثر دوسروں کے کہنے میں نہیں ہوتا ہے، مثل مشہور ہے، سو سنار کے ایک لوہار کا، مولویوں کے سو بار کہنے کا وہ اثر نہیں جو حاکم وقت کے ایک بار کا ہوتا ہے اصل تو یہ ہے کہ مالداروں یا حاکم وقت کے ساتھ عام طور پر لوگوں کے اغراض ہوتے ہیں، منافع وابستہ ہوتے ہیں، ان کی مخالفت سے ان کے نفع فوت ہونے کا احتمال ہوتا ہے۔ خوشامد کرنا ہی پڑتی ہے، جدھر وہ چلیں ادھر چلنا ہی پڑتا ہے، عام لوگوں کی یا مولویوں کی دوڑ یہ ہے کہ زبان سے سمجھائیں گے، حکام کو یہ بھی قدرت ہے کہ زبردستی کام کروالیں اللہ اللہ کیا قرآن پاک ہے، اسی واسطے احسان جتلاتے ہوئے فرماتا ہے "وَاَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْهِ بَاْسٌ شَدِیْدٌ ۝" ہم نے لوہے کو پیدا کیا کہ اس سے خوف پیدا ہوتا ہے، سنگینوں کی نوک اور تلوار کی چمک حاکموں کے اختیار میں ہے جس کی چمک سے آنکھ ہی بند ہو جاتے ہیں، بیڑیوں کی جھنکار سے روح کانپتی ہے وہ بھی لوہے ہی کے ہوتے ہیں، اور یہ حاکموں کے اختیار میں ہیں، مولانا محمد یعقوب صاحب دیوبندی فرماتے تھے کہ تعلق دار جوتا بھی لوہے ہی کا ہوتا ہے، مولانا یعقوب صاحب اسی تعلقدار

جوتے کا نام روشن دماغ رکھے تھے، کیسا ہی کسی کے دماغ میں رعونت بھری ہو تعلقدار جوتے سے سب رعونت کافور ہو جاتی ہے، دماغ میں روشنی آتی ہے، خیالات صحیح ہو جاتے ہیں، غرض حکومت سے وہ امر معروف ہو سکتا ہے جو دوسروں سے نہیں ہو سکتا۔

حکایت ایک تعلقدار صاحب تھے وہ مولوی بھی تھے وعظ بھی کرتے تھے، انکے وعظ میں ان کے سامنے اور سب لوگوں کے آگے وہ لوگ بیٹھتے تھے جن کے کام تعلقدار صاحب سے نکلنا ہوتے تھے، حالانکہ وہ وعظ کیا بلا ہے کچھ جانتے ہی نہیں تھے لیکن تعلقدار صاحب کے سامنے جمے رہتے تھے۔

حکایت ایک صاحب کہتے تھے کہ مردم شماری کے زمانہ میں انھوں نے ایک صاحب سے کہا کہ آپ مردم شماری کے کام پر مقرر ہیں بڑا ثواب ہوگا ایک کام کیجئے، وہ یہ کہ جب کسی مسلمان کے یہاں مردم شماری کو جائیں تو جہاں اور خانہ پری کرتے ہو یہ بھی پوچھ لیا کرو کہ نمازی ہو یا نہیں، انھوں نے ایسا ہی کیا صرف یہ پوچھنے کا یہ اثر ہوا کہ ہزاروں آدمی نمازی ہو گئے، حالانکہ کاغذ میں اس کا کوئی خانہ نہ تھا، اس سوال سے لوگ یہ سمجھے کہ حکام کو اس کی طرف توجہ ہوئی ہے، نماز نہ پڑھنے کا شاید کوئی برا نتیجہ نکلے، اس کا ایسا زبردست اثر ہوا کہ کسی کے وعظ سے نہیں ہو سکتا۔

حکایت ایک صاحب نے ایک عہدہ دار سے کہا کہ آپ کوشش کریں تو بہت سے لوگ نمازی ہو جائیں گے، انھوں نے کہا کہ میں کیا کوشش کر سکتا ہوں کیونکہ قانوناً اس میں مداخلت کا کوئی حق نہیں، انھوں نے کہا مداخلت نہ کیجئے، صرف اتنا کیجئے کہ ایک فرضی نوٹ بک میں بے نمازیوں کا نام لکھ لیا کیجئے، زبان سے کچھ نہ کہیئے، اس کا یہ اثر ہوا کہ ان کے حلقہ کے بہت سے لوگ نمازی ہو گئے، اسی واسطے حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "یزع الانسان اکثر مما یزع القرآن"

حکومت وہ کام کر سکتی ہے جو قرآن کے وعظ نصیحت سے نہیں ہو سکتا، اس لئے اپنی اصلاح کر کے جو اپنی حکومت یا اپنی نگرانی میں ہیں ان کی بھی اصلاح کی کوشش کرتے رہیں۔

یہ چوتھی بات یہ ہے کہ ہم امر معروف اس طرح کرتے ہیں کہ دوسرے کو خواہ مخواہ ضد پیدا ہو

اس لئے نصیحت عام پیرایہ میں ہونا چاہئیے۔

جیسے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کو برا کام کرتے ہوئے پاتے تو خطبہ میں فرماتے کیا حال ہے اس قوم کا جو ایسا کرتے ہیں، جو شخص اس گناہ میں مبتلا ہوتا تھا اس سے ترک ہوجاتا تھا مگر اس کے لئے ذرا غیرت کی ضرورت ہے یا خاص کسی کو کہنا ہو تو تنہائی میں کہیں یا اسطرح

حکایت مولانا شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ وعظ فرمارہے تھے، ختم وعظ پر آپ نے ایک شخص کو جس کا پائجامہ ٹخنہ سے نیچے تھا روک کر عجیب انداز سے نصیحت فرمائی، وہ یوں کہ اس سے تنہائی میں فرمایا کہ ذرا میرا پائجامہ دیکھو، مجھے شبہ ہو رہا ہے کہ شائد ٹخنہ سے نیچا ہو، ایسے شخص کے ٹخنوں کو آگ، دوزخ کی لگے گی، وہ شخص قربان ہوا، اور کہا کہ آپ کا پائجامہ کیوں ہوگا، ایسا تو میرا ہے اور میں اس سے آج سے توبہ کرتا ہوں، پھر کبھی اس طرح نیچا کرکے نہ پہنوں گا۔

جنتیوں کی علامتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ:۔

" اَلْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ط (پ۱۱۔ رکوع ۱۴۔ سورہ توبہ)"

ہمیشہ نفس کی دیکھ بھال کرتے رہتے ہیں، شریعت کے قانون سے بال برابر بھی کم زیادہ نہیں کرتے، پوری طور سے رعایت کرتے ہیں، اس پر اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ دین میں بڑی تنگی ہے، دیندار آدمی کو قدم قدم پر حرام کی فکر لگی رہتی ہے جو لوگ آزاد ہیں وہ بڑے مزہ میں ہیں، جو جی میں آیا کر لئے، اور دیندار شریعت کے حدود کے باہر قدم نہیں رکھ سکتا۔

صاحبو! یہ بھی شیطانی وسوسہ ہے، آپ نے شریعت پر غور ہی نہیں کیا، ورنہ اس سے زیادہ آسان تو کوئی دین ہی نہیں۔ ایک مثال بیان کرتا ہوں سنئیے:۔

فرض کیجئے کہ ایک شخص بیمار ہوا، ڈاکٹر صاحب کے پاس گیا، ڈاکٹر صاحب نے نسخہ لکھا اور پرہیز بتلایا، اتفاق سے وہ مریض ایسی جگہ ہے کہ اس بستی میں نہ وہ دوا ملتی ہے اور بستی چھوٹی ہے، دواخانہ میں دوائیں نہیں، پرہیز کی اشیاء بھی نہیں ملتیں، بیمار کہتا ہے کہ ڈاکٹری میں یہ کیا تنگی ہے جو دوا بتلائی گئی ہے وہ بستی بھر میں نہیں ملتی۔ اور پرہیز یہ ہے کہ بیگن مت کھاؤ، آلو مت کھاؤ، بھینس کا گوشت نہ کھاؤ، تو رگا

ڈاکٹر صاحب کو بُرا کہنے۔ اس کو عقلمند جواب دیں گے کہ ڈاکٹری میں تنگی نہیں ہے، تیرے گاؤں میں تنگی ہے، ڈاکٹری میں تنگی اس وقت ہوتی جب کہ ان چار چیزوں کی اجازت ہوتی اور باقی سب چیزیں ممنوع ہوتیں، حالانکہ ڈاکٹری میں (۲۰) چیزوں کی اجازت ہے اور (۴) چیزیں ممنوع ہیں، ڈاکٹری میں کب تنگی ہے تیرے گاؤں میں تنگی ہے، اپنے گاؤں کی اصلاح کر، اسی طرح دین میں اس وقت تنگی کہہ سکتے ہو جب کہ دو چار صورتیں جائز بتلا کر باقی سب حرام کر دیتے بلکہ شریعت نے تو دو چار صورتیں حرام کرکے باقی سب حلال قرار دی ہیں، اور بدقسمتی سے ہم نے ان ہی صورتوں کو اختیار کیا جو حرام ہیں اگر ہم ان حرام صورتوں کو چھوڑ کر (۲۰) حلال صورتوں کو اختیار کریں جو شریعت نے جائز رکھی ہیں تو اس وقت معلوم ہوگا کہ شریعت میں تنگی نہیں ہے، غضب تو یہ ہو رہا ہے کہ ہم اپنے خواہشات کے موافق معاملات کرکے پھر شریعت کو مجبور کرتے ہیں کہ ہمارے ان معاملات کو جائز کہے، گویا شریعت ہماری ملازم ہے جو ہم حکم کریں وہ اس کو جائز کہے۔

حکایت اس کی ایسی مثال ہے کہ ایک رئیس کو لغو بولنے کی عادت تھی اکثر بے تکی باتیں ہانکتے تھے، لوگ اس پر ہنسا کرتے، آخر انھوں نے ایک شخص کو نوکر رکھا کہ ہم جو کچھ کہا کریں تم اس کی تاویل کر دیا کرو، چنانچہ ایک مجلس میں انھوں نے کہا کہ میں نے ہرن کا شکار کیا، اور ہرن کو جو گولی ماری تو وہ گولی سم کو توڑتے ہوئے پیشانی چیر کر نکل گئی، لوگ ہنسنے لگے کہ کہاں سم اور کہاں پیشانی، نوکر نے کہا حضور بجا فرماتے ہیں، وہ ہرن اس وقت سم سے پیشانی سہلا رہا تھا۔

اسی طرح ہم بھی چاہتے ہیں کہ اس نوکر کی طرح شریعت بھی ہماری ہر بات کو جائز کر دے گویا شریعت ہماری باندی ہے۔

صاحبو! اگر ہم خود شریعت کے غلام بن جائیں، پھر دیکھئے شریعت میں کیسی آسانی ہے۔

صاحبو! شریعت ایک قانون ہے، قانون مصلحت خاصّہ کی حفاظت کا ذمہ دار نہیں ہوتا، ہاں مصلحت عامّہ کے خلاف نہیں ہوتا ایسا ہی

شریعت میں بھی مصلحتِ خاصّہ کا لحاظ نہیں ہے مصلحت عامہ کا خیال رکھا گیا ہے۔

اگر شریعت تنگ ہے تو بادشاہ کا قانون کیوں تنگ نہیں ہے، شریعت پر عمل کرنے سے جیسے آزادی فوت ہوتی ہے ایسا ہی سلطنت کے قانون پر عمل کرنے سے بھی آزادی فوت ہوتی ہے تو سب سے بڑی آزادی یہ ہے کہ قانون پر عمل نہ کیا جائے، ڈاکہ ڈالنا شروع کردیں اور اگر کوئی کہے کہ خلاف قانون ہے تو جواب دیدو کہ آزادی کے خلاف ہے، مگر کوئی عقلمند اس کو نہیں مانے گا۔

معلوم ہوا کہ جس بادشاہ کے ملک میں ہیں اس کے قانون پر عمل کرنا بھی ضروری ہے یا تو خدا کے ملک سے نکل جاؤ کوئی دوسرا ملک تلاش کرلو، اگر خدا کے ملک میں رہتے ہو تو قانون شریعت پر عمل کرکے "اَلْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ" ہوجاؤ تو پھر "بَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ" کے مستحق ہوگے، جس میں یہ جنتیوں کی علامتیں ہوں اس کو جنت کی خوشخبری ہو۔

صاحبو! ایک اور بات سنئے:۔

وَالَّذِیْنَ یُمَسِّکُوْنَ بِالْکِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ ؕ اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِیْنَ ۝ (پ ۹۔ رکوع ۲۱۔ سورہ اعراف)

(ترجمہ) اور جو لوگ کتاب کے پابند ہیں اور نماز کی پابندی کرتے ہیں، ہم ایسے لوگوں کا جو اپنی اصلاح کریں ثواب ضائع نہ کریں گے۔

آج مسلمان کس حالت میں ہیں، اس کا احساس خود ان کو بھی ہو رہا ہے اور وہ خود سمجھ رہے ہیں کہ ہم دن بدن ذلیل ہوتے جارہے ہیں اور اب کوشش بھی شروع کردئیے ہیں کہ کسی طرح اس ذلت سے نکلیں، مگر وہ ایسی ہی کوشش ہے جیسے مکھی کوشش کرتی ہے کہ جب وہ شہد میں گرجاتی ہے، بہت ہاتھ پاؤں مارتی ہے لیکن اور پھنستی ہی جاتی ہے، ایسا ہی ہم ذلت سے نکلنے کی تدبیریں کر رہے ہیں مگر ہم اور ذلت میں گرتے ہی جارہے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم ذلت کا سبب ہی نہیں سمجھے کہ ذلت کیوں آرہی ہے۔ یہ آیت بتلاتی ہے کہ ہم کو ذلت کیوں ہے، جس وجہ سے ذلت ہورہی ہے اگر اس کو آج سے چھوڑ دیں پھر دیکھئے عزت ہی عزت ہے۔

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ط (پ ۹ - رکوع ۲۱ - سورۂ اعراف)۔

ہم نے یہ اعلان کر دیا ہے کہ جو قوم خدا کی کتاب کو چھوڑ دیتی ہے اور پیغمبر کی نافرمانی کرتی ہے ہم اس قوم کو اس کے دشمنوں کے ہاتھ میں دیدیتے ہیں، وہ دشمن اس کو سخت تکلیف میں رکھتے ہیں، ہر طرح سے ذلیل کرتے ہیں، طرح طرح کے ٹیکس لگا کر مصیبت میں ڈالتے ہیں۔ دیکھو بنی اسرائیل کو کہ جب انھوں نے توریت شریف کو چھوڑا، پیغمبروں کی نافرمانی کرنے لگے تو کبھی ہم نے بابل نینوا کے بادشاہوں کے ان کو غلام بنا دیا، کبھی شاہ مصر نے ان کو برباد کیا، پھر سکندر کے زمانہ سے آج تک یہودی تا بعدار اور محکوم چلے آتے ہیں، وقتاً فوقتاً قہر الٰہی کا شعلہ بھڑکتا ہے، لوگوں کے ہاتھوں سے سخت ایذا پاتے ہیں اور وَقَطَّعْنٰهُمْ ہم نے ان کو پریشان اور منتشر کر کے مختلف جگھوں میں بسایا" مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ وَمِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ" (پ ۹ - رکوع ۲۱ - سورۂ اعراف) پھر بھی بعض ان میں کے نیک تھے اور بعض بد "اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ ۖ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝" وہ جلد عذاب دینے والا ہے، آخرت کے سوا دنیا ہی میں عذاب دینے والا ہے اور توبہ کرنے والے پر رحم کرنے والا اور مغفرت کرنیوالا ہے، یہی ہماری رحمت کا تقاضہ ہے کہ" وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّيِّاٰتِ" تو کبھی ہم ان کو آزماتے ہیں، کثرت مال سے اور اہل وعیال اور صحت تندرستی دے کر اور کبھی فقر و فاقہ اور مصیبت میں ڈال کر" لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ" تاکہ وہ پلٹی کھائیں اور ہماری ہی طرف متوجہ ہو جائیں، جب کبھی وہ سنبھلے تو ہم نے انکو سلطنت دی، حکومت دی، ہر طرح آرام سے رکھا، جب وہ نافرمان ہوئے تو ہم نے ان کی سلطنت چھین لی، مصیبتوں میں ڈالا۔ غرض یہی حال رہا ہے" فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ" پھر تو ایسے ناخلف پیدا ہوئے کہ پہلے کے لوگ ان سے ہزار درجہ اچھے تھے" وَرِثُوا الْكِتٰبَ" ایسے نابکاروں کے ہاتھ میں حبیب خدا کی کتاب آئی" يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى" دنیا کے مال و نام و عزت کو حاصل کرتے ہیں، رشوت لیتے ہیں، سود کھاتے ہیں، ہر قسم کی بُری باتیں جاری کر دیئے ہیں۔

اعمال تو ایسے پھر اس پر "وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا" کہتے ہیں، خدا ہم کو معاف کرے گا، اس سے تو یہ مقصود نہیں ہے "وَاِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ" (پ ۹۔ رکوع ۲۱۔ سورۂ اعراف) پھر بھی کوئی دے تو لینے کو موجود، حلال حرام کی کچھ پروا نہیں، جو چاہیں کریں۔

صاحبو! ایک اور مقام پر ارشاد باری ہو رہا ہے:۔

"قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ" صاحبو! اس وقت خدائے تعالےٰ آپ کو پکار رہا ہے ہائے یہ کیسی پکار ہے، غافلوں کو چونکانے، غائبوں کو بلانے، دنیا میں پھنسے ہوؤں کو چھیڑتے، انجان بنے ہوؤں کو اپنا پتہ دینے، کاروبار میں مشغول رہنے والوں کو آخرت کے کام میں لگانے، منھ موڑے ہوؤں کو اپنی طرف متوجہ کرنے، عاشقوں کے عشق کو بھڑکانے چاہنے والوں کے شوق کو بڑھانے، پکار رہے ہیں "يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ" ارے وہ بیوفا انسان تجھ میں اور مجھ میں کیا قول و قرار ہوا تھا، میثاق کا وعدہ یاد ہے "اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى" کا واقعہ بھول گیا، تیرے کو اس صورت انسانی میں کون لایا، تیری غذا کے لئے ساری مخلوق کو کون تیرا خادم بنایا، کس کی قدرت سے تو چلتا پھرتا انسان ہے کس کی حکمت سے تیری آنکھیں دیکھ رہی ہیں، کس کی کاریگری سے تیرے کان سن رہے ہیں، تجھے یہ عقل و سمجھ کس نے دی، ہائے سب کچھ لیا اور پھر بھول گیا، ہم سے علاقہ توڑ کر ہم سے دور دور رہنے لگا، تیرا برتاؤ بھی دیکھ اور میرا برتاؤ بھی دیکھ جو تجھ سے ہو رہا ہے، گناہ پر گناہ تو کئے جاتا ہے، میں ستاری سے تیری پردہ پوشی کرتا رہتا ہوں، تو میری ناشکری کرتا ہے، میں تیری ناشکری پر مواخذہ نہیں کرتا۔ او ناقدرے انسان! تو ہی انصاف کر، کب تک تو میری مخالفت کرتا رہے گا۔ اگر ماں باپ کا تو ایسا خلاف کرے تو ان کو صبر نہ آئیگا بھائیوں کے ساتھ اگر تیری یہ ان بن رہے تو وہ برداشت نہیں کریں گے، ہم سب کچھ دیکھ رہے ہیں، پھر بھی انجان بنے ہوئے ہیں، مگر تجھے شرم نہیں آتی کہ ہماری دی ہوئی چیزوں کو ہمارے ہی خلاف میں صرف کرتا ہے، تیری اندرونی حالت کو جیسے ہم جانتے ہیں اگر تیرے احباب جانتے تو کبھی تیرے پاس نہ پھٹکتے۔ باوجود تیری اس حالت کے پھر ہم

تجھ سے ملتے رہنے کا (یعنی نماز پڑھنے کا) حکم دے رہے ہیں، کبھی تو نے کھیت کرنے والوں کو دیکھا ہے کہ کس طرح ہل چلا کر زمین صاف کرتے ہیں، پتھر دیکھا اٹھایا اور پھینک دیا، گھاس، ہریالی ذراسی بھی کہیں نظر آئی اس کو کھود کر صاف کر دیا، پانی پہونچانیکا انتظام کرتا ہے، اس محنت کے بعد جو بیج ڈالتا ہے تو وہ خوب پھلتا اور پھولتا ہے۔ کیا تیرا دل کھیت سے بھی گیا گذرا ہے۔ او بے سمجھ انسان! دیکھا تم نے دل کی کیا حالت بنائی ہے دل بنجر زمین بن گیا ہے، بُرے اخلاق دل میں کانٹوں کے درخت بن کر آگے ہوئے ہیں دنیا کی محبت نے دل کو قابل زراعت نہیں رکھا ہے، ابھی کھیت بونے کا وقت ہے۔ اٹھ! عبادت کرکے زمین کو پاک و صاف کرکے آنسوؤں سے دل کے کھیت کو پانی دے کر پھر خدا کی محبت کا بیج بو، پھر دیکھ کیسے پھل پھول لاتا ہے، آنکھ ہے کہ خدا کی مرضی کے خلاف نہیں دیکھے گی، ہاتھ بھی خدا کے تابع رہیں گے، زبان فضول کلامی سے رُکے رہے گی، قدم خدا ہی کی طلب میں اٹھیں گے، جس دن گنہگاروں کو پکارا ہوگی :۔

وَامۡتَازُوا الۡيَوۡمَ اَيُّهَا الۡمُجۡرِمُوۡنَ ۝ ترجمہ :۔ اور اے مجرمو! آج الگ ہو جاؤ۔ (پ ۲۳ ۔ رکوع ۴ ۔ سورہ یٰسٓ)

اس دن مبارک ہو تم کو یہ ندا ہوگی :۔

يٰۤاَيَّتُهَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّةُ ۝ ارۡجِعِىۡۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرۡضِيَّةً ۝ ترجمہ :۔ اے اطمینان والی روح تو اپنے پروردگار کی طرف چل، اسطرح سے کہ تو اُس سے خوش اور وہ تجھ سے خوش پھر تو میرے بندوں میں شامل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا (پ ۳۰ ۔ رکوع ۱ ۔ سورۂ الفجر)

اے غافل انسان! اگر ایسا نہیں ہوا ہے تو افسوس ہے تجھ پر، تیرے پاس ہے ہی کیا یا دل ہے یا وقت، دل بگاڑ چکا، وقت کھو چکا، اب آنے والی منزلوں میں ان ہی دو کے بارے میں تجھ سے سوال ہوگا، قلب سلیم تو کہاں سے لاوے گا، تیرا وقت کس کام میں گذرا؟ کیا بتائے گا اگر تو کسی چیز کے ضائع ہونے پر روتا ہے تو اس بات پر رو لے کہ تو نے کچھ بھی خدا سے تعلق پیدا نہیں کیا ؎

سال بیگاہ گشت وقت گشتنی ؛ جز سیاہ روئی و فعل زشتنی

ہیں وہیں اے راہرو بیگاہ شد ✿ آفتاب عمر سوی چاہ شد

این قدر تخمے کہ ماند شست بکار ✿ تا بروید زیں دودم عمر ورا ز

حدیث حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھا، مجھ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کچھ فاصلہ نہ تھا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمائے معاذ! اللہ کا حق بندوں پر کیا ہے اور بندوں کا حق اللہ پر کیا ہے، میں نے عرض کیا، اللہ کو اور اس کے رسول کو معلوم ہے، حضرت فرمائے، اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ خدا کی عبادت کریں، اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کریں۔

بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ ایسی عبادت کرنے والوں کو عذاب نہ کرے۔

او بے سمجھ انسان تو اور کیا چاہتا ہے خدا کا حق دے اور اپنا حق لے۔

سنو سنو یا خدائے تعالیٰ اس لئے پکار رہا ہے "یَآ اَیُّھَا النَّاسُ" او بھولے ہوئے انسان، تو بھولے سے ہماری عبادت میں کوتاہی کیا ہوگا، خیر جو ہوا سو ہوا ؎

پھیر لو بھولا ہوا جب نہ سہی اب سہی

وقت کی کر لو قضا جب نہ سہی اب سہی

صاحبو! عبادت اولیاؤں کا سرمایہ ہے، متقیوں کا لباس ہے سعادت ہے تو عبادت میں ہے، عزت ہے تو عبادت میں ہے، جب آدم علیہ السلام جنت سے دنیا میں آرہے تھے حکم ہوا آدمؑ! جاؤ ہم نے دنیا کو عبادت کا مقام بنایا ہے، دنیا میں عبادت کیا کرو دنیا میں جو عبادت کرتا ہے وہ آخرت میں فرشتہ سے بڑھ جاتا ہے، غرض عبادت ایسی ضروری چیز ہے کہ جن اور انسان کے پیدا ہونے کی غرض عبادت کرنا ہے، عبادت کے سوا اور کوئی مقصود ہے ہی نہیں۔

اب رہی یہ بات کہ عبادت کیا چیز ہے شیطان دھوکہ دے کر عبادت سے روکنا چاہتا ہے، دو چار اللہ کے بندوں کو دکھاتا ہے جو تسبیح لئے ہوئے مسجدیں ہیں، رات دن مسجد میں بیٹھے ہوئے ہیں، ان کو دکھا کر شیطان کہتا ہے کہ عبادت اس کو کہتے ہیں بھلا تو عبادت کر سکتا ہے، تیرے پیچھے بیوی، بچے، نوکری، بیوپار، کھیتی لگی ہوئی ہے تو

کیسے عبادت کر سکتا ہے، یہ شیطان کا زبردست دھوکہ ہے، یہ سچ ہے کہ انسان کو خدائے تعالیٰ فراغت دے اور پھر وہ ذکر میں نہ رہے تو اس سے زیادہ کوئی بدنصیب نہیں اسی واسطے۔

حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائے "اِنَّ اَبْغَضَ الْخَلْقِ اِلَى اللّٰهِ الصَّحِيْحُ الْفَارِغُ" "خدائے تعالیٰ کو سب سے برا زیادہ وہ شخص معلوم ہوتا ہے کہ تندرست ہو اور فراغت ہو، پھر وہ دنیا کا کام کرے نہ دین کا۔ کیونکہ فراغت ہو اور کچھ کام نہ کرے تو خیالات فاسدہ پیدا ہوتے ہیں، دنیا کا کام روزی پیدا کرتا ہے، شطرنج کھیلنا، گنجفہ کھیلنا نہیں ہے، ورنہ کوئی کہے گا ہم بیکار نہیں رہتے ہیں گنجفہ کھیلتے رہتے ہیں" لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ "

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ روزی کمائے یا ذکر الٰہی کرے۔ غرض عبادت یہ نہیں ہے بلکہ عبادت کے معنی ہیں غلام ہونا، اسی سے عَبْد ہے جس کے معنی غلام کے ہیں اب تک جو آپ کو کہا گیا کہ عبادت کرو، اس کے معنی یہ ہیں کہ خدائے تعالیٰ کے غلام بنو، غلام بننے پر مجھے ایک حکایت یاد آئی۔

حکایت ایک بزرگ سے ایک شخص نے کہا کہ میں آپ سے بیعت کرتا ہوں، مجھے مرید کیجئے، ان بزرگ نے کہا کہ اچھا استخارہ کر کے آؤ۔ وہ شخص وہاں سے ہٹ کر واپس آیا اور عرض کیا کہ میں نے استخارہ کر لیا، ان بزرگ نے کہا کہ یہ ایسا کیسا استخارہ کہ اس قدر جلد واپس آئے۔ اس نے کہا حضرت میرا استخارہ سن لیجئے میں نے الگ بیٹھ کر نفس سے پوچھا بیعت کے معنی ہیں بکنے کے، تو بکنے سے غلام ہو جائیگا غلام ہونے کے بعد اگر پیر و مرشد فرمائیں جاگو، جاگنا پڑے گا، اگر کہیں بھوکے رہو، بھوکا رہنا پڑے گا۔ تو کیوں بے وقوف ہوا ہے، اچھی خاصی آزادی کو چھوڑ کر دوسرے کے قبضہ میں اپنے کو دے دیتا ہے، نفس نے یہ جواب دیا کہ یہ سب کچھ سچ ہے، مگر خدا تو مل جائے گا، میں نے کہا کیا خدا تمہارا اقتدار ہے نہ ملے تو، نفس مجھے جواب دیا ملنے کا اور نہ ملنے کا مختار آپ ہے پر تجھ کو چاہیئے کہ تگ و دو لگی رہے

خدا نہ ملے اس کو اختیار ہے مگر خدا کو یہ تو خبر ہو جائے گی کہ یہ کم بخت بھی ہمارا طالب ہے بس اتنا ہی کافی ہے ؎

ہمینم بس کہ داند ماہرویم ⁂ کہ من نیز از خریداراں اویم
ہمینم بس اگر کاسر قماشم ⁂ کہ من نیز از خریدارنش باشم

ان بزرگ نے کہا بھائی تیرا استخارہ عجیب ہے اور بیعت کرلی۔ صاحبو! یہ تو بیعت ہے، غلامی اس سے زیادہ دشوار ہے، چاہتے یہ ہیں کہ آپ خدا کے غلام بنو، غلام بننے میں تکلیف معلوم ہوتی ہے تو پھر بھی آپ کو غلام بننا پڑے گا، کیوں صاحبو! کیا تم کڑوی دوا نہیں پیتے، تمباکو نہیں کھاتے، جس سے اول اول چکر آتے ہیں مگر عادت کے بعد اس کے بغیر چین نہیں آتا تو یہی سمجھ کر تم ذرا غلامی کی عادت کر لو، واللہ یہ غلامی خود آپکو چمٹ جائے گی، معشوق اگر منہ نہ لگائے تو کیا اس کی سختی برداشت نہیں کرتے، دنیا کا معشوق آسانی سے نہیں ملتا، کیا خدا آپ کو آسانی سے مل جائے گا، دنیا کے کاموں میں کیسے کیسے سختیاں جھیلتے ہو۔ کیا خدا کی غلامی میں سختی سے بچنا چاہتے ہو۔

صاحبو! یہ تو میں ہمارے اعتبار سے کہہ رہا ہوں، عاشقوں سے پوچھو کہ اس غلامی میں کیا لذت ہے، اگر غلامی سے نکالنا چاہے تو رو دے گا، چلائے گا کہ میاں جو چاہے سزا دو، مگر اپنی غلامی سے مت نکالو ؎

اسیرش نخواہد رہائی ز بند ⁂ مکارش نجوید خلاص از کمند

اس تکلیف میں بھی عاشقوں کو لذت ملتی ہے جیسے کسی کا معشوق دبوچے، ہڈی پسلی گولا ہو رہی ہے مگر جو لذت مل رہی ہے اس کو عاشق کے دل سے پوچھو، اگر معشوقہ کہے کہ اگر تم کو تکلیف ہو رہی ہو تو تم کو چھوڑ کر دوسرے کو دباؤں تو وہ کہے گا ؎

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت
سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

مر بھی جاؤں تو بلا سے مگر مجھ ہی کو دبوچو، جیسے تمباکو والوں کو تمباکو کی تلخی لذیذ معلوم ہوتی ہے، ایسا ہی عاشقوں کو غلامی کی تلخی میں مزہ آتا ہے، کیوں صاحبو!

مرچ کی تیزی کیسی لذیذ معلوم ہوتی ہے، مرچ کھاتے بھی جاتے ہیں، روتے بھی جاتے ہیں اور پھر کھاتے جاتے ہیں، غلامی میں اگر تکلیف بھی ہو تو اس میں بھی مزہ ہے، اگر مزہ نہ تب بھی آپ کو صبر سے کام لینا چاہیئے۔

صاحبو! غلامی کیا ہے، دیکھو غلام کیا کرتا ہے، ایسا ہی خدا کے ساتھ معا رکھو، غلام اپنے مالک پر پورا بھروسہ رکھتا ہے، مالک کو اپنا حامی سمجھتا ہے، اس کے نزدیک مالک اس کا سب سے زیادہ حامی ہوتا ہے، مالک پر اس کو ایسا بھروسہ ہوتا ہے کہ کیسا ہی قحط ہو، مالک کو فکر ہوتی ہے، غلام کو کچھ فکر نہیں ہوتی، غلام کہتا ہے میرا مالک موجود ہے مجھ کو کیا فکر ہے، مالک کی غلام کے دل میں عظمت ایسی ہوتی ہے کہ مالک کے احکام کی وجہ دریافت نہیں کرتا، فوراً تعمیل کرتا ہے۔ صاحبو! خدا کے بھی ایسے ہی غلام بنو۔

حکایت ایک شخص ایک غلام خرید کئے اور پوچھے تمہارا نام کیا ہے؟ اس غلام نے کہا خیر اب تک جو کچھ تھا اب آپ جو پکاریں، کہا کیا کھائیں گے؟ غلام نے کہا جو آپ کھلائیں، انھوں نے کہا کیا پہنیں گے؟ کہا جو آپ پہنائیں۔

صاحبو! غلام کو کچھ اختیار نہیں ہوتا، غلام کا کوئی کام مقرر نہیں، مالک جس کام کے لئے کہے وہ کرنا ضروری ہے، ایک وقت زرق برق کپڑے پہن کر مالک کا خلیفہ بن کر نیابت ادا کر رہا ہے۔ دوسرے وقت دیکھو تو مالک کے نجس کپڑے دھو رہا ہے، کبھی میاں کا مہتر بنا ہوا پاخانہ صاف کر رہا ہے، کبھی میاں کی طرف سے حاکم بنا ہوا حکومت کر رہا ہے۔ غرض غلام نوکر بھی ہے، مہتر بھی ہے، خدمت گار بھی، میاں کا نائب بھی ہے غرض جو میاں حکم دیں وہ کرنے تیار ہے۔

صاحبو! آپ خدا کے غلام ہیں، آپ کی کوئی خدمت فرشتوں کی طرح مقرر نہیں جو خدائے تعالیٰ حکم دیں وہ کرنا آپ کا کام ہے، کبھی بیوی بچوں کی خبر گیری کر رہے ہیں یہ بھی اسی کا حکم ہے، کبھی خدا کی یاد میں بیٹھے ہوئے ہیں، اس سے راز و نیاز کر رہے ہیں کبھی پاخانہ میں ہیں تو کبھی مسجد میں، ایک وقت نیکوں کی صحبت میں بیٹھے ہوئے فیض

لے رہے ہیں تو ایک وقت بازار میں خرید و فروخت کر رہے ہیں، کبھی میاں کے سامنے زیادہ ہیں تو کبھی کم، بعض وقت کم از کم (۵) وقت میاں کے سامنے ہاتھ جوڑ کر عرض کر رہے ہیں "اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ" میاں صراط غلامی پر رکھو، جوجا ہو کرو، مگر اپنی غلامی سے مت نکالو، معاش کی فکروں میں پھرتا ہوں تو میاں مت سمجھنا کہ آپ کو بھولا ہوا ہوں، آپ ہی کا ہوں، آپ ہی کی طرف دوڑے دوڑے آتا ہوں، کبھی نوکری کر رہا ہے اور کبھی کھیتی، سب غلامی ہے، سب کچھ کریں، مگر کریں خدا کی مرضی کے موافق ؎

زندگی ان کی بندگی ہو جائے
بندگی ان کی زندگی ہو جائے

آج روز جمعہ رمضان المبارک کی ۲۵ تاریخ اور ۱۳۸۲ھ (تیرا سو بیاسی ہجری) ہے، میں اس فضائل نماز کو ترتیب دے چکا ہوں، اللہ تعالٰی مجھ کو اور عام مسلمانوں کو اس کے نصائح پر عمل کرنے کی توفیق دے۔

عاجز

سید رحمت اللہ نقشبندی وقادری (ام اے)

ابن حضرت مولانا سید عبد اللہ شاہ صاحب نقشبندی وقادری رحمۃ اللہ علیہ

جا میا واقف دم باش عزیزاں رفتند
فکر عقبیٰ بکن آخر کہ توہم مہمانی
کم خور و کم خسپ و کم گو ہم بجہلا کم نشیں
دائما در ذکر باش و خویش را ہیں بذریں
با عاشقاں نشیں و غم عاشقی گزیں
با ہر کہ نیست عاشق کم کن از و قریں
از طفیل خواجگان نقشبند ٭ کار دنیا عاقبت محمود باد

کتبہ
خادم (محمد داؤد علی)
بیرون یاقوت پورہ

مطبوعہ رفیق مشین پریس، حیدرآباد

شجرۂ حضرات نقشبندیہ رضی اللہ عنہم اجمعین

یَا فَتَّـــاحُ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الٰہی بحرمت شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

الٰہی بحرمت خلیفۂ رسول اللہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ

الٰہی بحرمت مصاحب رسول اللہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ

الٰہی بحرمت حضرت امام قاسم بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ

الٰہی بحرمت امام ہمام حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ

الٰہی بحرمت سلطان العارفین قطب العاشقین حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابوالقاسم گورگانی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابوعلی فارمدی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ جہاں حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ مولٰنا محمد عارف ریوگری رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ مولٰنا محمود انجیر فغنوی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت سید السادات حضرت سید خواجہ امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجۂ خواجگان پیر پیراں امام الطریقت حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ علاؤالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد شرف الدین زاہد رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد درویش رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ مولانا خواجگی محمد امکنگی رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت حضرت خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت حضرت محبوب صمدانی امام ربانی مجدد الف ثانی امام الطریقت حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت حضرت ایشاں حضرت شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت حضرت حافظ محمد محسن رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت سید السادات حضرت سید نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت شمس الدین حبیب اللہ عارف باللہ قیوم زماں قطب جہاں حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت قطب الاقطاب فرد الافراد حضرت شاہ عبد اللہ المعروف بہ غلام علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت شیخ واصل مرشد کامل عارف باللہ حضرت شاہ سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت شیخ وقت قطب دوراں عارف باللہ حضرت سید محمد بادشاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت شیخ واصل مرشد کامل حضرت ابو الحسنات سید عبد اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت جمیع حضرات نقشبندیہ بر فقیر ابو البرکات سید خلیل اللہ ابن حضرت ابو الحسنات سید عبد اللہ رحم فرما و عاقبتش بخیر گرداں بحُرمَۃِ النَّبِیِّ وَاٰلِہِ الْاَمْجَادِ -

اَمَّا بَعْد ....

در طریقۂ عالیہ نقشبندیہ بیعت نمودہ داخل محفل گردانیدم حق سبحانہ تعالیٰ
مذکور را از فیوضات مرشدان حظ وافر نصیب منکا ترمع استقامت شریعت عطا فرماید
آمین یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی
خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ
بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ط

شجرۂ حضرات قادریہ رضی اللہ عنہم اجمعین

یا فتاح

ذکر المولی من کل اولی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلًا یَّھْدِیْ اِلٰی طَرِیْقِ الْاِیْمَانِ لِلْعَالَمِیْنَ وَ صَیَّرَہٗ وَسِیْلَۃً مَّرْضِیَّۃً لِلْوُصُوْلِ اِلٰی صِرَاطِ النَّجَاۃِ وَالْیَقِیْنِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ اَفْضَلِ النَّبِیِّیْنَ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ حَبِیْبِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفٰی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ ط اَمَّا بَعْدُ فَھٰذِہٖ شَجَرَۃٌ قَادِرِیَّۃٌ مَنْ تَوَسَّلَ اِلَیْھَا وَصَلَ اِلَی الْمَرَامِ ط

الٰہی بعجز و انکسار عبدک الضعیف ابوالبرکات سید خلیل اللہ کان اللہ لہٗ ابن حضرت ابوالحسنات سید عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید محمد بادشاہ بخاری قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید خواجہ احمد بخاری قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید حسین بخاری قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید محی الدین بادشاہ بخاری قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید علی بخاری قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید فرید الدین بخاری قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید علی صوفی بخاری قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ فرید الدین صوفی قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز شیخ الشیوخ حضرت شیخ علی صوفی قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سلطان العارفین قطب العاشقین سید شاہ عبداللطیف قادری لاابالی قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ احمد بن شیخ محمد الحموی قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ محمد بن شیخ قاسم قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ قاسم بن شیخ عبدالباسط قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ عبدالباسط بن شیخ شہاب الدین ابی العباس احمد قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ شہاب الدین ابی العباس احمد بن شیخ بدر الدین حسن قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ بدر الدین بن شیخ علاؤ الدین علی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ علاؤ الدین علی بن شیخ شمس الدین محمد قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ شمس الدین محمد بن شیخ شرف الدین یحییٰ قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ بن شیخ شہاب الدین احمد قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ شہاب الدین احمد بن شیخ عماد الدین ابی صالح نصر قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ عماد الدین ابی صالح نصر بن شیخ تاج الدین ابوبکر عبدالرزاق قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ تاج الدین ابوبکر عبدالرزاق بن شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت غوث الصمدانی محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہٗ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ ابوسعید المبارک المخزومی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ ابوالحسن علی بن محمد بن یوسف القرشی الہنکاری قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ ابوالفرح طرطوسی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ ابوالفضل عبدالواحد بن عبدالعزیز التمیمی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ ابوبکر عبداللہ شبلی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید الطائفہ حضرت شیخ ابوالقاسم جنید بغدادی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ عبداللہ سری سقطی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ معروف کرخی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ داؤد طائی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ حبیب عجمی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ اجل مرشد اکمل حضرت شیخ حسن بصری قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت امیرالمومنین امام المشارق والمغارب اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید الاولین والآخرین افضل الانبیاء والمرسلین خاتم النبیین شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین
محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین وسلم تسلیماً مبارکاً کثیراً کثیراً۔

بیعت و ارادت .... قادری دریں سلسلۂ قادریہ عالیہ مقبول و پذیرباد۔

الٰہی بحرمت جمیع حضرات قادریہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بر .... قادری رحم فرما
عاقبتش بخیر گرداں و از فیوض مرشداں حظ وافر و نصیب متکاثر مع استقامت شریعت
عطا فرما۔ آمین آمین برحمتک یا ارحم الراحمین ط

فضائل نماز

تعارفِ زجاجۃ المصابیح

مؤلفہ حضرت مولانا ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ صاحب قبلہ نقشبندی حنفی مدظلہٗ العالی

"جو مشکوٰۃ المصابیح کے اسلوب پر حنفی حضرات کے لئے احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک جامع اور مستند ذخیرہ ہے"

مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی فاضل مدیر صدق جدید لکھنو نے

اس تالیف سے متعلق اپنی اشاعت مورخہ ۲۹ محرم الحرام ۱۳۷۳ھ ۹ اکتوبر ۱۹۵۳ء میں جو رائے ظاہر فرمائی ہے اس کا اقتباس یہ ہے :-

خطیب تبریزیؒ کی مشکوٰۃ المصابیح سے دینداروں میں ہر پڑھا لکھا واقف ہے، حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مستند اور کارآمد اور نسبتاً مختصر ہونیکے باوجود بڑی حد تک جامع مجموعہ صدیوں سے ہندوستان میں چلا آرہا ہے اور عوام وخواص سب کے حق میں شمع ہدایت کا کام دے رہا ہے لیکن صاحب مشکوٰۃ باوجود اپنی اس جلالت قدر کے بہرحال حنفی المذہب نہ تھے شافعی تھے، اسلئے شافعی مذہب کی رعایت انکی کتاب میں جا بجا آجانا بالکل قدرتی تھا اور اسلئے علماءِ حنفیہ ایک اس قسم کے دوسرے مجموعۂ احادیث کی ضرورت مدت سے محسوس کر رہے تھے جس میں رعایت انکے مسلک ومشرب کی ہو۔ صدیوں کے بعد اس ضرورت کو عملاً پورا کرنیکی سعادت اس حیدرآبادی فاضل کے حصّہ میں آئی ہے کتاب کا نام تو مشکوٰۃ کے جوڑ پر "زجاجہ" ہی ہے، مضامین کی ترتیب بھی اس متاخر نے اپنے اسی پیشرو کے مطابق رکھی ہے۔

دیباچہ میں مؤلف زجاجۃ المصابیح نے اپنے ایک رویاءِ صالحہ اور بشارت نبوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا ہے۔

ہر "کتاب" میں ابواب کے تحتانی عنوانات مشکوٰۃ کے مطابق ہی ہیں، سوائے اس کے جہاں جہاں مؤلف کو ضروری معلوم ہوا ہے تقویت مذہب امام اعظمؒ کے لئے متن کتاب میں یا حاشیہ پر مضامین کا اضافہ کر دیا ہے، چنانچہ کتاب العلم کے تحت مناقب کی ایسی روایتیں درج کر دی ہیں جن کا اشارہ انکے خیال میں ابوحنیفہؒ کی طرف نکلتا ہے۔

اسی طرح باب قیام رمضان کے تحت تراویح کی تاکید اور اس کی تعداد رکعات وغیرہ پر

حاشیہ اور متن میں اقوال و مباحث درج کئے ہیں، علیٰ ہذا باب عیادت المریض کے تحت ''زمانہ طاعون میں آبادی چھوڑ کر باہر نکل جانے پر'' وقس علیٰ ہذا'' اور حواشی میں تو کثرت سے مسائل حنفی کی تائید میں دلائل اجمالاً یا تفصیلاً دیدئے ہیں۔

مشکوٰۃ سے فرق صرف اتنا ہے کہ اس میں ہر عنوان باب کو تین تین فصلوں میں تقسیم کیا گیا تھا اس میں فصلوں کی یہ تقسیم اٹھا دی گئی ہے۔

مضمون کتاب کی اصل قدر و قیمت کو پہچاننا اور احادیث مندرجہ کو پرکھنا تو اہل فن ہی کا کام ہے، باقی عام ایک ناظر کے نقطہ نظر سے تو فاضل مؤلف نے ایک اہم دینی خدمت انجام دی ہے اور حنفیہ کے ذمہ جو قرض صدیوں سے چلا آرہا تھا اسے ادا کرنے کی سعادت انھیں حاصل ہوگئی ہے، قابل رشک ہیں ایسی ہستیاں جو اس دور میں بھی کساد بازاری اور کسمپرسی کے ہر پہلو کو آنکھیں بند کئے ہوئے خدمت دین کی دھن میں لگی ہوئی ہیں

اس تالیف کے متعلق دارالعلوم دیوبند کے دینی و علمی ماہنامہ'' دارالعلوم''

کے جلد ۶ شمارہ ۱۰ ماہ جمادی الآخر ۱۳۷۴ھ مارچ ۱۹۵۵ء کے تبصرہ کا اقتباس ذیل میں درج ہے:۔

فقہائے احناف پر جہاں اور بہت سے غلط الزام ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ احناف اہل الرائے ہیں بلکہ بعض زبان و قلم کے بیباک تو یہاں تک کہہ گذرتے ہیں کہ احناف حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر عمل نہیں کرتے بلکہ وہ تو نعمان بن الثابت الکوفی'' کی شریعت پر عمل پیرا ہیں، گویا کہ مخالفین کی مسلک احناف فقہ حنفی، احادیث کے خلاف اور اپنی رائے اور اجتہاد پر قائم نظر آتا ہے حالانکہ محققین کا اس بارہ میں فیصلہ یہ ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ حتی الامکان فقہی جزیہ کی بنیاد حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر رکھتے ہیں اور اس سلسلہ میں انھوں نے اس کی کوشش کی ہے کہ ذاتی رائے اور اجتہاد پر فیصلہ کرنے سے حتی الوسع گریز اور اجتناب کیا جائے مثلاً'' باب المہر'' میں ایک حدیث ہے کہ لا مہر اقل من عشرۃ دراہم احناف نے تعین مہر کو شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جانب سے متعین سمجھا اور اسکے لئے حدیث کی حجت قرار دیا، لیکن امام شافعیؒ ''یرد اللہ مضجعہ'' زوجین کی رائے پر دوسرے معاملات کی اس طرح معاملہ کو بھی موقوف کرتے ہیں اور تعین مہر میں شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جانب سے

کسی صراحت کو تسلیم نہیں کرتے، شوافع نے اس حدیث پر اعتراضات کئے اور اس کی صحت کو مشکوک قرار دیا، ہندوستان کے ایک عالم (جنکے بارے میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ان کی نقل نہایت معتبر ہے اور خود انکی رائے ساقط الاعتبار ہے (او کما قال) جنکے ذوق مجتہدانہ کی زد میں اکثر احناف آتے ہیں، اس خاص مسئلہ میں امام شافعیؒ کے ہمنوا ہیں، اور اپنی مشہور تصنیف میں احناف کے اس استدلال پر عقلاً و نقلاً اتنے اشکال وارد کئے جن اشکالات کو پیدا کرنے میں شوافع کی ذہانت بھی ناکام رہی، اور اس سلسلہ میں امام محمدؒ کی تفصیلی بحث، نیز علماء احناف کی تشفی بخش تقاریر پر مولانا مرحوم نے قلم تنسیخ کھینچ کر رکھدیا گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ اگر اس حدیث کو بقول شوافع ضعیف بھی تسلیم کر لیا جائے تو کم از کم اتنی حقیقت ضرور معلوم ہوتی ہے کہ فقہ حنفی کی بنیاد الحمد للہ رائے پر نہیں بلکہ احادیث و قرآن کے ذخیرے ہی پر ہے، بجز اسکے اور کیا کہا جائے کہ احناف پر اہل الرائے ہونے کا الزام فکر و نظر کی ناہمواری کے ساتھ فقہ حنفی کے عمیق اور گہرے مطالعہ کے نہ ہونے کی علامت ہے ورنہ اگر انصاف کی نظر سے مطالعہ کیا جائے تو انشاء اللہ مسلک حنفی حدیث کے خلاف نظر نہیں آئے گا۔ جن محقق عالم نے اس خاص باب میں اپنی عمر کا طویل حصہ صرف کیا وہ کہتے تھے کہ:۔

"ہم نے اپنی عمر کے تیس سال اس مقصد کے لئے صرف کئے کہ فقہ حنفی کے موافق حدیث ہونیکے کے بارے میں اطمینان حاصل کیا جائے، سو الحمد للہ اپنی تیس سالہ محنت اور تحقیق کے بعد اس بارے میں مطمئن ہو نکہ فقہ حنفی حدیث کے مخالف نہیں بلکہ واقعہ یہ ہے کہ جس مسئلہ میں مخالفین احناف جس درجہ کی حدیث رکھتے ہیں کم از کم اسی درجہ کی حدیث اس مسئلہ کے متعلق حنفی مسلک کی تائید میں ضرور موجود ہے اور جس مسئلہ میں حنفیہ کے پاس حدیث نہیں، اور اس لئے وہ اجتہاد پر اسکی بنیاد رکھتے ہیں وہاں دوسروں کے پاس بھی حدیث نہیں" حیات انور صفحہ (۱۴۲)۔

یہ خیالات امام العصر حضرت مولٰنا سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری کے ہیں جن کا اظہار آپ اپنے درس میں اکثر فرماتے تھے جن دماغوں میں انصاف کی ادنیٰ سی تابانی موجود ہے وہ اس حقیقت کی تصدیق کریں گے۔

زیر نظر کتاب (زجاجۃ المصابیح) اس مقصد کو سامنے رکھ کر تالیف کی گئی ہے کہ مشکوٰۃ شریف کے طرز پر ان تمام احادیث کو جمع کیا جائے جن سے فقہ حنفی کی تائید ہوتی ہے، مؤلف علامہ نے ہر باب کے شروع میں قرآنی آیت کو ذکر کرنے کے بعد مسلک حنفیہ کی مؤیدا احادیث کو جمع کیا ہے، تمام احادیث سند و متن کے اعتبار سے نہایت قوی اور سلسلہ رواۃ سلسلۃ الذہب ہے، احادیث متفق علیہ اور علیٰ شرط شیخین ہیں، فٹ نوٹ میں مولانا نے اقوال حنفیہ کی تفصیل فقہائے احناف کے اقوال، عقائد کے مسائل، کلام کے مباحث، معارف الحدیث اور معارف القرآن کو تفصیل سے پیش کر کے کتاب کی قیمت کو ہر جہت سے بالا کر دیا ہے، فقہ حنفی پر اعتراضات کا جواب حدیث کی تعبیر متعین کرنے کے بعد فقہ حنفی کی وضاحت اس کتاب کی خصوصیت ہے۔

ذمہ داری کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ "زجاجۃ المصابیح" فقہ حنفی کی مؤیدات میں اسی حیثیت کی مالک ہے جو فقہ شافعی میں مشکوٰۃ شریف کو حاصل ہے، کتاب کی اصل قدر و قیمت مطالعہ کے بعد معلوم کی جا سکے گی۔ تبصرہ نگار طلبہ اور مدرسین حضرات سے اس "انمول موتی" اور "دُرِ نایاب" کے مطالعہ کی خاص طور پر سفارش کرتا ہے۔ شرحد ستخط سید محمد انظر شاہ کشمیری

دفتر دار العلوم دیوبند ضلع سہارن پور کی رائے اس تالیف کے ضمن میں یہ ہے۔

بسم اللہ الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، کتاب مستطاب زجاجۃ المصابیح احقر کے سامنے ہے اور باصرہ نواز ہے، جستہ جستہ مقامات سے استفادہ کی سعادت میسر ہوئی جس سے قلب نے دو وجہوں سے فرح و سرور کا اثر لیا۔ اولاً اس بناء پر کہ کتاب مذکور فن حدیث کی خدمت کا بہترین مجموعہ ہے جس میں مشکوٰۃ المصابیح کے طرز پر فقہی ابواب کی ترتیب سے ہر باب کی متعلقہ روایات پاکیزہ ترتیب کے ساتھ جمع کر دی گئی ہیں اور ساتھ ہی حواشی اور منبہات کے ذریعہ مقصد حدیث کا ماخذ قرآن سے پیش کرتے ہوئے مؤید روایات کا ذخیرہ مزید پیش کر دیا گیا ہے جو فن کی عمدہ ترین خدمت ہے۔

ثانیاً اس بناء پر کہ یہ کتاب مذہب حنفی کے ماخذوں اور مؤیدات کا ایک زبردست خزانہ ہے جس کی فی زمانہ اشد ضرورت تھی، کیونکہ نصاب مدارس میں مروجہ کتب حدیث اکثر و بیشتر شوافع کی تالیفات ہیں جن میں مذہب شافعی کا مؤید ذخیرہ تو کافی مل جاتا ہے لیکن حنفی مسلک کی تائید کا مواد خاطر خواہ دستیاب

فضائل نماز

نہیں ہوتا جس سے طلبہ اور مستفیدین تو مذہب حنفی کے بارہ میں تشنہ رہ جاتے ہیں اور مخالفین مذہب حنفیہ کے دل اور دماغ پر یہ اثر پڑتا ہے کہ مذہب حنفی حدیث کے لحاظ سے بے مایہ اور مفلس ہے یا اس کی مؤید روایتوں کا وجود ہی نہیں یا ہے تو وہ ضعاف اور کمزور قسم کی روایات ہیں جو محدثین کے نزدیک کچھ زیادہ قابل اعتنا نہیں، درحالیکہ معاملہ برعکس ہے حنفیہ کے یہاں قبول حدیث کا معیار محض سند روایات ہی نہیں بلکہ اسکے علاوہ درایت و تفقہ کے دوسرے اصولی معیار بھی ہیں جنکی رو سے حدیثیں انکے یہاں قبول کیجاتی ہیں گو یا کسی مرحلہ پر کسی بھی روایت کو خواہ وہ سنداً قوی ہو یا ضعیف، بشرطیکہ قابل احتجاج ہو چھوڑنا نہیں چاہتے، ظاہر ہے کہ جس مذہب میں قبول حدیث کا ایک ہی راستہ نہ ہو بلکہ مختلف معیار ہوں جنکی رو سے ضعیف سے ضعیف حدیث بھی ان سے نہ چھوٹ سکتی ہو اس مذہب کی نسبت یہ خیال قائم ہو جانا یا کرا دیا جانا کہ اس مذہب کو حدیث سے کوئی تعلق نہیں اور کسی حد تک ہے تو کسی گری پڑی روایت سے ہے جسکا شمار ارباب فن کے یہاں قابل اعتنا روایتوں میں نہیں محض اسی بنا پر ہوا ہے کہ حنفیہ نے متون حدیث کی جمع و ترتیب میں زیادہ حصہ نہیں لیا بلکہ وہ اکثر و بیشتر حدیث کی خدمت فقہی نقطہ نظر سے کرتے رہے۔ اسکے بعد اس دور کا یہ آخری نقش ہے جو زجاجۃ المصابیح کی صورت میں اہل علم کی نگاہوں کے سامنے آرہا ہے جسمیں فن کی خدمت کے ساتھ ساتھ مذہب حنفی کی حدیثی خدمت خاص طور سے انجام دیگئی ہے، حنفی مسائل کے بنیادی ماخذ اور انکی تائید میں احادیث و آثار اور سنن و فتاویٰ صحابہ کا ایک بڑا ذخیرہ جمع کر دیا گیا ہے جس سے وہ تمام خدشات رفع ہو جاتے ہیں جو مذہب حنفی کے بارہ میں مخالفین مذہب کی طرف سے کئے جاتے ہیں۔

مؤلف کتاب حضرت مولانا سید عبد اللہ شاہ صاحب خلف حضرت مولانا سید مظفر حسین رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو اتقیاء دکن میں سے ہیں جامع شریعت و طریقت عالم ہیں اور مخلوق کو آپ کی ذات سے علمی و عملی فوائد و برکات حاصل ہو رہے ہیں، یہ کتاب آپکی علمی خدمت کا شاہکار ہے اسلئے زجاجۃ المصابیح اپنے موضوع کی خوبی کے ساتھ ساتھ اپنی نسبت کے لحاظ سے بھی قابل قدر اور لائق استفادہ ہے کیا اچھا ہو کہ مدارس دینیہ میں مشکوٰۃ المصابیح کے ساتھ ساتھ یا اسکی جگہ زجاجۃ المصابیح بھی رائج ہو جائے تاکہ طلبہ کے سامنے مذہب حنفی کے حدیثی مسلک ہونے کی شہادتیں نفس کتاب و نصاب سے بھی مہیا ہو سکیں۔ واللہ الموفق۔

شرحہ دستخط مہتمم دار العلوم دیو بند ۲۰/۴/۷۶ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دین کی باتیں

(زیر طبع)

حصہ اوّل

ماخوذ از مواعظ

حضرت مولانا مولوی الحاج ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ صاحب نقشبندی و قادری رحمۃ اللہ علیہ

ابن حضرت مولانا مولوی الحاج حافظ سید مظفر حسین صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ حیدرآبادی

مرتبہ

عاجز سید رحمت اللہ نقشبندی و قادری (ام-اے) خلف و خلیفہ حضرت ممدوح

ملنے کا پتہ

مکتبہ نقشبندیہ (۲۲-۴/۱) حسینی علم بارہ گلی حیدرآباد دکن

حضرت مؤلف علام رحمۃ اللہ علیہ کے دیگر

(قابلِ دید تالیفات)

(۱) گلزار اولیاء .... ہدیہ (۲) روپیہ سکہ ہند
(۲) علاج السالکین .... " (۱) " "
(۳) کتاب المحبت .... " (۲) " "
(۴) زجاجۃ المصابیح (عربی) مجموعۂ احادیث حنفیہ مکمل پانچ جلد
جلد اول، دوم، سوم، چہارم، پنجم فی جلد .... " (۱۲) " "
(۵) یوسف نامہ (تفسیر سورۂ سیدنا یوسف علیہ السلام) طبع چہارم .... " (۶) " "
(۶) مواعظ حسنہ: حضرت ممدوح رحمۃ اللہ کے مکتوبات و ملفوظات کا مجموعہ .... " (۶) " "
(۷) قیامت نامہ (طبع دوم) .... " (۳) " "
(۸) نور المصابیح حصۂ اول جلد اول (طبع دوم) .... " (۵) " "
(۹) نور المصابیح حصۂ دوم جلد اول .... " (۵) " "
(۱۰) نور المصابیح حصۂ سوم جلد اول .... " (۵) " "
(۱۱) سلوک مجددیہ .... " (۲) " "
(۱۲) معراج نامہ .... " (۳) " "
(۱۳) میلاد نامہ .... " (۵) " "
(۱۴) جام جم یعنی شجرۂ انساب عالم و نسب نامہ فخر عالم و خلاصۂ نبی آدم دنیا ایجاد آدم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم " (۱) " "
(۱۵) شہادت نامہ .... " (۳) " "
(۱۶) فضائل نماز .... " (۳/۸) " "
(۱۷) فضائل رمضان .... (زیر طبع)

اوراد و وظائف کے حسبِ ذیل کتابوں کی سند اور اجازت حاصل کیجا سکتی ہے۔

۱۔ حصن حصین از علامہ محمد بن الجزری رحمۃ اللہ علیہ دعیہ اور اوراد و اذکار کا عدیم النظیر مجموعہ ہدیہ (۱۲) " "
۲۔ دلائل الخیرات (درود و دعاؤں کا نادر مجموعہ) از عبداللہ محمد بن سلیمان الجزولی " (۳) " "
۳۔ حزب الاعظم (مسنون اور قرآنی دعاؤں کا بے نظیر مجموعہ) از علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ " (۲/۸) " "

ملنے کا پتہ

مکتبہ نقشبندیہ (۲۲ ۴/۱) حسینی علم حیدرآباد دکن ۲

آندھرا پردیش

حضرت مؤلف علام رحمۃ اللہ علیہ کے دیگر

(قابلِ دید تالیفات)

(۱) گلزار اولیاء .... ہدیہ (۲) روپیہ سکۂ ہند
(۲) علاج السالکین .... " (۱) " "
(۳) کتاب المحبت .... " (۲) " "
(۴) زجاجۃ المصابیح (عربی) مجموعۂ احادیث حنفیہ مکمل پانچ جلد
جلد اول، دوم، سوم، چہارم، پنجم فی جلد .... " (۱۲) " "
(۵) یوسف نامہ (تفسیر سورۂ سیدنا یوسف علیہ السلام) طبع چہارم .... " (۶) " "
(۶) مواعظ حسنہ: حضرت ممدوح رحمۃ اللہ کے مکتوبات و ملفوظات کا مجموعہ .... " (۶) " "
(۷) قیامت نامہ (طبع دوم) .... " (۳) " "
(۸) نور المصابیح حصہ اول جلد اول (طبع دوم) .... " (۵) " "
(۹) نور المصابیح حصہ دوم جلد اول .... " (۵) " "
(۱۰) نور المصابیح حصہ سوم جلد اول .... " (۵) " "
(۱۱) سلوک مجددیہ .... " (۲) " "
(۱۲) معراج نامہ .... " (۳) " "
(۱۳) میلاد نامہ .... " (۵) " "
(۱۴) جام جم یعنی شجرۂ انساب عالم و نسب نامہ فخر عالم و خلاصۂ بنی آدم از ابتدائے ایجاد آدم تا حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم " (۱) " "
(۱۵) شہادت نامہ .... " (۳) " "
(۱۶) فضائل نماز .... " (۳/۸) " "
(۱۷) فضائل رمضان .... (زیر طبع)

اوراد و وظائف کے حسب ذیل کتابوں کی سند اور اجازت حاصل کیجا سکتی ہے۔

۱- حصن حصین از علامہ محمد بن الجزری رحمہ (ادعیہ اور اوراد و اذکار کا عدیم النظیر مجموعہ) ہدیہ (۱۲) " "
۲- دلائل الخیرات (درود و دعاؤں کا نادر مجموعہ) از عبداللہ محمد بن سلیمان الجزولی " (۳) " "
۳- حزب الاعظم (مسنون اور قرآنی دعاؤں کا بے نظیر مجموعہ) از علامہ ملا علی قاری رحمہ " (۲/۸) " "

ملنے کا پتہ

مکتبہ نقشبندیہ (۲۲۴) حسینی علم حیدرآباد دکن ۲

آندھرا پردیش